تاریخ گجرات

مُصنّفہ

شاہ ابوتراب ولی

مترجمہ

شبیہ احمد

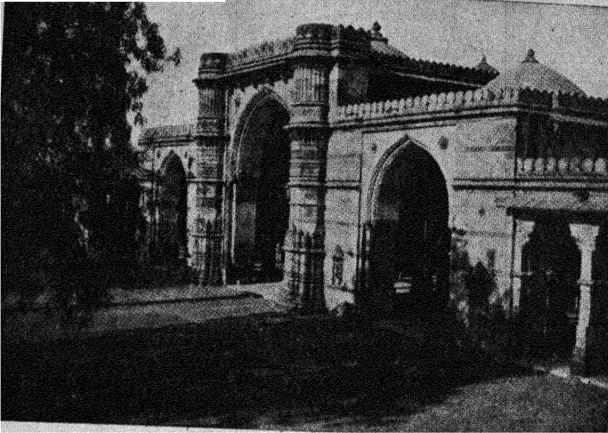
بی۔ اے (آنرز) ایم۔ اے (الہ آباد)
ایم۔ اے (کلکتہ)

ہندوستانی پبلشنگ ہاؤس الہ آباد

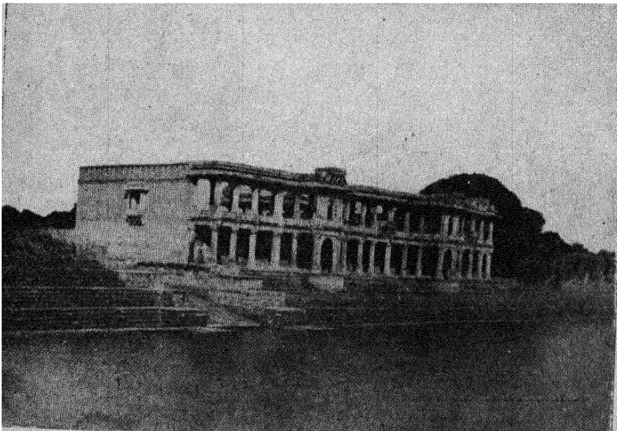
قیمت ۵ روپیہ

تاریخ گجرات

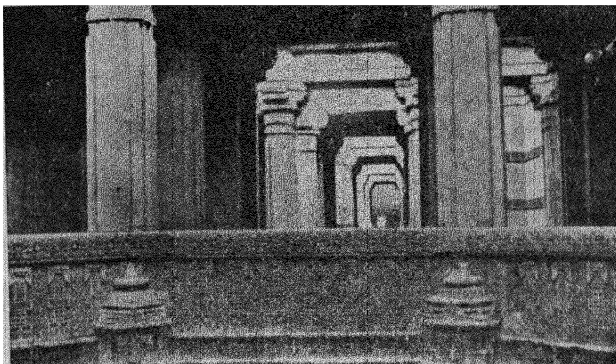
باہتمام حکیم حافظ محمد سلیم صاحب سلیمی برقی پریس الہ آباد
میں طبع ہوئی



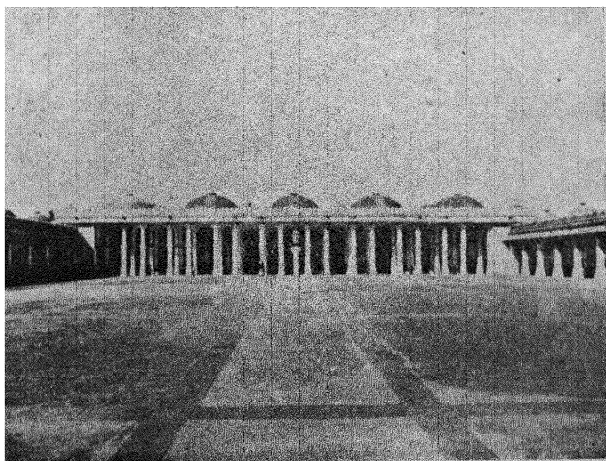
احمد آباد کی جامع مسجد سلطان احمد شاہ اول کے عہد میں تعمیر ہوئی



محمود بیگڑہ کا باقی ماندہ قصر سرخیج میں



بائی حریر کا واواسروا میں احمدآباد کے قریب



سرخج کی مسجد

مقدمہ

تاریخی کتابوں کے مقدمے عموماً مصنف کی زندگی، تصنیف کی اہمیت اور طرزِ بیان، صاحب تصنیف کی طرز روش۔ واقعات کی صداقت یا بطلان پیش کرتے ہیں۔ راس (ROSS) کے انگریزی دیباچہ کا ترجمہ ہم کو مصنف کی سرگذشت سے بے نیاز کرتا ہے جو اپنی جگہ پر خود تشریح ہے۔ اور اسی لئے میں ایک نئے جادہ کی طرف پیش قدمی کروں گا۔

ان اوراق میں گجرات کی مربوط گو مختصر تاریخ پیش کی جائے گی۔ تاریخ میں ادوار کی تقسیم ذہنی سہل انگاری کا نتیجہ ہوتی ہے کسی ملک کی تاریخ سمجھنے کے لئے ماضی سے بے بہرہ رہنا ممکن ہی نہیں۔ حال ماضی کا آئینہ ہے اور ماضی کے نقوش خواہ وہ دھندلے ہی کیوں نہ ہوں 'حال' میں بیّن طور سے ظاہر ہوتے ہیں۔ ابو تراب ولی کی تاریخ گجرات جس کا ترجمہ ناظرین کے پیش نظر ہے سلطنت گجرات کے ایک خاص دور یعنی بہادر شاہی سلطنت اور مابعد سے تعلق رکھتی ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ ہم اس دور کے گرد و پیش کو سمجھیں۔

اسلامی فتح گجرات سے ماقبل کی تاریخ جو پندرہ صدی پر یعنی چوتھی صدی ماقبل مسیح سے لے کر تیرھویں صدی عیسوی تک، حاوی ہے۔ ایک داستان پارینہ ہے' اور تقریباً ہزار سال کے تاریخی واقعات پردہ حجاب میں ہیں۔ چوتھی صدی قبل مسیح میں چندر گپت موریہ اور اس کے جانشین گجرات پر قابض تھے، موریہ گپتا، ولابھی اور چاودہ کے سلاطین یکے بعد دیگرے گجرات کو اپنے تصرف میں لاتے لیکن اس دور کی تاریخ صرف سکوں اور کتبوں سے ماخوذ ہے جس کا سہرا ڈاکٹر بھولا جی کیسن اندراجی کے سر ہے۔ دسویں صدی میں چالوکیہ اور وگھیلا سلاطین گجرات کے فرمانروا

ہوئے۔ اسی وقت سے ہمیں تاریخی نقشے دستیاب ہوتے ہیں، جس سے صحیح تاریخ اخذ کی جا سکتی ہے۔ اشوک اور رُدرادمن کا کتبہ جو کوہِ گرنار میں پایا جاتا ہے خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ سمدرگپت کا کتبہ گپتا خاندان کے تسلط کی داستان سناتا ہے۔ بہر حال جو تاریخ ڈاکٹر بھولر، جیکسن اور اندراجی نے مرتب کی ہے اس کی تفصیل کی گنجائش یہاں نہیں۔

ولابھی گوجر خاندان سے تھے۔ مورخین ان کا تعلق گرجستان ایران سے بتاتے ہیں۔ ولابھی خاندان نے تقریباً ۵۵۸ سے ۷۴۳ تک نادوتی کی راجدھانی سے حکومت کی۔ چاودا اور چالوکیہ خاندان جس کا دارالسلطنت نہروالا پٹن تھا اور جن کی حکومت آٹھویں صدی سے تیرھویں صدی تک قائم رہی بھی گوجر تھے۔ علاوہ بریں جنوبی راجپوتانہ میں بھی گوجر خاندان نے شریمل کے دارالسلطنت سے فرمانروائی کی اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ خطہ گورجر تِرنا۔ یا ملک گوجر کیوں کہلایا۔ یہی گورجر ترنا ایک زمانہ کے بعد گجرات ہو گیا۔

چاودا حکومت ۷۴۶ء سے ۹۴۲ء تک

یہ قرینِ قیاس ہے کہ چاودا کے سلاطین جنھوں نے ولابھی سلطنت کے زوال کے بعد دو سو برس تک اپنی حکومت شمالی گجرات میں قائم کی۔ ولابھی خاندان سے تھے اور ان کے عامل تھے۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ نہروالا پٹن کی بنیاد ڈالنی تھی۔ اس کے قبل ان کی راجدھانی پنچسر تھی۔ ون راج نے نہروالا پٹن کی بنا ۷۴۶ء میں ڈالی۔ یہ ہندوؤں کا آخری اور مشہور ترین دارالسلطنت ہے۔ اسلامی عہد میں بھی کئی صدی تک حاکم نشین بنا رہا۔

سمنت سنگھ چاودا خاندان کا آخری فرماں روا ہے۔ یہ لاولد تھا اس لئے اس نے مولراج کو متبنیٰ کر لیا۔ مولراج سمنت کا بھتیجا تھا۔ اس نے اپنے چچا کو مار ڈالا

اور چالوکیہ سلطنت قائم کی۔

چالوکیہ یا سولانکی ۹۴۲ء سے ۱۲۴۲ء تک

مولراج ۹۴۲ء سے ۹۹۶ء تک چالوکیہ خاندان کا عظیم الشان بانی ہے۔
اس کی فتوحات قابل قدر ہیں۔ اس نے ابو اور میواڑ پر قبضہ جمایا۔ اور سوراشٹر
کے راجہ کو اُن کے دار السلطنت ونتھالی میں سخت شکست دی۔ چاودا خاندان
کے خون بے اثر نہ گئے۔ اور مولراج اپنے اعمال سے نادم ہوکر گوشہ نشین ہوگیا اور
اپنے لڑکے چمنڈ کو تخت نشین کیا۔ مولراج نے رودرا مالا کے قصر کی بنیاد ڈالی
تھی۔ اس عظیم الشان عمارت کے آثار آج بھی باقی ہیں۔ مولراج کے بعد بھیم دیو
اوّل (۱۰۲۲ء سے ۱۰۶۴ء تک) خاص اہمیت رکھتا ہے۔ محمود غزنوی کی
سومنات کی فتح اسی زمانہ میں پیش آئی۔ ہندو مورخین اس کے متعلق کچھ بھی بیان
نہیں کرتے لیکن اسلامی مورخین صاف صاف لکھتے ہیں کہ بھیم دیو کے زمانہ میں
سومناتھ پر حملہ ہوا تھا۔ ۱۰۲۵ء میں محمود غزنوی ملتان، راجپوتانہ ہوتا ہوا گجرات میں
آپہنچا۔ محمود کا راجپوتانہ کے ریگستان کا عبور ایک حیرت کن کارنامہ ہے سلطان
ہنرواڑا پہنچا لیکن فوراً ہی اُس نے سومناتھ کی طرف رُخ کیا۔ ولابھی خاندان
نے اس عظیم الشان بُت خانہ کی بنا ڈالی تھی اور ولابھی اور سولانکی کے شاہانہ عطیات
نے اسے مالا مال کر دیا تھا۔ بہرحال محمود غزنوی پہلا مسلمان فرماں روا ہے جس نے
گجرات میں قدم رکھا۔ اُس نے سومناتھ کو فتح کیا اور بے انتہا مال غنیمت حاصل کیا۔

محمود ایک طوفان بے پناہ تھا، آیا، ویران کیا اور رخصت ہوا۔ مذہبی جوش و
خروش اس کے فاتحانہ اور جابرانہ حملوں کا معاون ہوا۔ لیکن یہ جوش فوج کے گستاخی
اور ہمت دلانے کا بہانہ تھا ورنہ ہندو سوار اس کی فوج کے رکن نہ ہوتے اور نہ ملک
احمد نیالتگین کی بغاوت فرو کرنے کے لئے پنجاب نہ بھیجا جاتا۔ جابرانہ تبلیغ

کی چند مثالیں ضرور ملتیں لیکن تاریخ کوئی شہادت پیش نہیں کرتی حقیقت یہ ہے کہ محمود نام و نمود اور شہنشاہیت پر فریفتہ تھا۔ مغرب اس کا مطمع نظر تھا اور یہی وجہ ہے کہ اسکی فتوحات تعمیری عناصر سے مزین نہ ہو سکیں۔ محمود نے غزنہ کا رخ کیا اور تھوڑے دنوں بعد بھیم دیو نے سومناتھ کو پھر سے آباد کیا۔ بھیم دیو نے اپنے پوتے ویملشا کو آبو کی پہاڑیوں کی طرف روانہ کیا۔ ویملشا نے اپنا تسلط قائم کیا اور ۱۰۳۲ء میں دلواڑا کو مرمریں مندر سے مزین کیا۔ یہ جلینی مندر مخصوص طور سے آدینا تھ کے لئے تعمیر ہوا تھا۔ بھیم دیو کی دوسری یادگار رانی واو ہے۔ یہ کنواں بھی تقریباً ۱۰۳۲ء میں تعمیر ہوا تھا انل واڑہ میں یہ کنواں اب بھی موجود ہے اور اس کے باقی ماندہ حصے اپنی قدیم عظمت کی شہادت دیتے ہیں۔ شاید چالوکیہ خاندان کی سب سے بڑی یادگار موڈھیرا کا عظیم الشان بت خانہ ہے۔ یہ بت خانہ خدائے آفتاب کے لئے تعمیر ہوا تھا اور آج بھی اپنی عظمت کا سکہ دلوں پر قائم کرتا ہے۔

بھیم دیو کے بعد کرنا ۱۰۶۴ء سے ۱۰۹۴ء تخت نشین ہوا۔ راجہ کرنا نے بھیل سردار اشا کو جو اشاپلی (اساول احمد آباد کے قریب واقع ہے) میں رہتا تھا، شکست دی اور اس کی فتح کی یادگار میں کرنا تالاب بنایا کرناوتی شہر کی بنیاد ڈالی اور اُسے اپنا دارالسلطنت بنایا۔ موڈھیرا کے قریب اب بھی کن ساگر گاؤں آباد ہے جہاں کرنا ساگر کے باقی ماندہ حصے نظر آتے ہیں۔

کرنا کی وفات کے بعد سدھراج تخت نشین ہوا۔ اس کا عہد سلطنت سولانکی دور کا زریں عہد گذرا ہے۔ سدھراج نے ۱۰۹۴ء سے ۱۱۴۳ء تک حکومت کی۔ سدھراج نے اپنی حکومت کو بہت وسیع کیا۔ پہلی لڑائی گرنار کے راجہ رائے کھینگر سے ہوئی۔ سدھراج نے راجہ کو مغلوب کیا اور سوراشٹر کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اسی فتح سے گجراتی سال کی ابتدا ہوتی ہے "سمہا سنبت"

سدھراج جے سمہا کے نام سے موسوم ہوا، اور ۱۱۱۳ء یا ۱۱۱۴ء سے شروع ہوتا ہے۔ قدیم ترین سمہا سنبت کا حوالہ ہنگرول کے ایک کتبہ میں موجود ہے جو ایک کنوئیں پر کندہ ہے۔ سمہا سنبت تقریباً ایک سو پچاس سال تک مستعمل رہا۔ سدھراج کی اہم لڑائی مالوہ کے پار مار سلطنت سے ہوئی جو بارہ برس جاری رہی۔ آخر کار راجہ بھوج کی راج دھانی دھار نگر میں بھی سدھراج کا علم لہرایا۔

سدھراج اپنی فتوحات سے یاد نہیں کیا جاتا ہے بلکہ اپنی تعمیرات سے۔ جو ہندو دور کے لیئے مایۂ ناز تھیں "سہسر النگا تالاب"۔ شیو کے ہزار مندروں والا تالاب ایک زبردست تالاب تھا۔ اور اپنے بے شمار چھوٹے چھوٹے معبودوں کی وجہ سے جو تالاب کے کنارے بنے ہوئے تھے اس نام سے موسوم ہوا۔ تالاب مدور تھا جس کے بیچ میں ایک چھوٹا سا جزیرہ تھا۔ اس پر رودریشور کا مندر تھا۔ آج اس تالاب کا نام و نشان بھی باقی نہیں ہے۔ سدھراج کا نام سدھپور کے شہر سے خاص علاقہ رکھتا ہے جو سرسوتی کے ساحل پر نہروالا پٹن سے ۷۰ میل پر واقع ہے دوسو برس پیشتر مولراج نے یہاں پر رودرا مالا مندر تعمیر کرایا تھا لیکن تکمیل نہ ہوسکا تھا۔ سدھراج نے اس ویران عبادت خانہ کو تعمیر کرایا اور عمارت کے کھنڈر بھی اس کی قدیم عظمت کی شہادت دیتے ہیں۔ کرشنھا کی خوبصورت ساخت اعلیٰ فن تعمیر کی داستان سناتی ہے اور دستبرد زمانہ کا گلہ کرتی ہے۔

سدھراج غالباً شیو مذہب کا پیرو تھا مگر اس کے عہد میں مذہبی آزادی لوگوں کو حاصل تھی۔ جین علما مثلاً ہیماچاریہ وغیرہ کی بھی سرپرستی کی گجرات میں آج بھی اس کی یاد دلوں میں تازہ ہے اور وہ صحیح طور سے "چالوکیہ خاندان

کا فیورہ کہلانے کا مستحق تھا۔

سدھراج کی وفات کے بعد اُس کا بھتیجا کمار پال تخت نشین ہوا۔ اُس نے جینی مذہب اختیار کیا اور اسکی انتیس سالہ حکومت میں (۱۱۴۳ء سے ۱۱۷۲ء) رعایا نے آرام سے زندگی بسر کی۔

بھیم دیو ثانی (۱۱۷۸ء سے ۱۲۴۲ء) کمار پال کے بعد قابل اعتنا راجہ گزرا ہے۔ اُس کی سادہ مزاجی سے لوگوں نے اُسے "بھول" کا لقب عطا کیا۔ اس کے دوران حکومت میں سلطنت کمزور ہو گئی امرا با اختیار بن بیٹھے ان امرا میں ارنو راجہ جو وگھیل خاندان کا سردار تھا خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ وگھیل سولنکی کی ایک شاخ تھی۔ حالانکہ ۱۲۲۳ء سے شاہی اقتدار وگھیلا خاندان کے قبضۂ قدرت میں تھا لیکن بھیم دیو کے انتقال تک انھوں نے فرماں روائی کا علم نہ اٹھایا۔

۱۱۷۸ء میں محمد غوری بھیم دیو کے عہد حکومت میں ملتان اور اُچ ہوتا ہوا گجرات پر حملہ آور ہوا لیکن غوری کے سپاہی راجپوتانہ کے ریگستان کے عبور کرنے کے بعد بے کار ہو گئے تھے اور انھیں نہروالا کے سامنے شکست ہوئی۔

۱۱۹۵ء میں قطب الدین ایبک نے اپنے آقا کی شکست کے بدلہ کی ٹھان لی اور بھیم دیو کی سرکوبی کا عزم کیا۔ اُس نے نہروالا پر چڑھائی کی۔ کمار پال جو بھیم دیو کا سپہ سالار تھا جنگ میں مارا گیا اور گجراتیوں کو شکست ہوئی بھیم دیو نے اپنی سلطنت کے ایک گوشہ میں پناہ لی قطب الدین ایبک بہت سا مال غنیمت لے کر ہانسی ہوتا ہوا دہلی واپس آیا۔

۱۱۹۷ء میں بھیم دیو نے اپنی فوج اجمیر کے راجہ کے کمک میں بھیجی قطب الدین کی فوج نے شروع میں شکست کھائی، لیکن غزنی سے فوج آنے کی خبر سے

بھیم دیو کی فوج کو ہراساں کر دیا۔ قطب الدین نے فوج کا تعاقب کیا، ایبک نے نہروالا پر دوبارہ حملہ کیا۔ اور سروہی کے راستہ سے گذرتا ہوا نہروالا کی جانب روانہ ہوا۔ آبو کی پہاڑی میں بھیم دیو کی فوج مقیم تھی۔ ایبک نے اس فوج کو شکست دی۔ اور بے انتہا راجپوت مارے گئے۔ اس کے بعد ایبک نے نہروالا پر حملہ کیا اور بے انتہا مال غنیمت حاصل کیا۔

وگھیلا خاندان ۱۲۲۲ء سے ۱۲۹۸ء تک۔

دگھیلا خاندان کے امرا وگھیل اور دھولقہ کے خاندانی جاگیردار تھے اور بھیم دیو کی سلطنت میں ان کا اقتدار بہت بڑھ گیا تھا۔ لونا پرشاد ارنو راجہ کا لڑکا بھیم دیو کا وزیر تھا۔ پہلے پہل اسی نے فرمانروائی کا دعویٰ کیا اور اپنے لڑکے ویردھول کو شاہی اقتدار سپرد کیا۔

ویردھول کی حکومت فن تعمیر کے لئے مبارک گزری ہے۔ وستوپال اور تیج پال نے جو اس کے وزرا تھے ابو اور گرنار کو مزین کرنے کے لئے اپنی دولت صرف کی اور ایسی شاندار اور خوبصورت عبادت گاہیں تعمیر کرائیں جن سے تاریخ گجرات میں ان کا نام روشن ہے۔ یہ دونوں بھائی مذہباً جینی تھے اور اپنی داد و دہش کی وجہ سے بہت معروف امراء میں سے شمار ہوتے تھے۔

تاج محل کے بعد مبصرین فن تعمیر نے دلواڑا کے مندروں سے زیادہ شاید ہی کسی عمارت کی مدح سرائی کی ہو۔ ابو کی پہاڑی پر نیمناتھ کا دلکش مندر دلفریب نظارہ پیش کرتا ہے۔ تیج پال نے ۱۲۳۰ء میں اسے تعمیر کرایا تھا۔ ڈ کی رائے مختصراً پیش کی جاتی ہے۔

دلواڑا، یعنی مندروں کا خطہ نکھنی تالاب کے قریب واقع ہے۔ تیج پال اور ویمل شا کی عبادت گاہوں کے علاوہ کئی اور عبادت گاہیں موجود ہیں۔

ویمل شا کا مندر ۱۰۳۱ء میں تعمیر ہوا جس سے پہلے کوئی جینی عبادتگاہ اس مبارک پہاڑی پر تعمیر نہ ہوئی تھی۔ وہ اپنی بزرگی، اپنے ظاہرہ حسن وجمال کے لئے مشہور نہیں بلکہ اپنی اندرونی ساخت کی لطافت اور نفاست کے لئے خراج تحسین حاصل کرتے ہیں۔ دونوں میں ہشت پہل قبّے ہیں جس کے نیچے ایک تالار ہے جہاں معبود سجے ہوئے ہیں اور ارد گرد منقش ستون اور چھوٹے چھوٹے قبّے موجود ہیں۔ تمام عمارت سنگ مرمر کی ہے اور آرائش اس نفاست سے تراشی گئی ہے گویا عمارت موم کی بنی ہوئی ہے۔ شفاف کنارے اپنی دبازت کا احساس دلوں میں پیدا نہیں ہونے دیتے طور ریاضی دان کے تعریف خط کا مجسمہ بن جاتے ہیں تیج پال کے مندر کے وسطی قبّے کی آویزش جاذب نظر ہے اور بقول ٹاڈ قلم کا یارا نہیں کہ باریک خطوط کا خاکہ بھی پیش کر سکے اور صابر سے صابر مصور کا موئے قلم بھی تصویر کشی سے عاجز ہے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک نیم باز کنول کے پھول کا خوشہ ہے جس کے پیالے اس قدر باریک، ایسے براق اور حسن میں ڈھلے ہوتے ہیں کہ نگاہیں تحسین کی نذر پیش کرتی ہیں اور محو حیرت ہو جاتی ہیں۔ فرگوسن بھی ٹاڈ کا متفق ہے اور "ملکوتی ساخت کی جھالروں" کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

یہی ملکوتی ساخت کی جھالریں ہیں جو اسلامی عہد میں اپنا نیا رنگ اور لطف دکھاتی ہیں اور یہی وہ ترکہ ہے جسے گجرات کے مسلمان فرماں رواؤں نے حاصل کیا اور جس کے احسان سے وہ سبکدوش نہیں ہو سکتے۔

ویشل دیو نے ۱۲۴۳ء سے ۱۲۶۱ء تک سلطنت کی۔ اس کی راجدھانی نہروالا تھی اور اس نے مہاراج دھراج کا لقب اختیار کیا دبوہی میں کالکا مندر غالباً ویشل دبوہی کا تعمیر کرایا ہوا ہے۔ وہ سدھراج جدید کے لقب سے معروف ہوا۔

کالکا مندر صناعی کے اعتبار سے گجرات کی نفیس ترین عمارتوں میں سے ہے۔
ولیشل دیو کے بعد کرنا و گھیلا (۱۲۹۶ء سے ۱۲۹۷ء تک) قابلِ ذکر ہے۔
یہ وہ راجہ ہے جس کے زمانے میں گجرات علاء الدین خلجی کا مطمحِ نظر بنا اور
وگھیلا خاندان ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا۔ کرنا پہلے ہی حملے کی تاب نہ لا سکا
۱۲۹۷ء میں نہروالا مسلمانوں کے قبضۂ اختیار میں آگیا۔ کرنا کی بیوی
علاء الدین کے حرم میں داخل ہوئی۔

۱۳۰۷ء میں علاء الدین نے ملک کافور کے تحت میں ایک بڑی فوج
دیوگیر کے راجہ کی سرکوبی کے لئے بھیجا جس نے خراج بھیجنا بند کر دیا تھا۔
مالوہ اور گجرات کے حاکم الپ خاں کو حکم ہوا کہ دیول دیوی جس کے لئے اس کی
ماں کنول دیوی بیتاب تھی تلاش کر کے روانہ کرے۔ ملک کافور نے کاٹھیاوار
اور گجرات کو اپنی فتوحات کی آماجگاہ بنایا اور سلطان علاء الدین ہی کے زمانے
سے گجرات مسلم بادشاہوں کے قبضۂ تصرف میں کامل طور سے آگیا۔

۱۳۰۰ء گجرات کا نیا دور شروع ہوتا ہے۔ گجرات دہلی کا صوبہ بن گیا۔
سب سے پہلا ناظم ملک سنجر الپ خاں مقرر ہوا۔ ان ناظموں کا مستقر حکومت
نہروالا تھا۔ اور گجرات کے استقلال کے بعد بھی ۱۴۱۱ء تک دارالحکومت
قائم رہا۔ الپ خاں نے گجرات کا نظم ونسق اعلیٰ پیمانہ پر کیا۔ ۱۳۱۶ء تک
گجرات کی زمام نظامت الپ خاں کے ہاتھ میں رہی۔ بعد میں ملک کافور
کی شکایت کی وجہ سے دربار میں طلب کیا گیا اور قتل ہوا۔ الپ خاں نے
پٹن میں آدینہ مسجد تعمیر کرائی۔ مراٗت احمدی کے مصنف نے لکھا ہے کہ "یہ
عمارت سنگِ مرمر کی بنی ہوئی تھی اور اس کے ستون اتنے زاید تھے کہ اکثر
شمار کرنے میں غلطی ہو جاتی تھی"۔ اس مسجد کا اب پتہ نہیں ہے۔

الپ خاں کے بے جا قتل سے علاء الدین کی مخالفت شروع ہو گئی۔ اور گجرات میں بغاوت کے جھنڈے لہرانے لگے۔ ملک کمال الدین گرگ گجرات روانہ کیا گیا۔ لیکن اُسے شکست ہوئی۔ اس عظیم الشان بادشاہ نے ۱۳۱۶ء میں دار فانی سے کوچ کیا۔ علاء الدین کے بعد قطب الدین مبارک (۱۳۱۶ء سے ۱۳۲۰ء تک) بادشاہ ہوا اور اُس نے عین الملک ملتانی کو گجرات روانہ کیا عین الملک نے باغیوں کو مغلوب کیا اور ملک دینار کو گجرات کا ناظم مقرر کیا ملک دینار کا لقب ظفر خاں تھا قطب الدین مبارک نے خسرو خاں کے اغواء سے اپنے خسر ظفر خاں کو طلب کیا اور قتل کرا دیا۔ اس کے بعد خسرو خاں کا بھائی حسام الدین ناظم مقرر ہوا، حسام الدین نے بغاوت کی لیکن شاہی افسروں نے اُسے گرفتار کر کے دہلی بھیج دیا۔ قطب الدین مبارک نے اُسے معاف کر دیا۔ ۱۳۲۰ء میں خسرو خاں نے قطب الدین مبارک کو قتل کرایا اور خود بادشاہ بن بیٹھا۔ علاء الدین کی سطوت اور جبروت افسانہ ہو چکی تھی اور قطب الدین مبارک کے قتل نے خلجیوں کا خاتمہ کر دیا۔

خسرو خاں نے ناصر الدین کا لقب اختیار کیا۔ دین کے معاون اور ناصر نے دین کی بیخ کنی شروع کی اُمراء نے بغاوت کی اور قضا و قدر نے غیاث الدین تغلق کے سر تاج رکھا غیاث الدین نے ۱۳۲۰ء سے ۱۳۲۵ء تک فرمانروائی کی ۱۳۲۵ء محمد تغلق دہلی کا سلطان ہوا محمد تغلق کے دور میں عزیز خمار حاکم مالوہ نے امیران صدہ میں سے اسی کو دھر کے مقام پر قتل کیا۔ اس قتل میں سلطان کا اشارہ تھا۔ پھر کیا تھا شعلۂ بغاوت بھڑک اُٹھا۔ ڈبوہی اور بڑودہ کے امراء نے بغاوت کی اور جو خزانہ دہلی جا رہا تھا لوٹ لیا گیا۔ محمد تغلق نے اس خبر کے سنتے ہی گجرات

کا قصد کیا اور اپنی عدم موجودگی میں فیروز کو اپنا جانشین بنایا۔ یہ واقعہ ۱۳۴۵ء میں پیش آیا امرا نربدا کے کنارے پسپا کیئے گئے۔ سلطان خود بھروچ کی طرف بڑھا اور اُس کو اپنا قیام گاہ بنایا۔ سلطان نے جب دکھن کی طرف رُخ کیا طغی نے علم بغاوت بلند کیا اور شیخ معزالدین کو گرفتار کرلیا۔ سلطان دولت آباد سے فوراً گجرات آیا۔ طغی کھمبایت بھاگ گیا محمد تغلق نے ملک یوسف بغرا کو باغیوں کے خلاف روانہ کیا بغرا کو شکست ہوئی اور طغی نے عامل گجرات کو قتل کرایا۔ سلطان نے طغی کو اساول کے قریب شکست دی اور بغرا کے لڑکے کو اُس کے تعاقب کے لئے روانہ کیا۔ سلطان نہروالہ میں مقیم ہوا اور گجرات کے نظم ونسق میں مشغول ہوگیا لیکن اُس کی سلطنت مواد فاسد سے بھری ہوئی تھی اور ناسور جگہ جگہ ظاہر ہوتا۔ ایک زخم بھرنے نہ پاتا تھا کہ دوسرا رونما ہوتا۔ سلطان نے گرنار اور کاٹھیاوار کو بھی اپنے قبضۂ اقتدار میں کیا ابھی اپنی فتوحات سے چین لینے بھی نہ پایا تھا کہ سلطان محمد تغلق کو سندھ کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ اور اس جری اور دلیر سلطان نے ٹھٹھہ کے مقام پر ۱۳۵۱ء میں انتقال فرمایا۔

فیروز تغلق ۱۳۵۱ء میں دہلی کا سلطان ہوا سندھ سے گجرات آتے وقت وہ کچھ کے شورہ زار میں سرگردان و پریشان پھرا۔ ہزاروں آدمی مر گئے، بہ دقت تمام سلطان فیروز گجرات پہنچا اور اُس نے نظام الملک کو نظامت سے علیحدہ کیا۔ ۱۳۶۳ء سے ۱۳۷۰ء تک سُنار گاؤں کا امیر ظفر خاں گجرات کا ناظم رہا۔ اس کے بعد شمس الدین دامغانی کی نظامت کا دور آیا۔ ۱۳۷۰ء میں ملک مفرح یا فرحت الملک ناظم مقرر ہوا اور ۱۳۹۱ء تک گجرات کا ناظم رہا۔ ۱۳۸۸ء میں فیروز تغلق کا انتقال ہوا اور دہلی کی سلطنت نے کروٹ

بدلی ۱۳۹۱ء میں محمد تغلق ثانی نے ظفر خاں بن وجیہ الملک کو گجرات کا ناظم مقرر کیا۔
جب ظفر خاں ناگور (راجپوتانہ) میں پہنچا اُسے بہت سی فرحت الملک کے مظالم
کی دادخواہی کی درخواستیں ملیں۔ ظفر خاں نہروالہ کی طرف بڑھا کمبوہی کے
گاؤں میں جو نہروالہ کے قریب ہے جنگ ہوئی اور فرحت الملک جنگ میں
مارا گیا۔ ۱۳۹۲ء میں ظفر خاں نے پٹن کی طرف رُخ کیا اور حکم دیا کہ میدان جنگ
پر حبیب پور کا شہر آباد کیا جائے۔ دہلی کے سلطان نے مبارک باد بھیجی اور
اعظم ہمایون کے لقب سے عزت افزائی فرمائی۔ ظفر خاں نے مظفر کا لقب
اختیار کیا اور ۱۳۹۲ء سے ۱۴۱۱ء تک حکومت کی مظفر بہت دلاور تھا۔
اُس نے نہ صرف کاٹھیاوار کے راجاؤں کی سرکوبی کی بلکہ مالوہ کے مسلم سلاطین سے
بھی برابر جنگ کرتا رہا۔ ۱۳۹۴ء میں راؤ رنمل کو ایدر کے قلعہ کے سخت محاصرے
کے بعد شکست دی۔ ۱۳۹۵ء میں مظفر سومناتھ پٹن کی طرف بڑھا اور
قابض ہو گیا۔ ۱۴۰۲ء میں پھر بغاوت ہوئی لیکن مظفر نے دوبارہ شکست دی۔
باغی ڈیو کی طرف بھاگے لیکن مظفر نے تعاقب کیا اور ڈیو میں لشکر چھوڑ کر
پٹن واپس آیا۔

محمد تغلق ثانی نے تاتار خاں ابن ظفر خاں کو ضمانتاً دہلی میں روک لیا تھا۔
۱۳۹۴ء میں سلطان کے انتقال کے بعد فتنہ و فساد برپا ہوئے اور دہلی حوصلہ مند
امراء کی جولان گاہ بن گئی ہر ایک قوت و اختیار حاصل کرنا چاہتا تھا تاتار خاں
بھی اپنے اقتدار کے لیئے سخت کوشاں تھا۔ لیکن ملّو اقبال خاں تدبیر میں
تاتار خاں سے ہوشیار تھا۔ جب ملّو اقبال خاں کا دور دورہ ہو گیا تو تاتار خاں
نے گجرات کا رُخ کیا تاکہ اپنے والد کی مدد سے ایک فوج جمع کرے اور دہلی
پر حملہ کرے۔ لیکن قدرے بعد تیمور کے حملے کی خبر اور دہلی کی ویرانی کی

اطلاع آئی تاتار خاں نے سمجھ لیا کہ ایسے وقت میں دہلی کی طرف متوجہ ہونا حماقت ہے۔

۱۴۰۳ء میں تاتار خاں نے اپنے والد مظفر خاں کو دہلی پر حملہ کے لئے آمادہ کرنا چاہا۔ لیکن سن رسیدہ مظفر خاں گجرات کی حکومت پر قانع تھا اور دہلی پر حملہ آوری کو احمقانہ تصور سے تعبیر کرتا تھا۔ تاتا خاں کا بلند حوصلہ اُسے ساکت نہ بیٹھنے دیتا تھا۔ چنانچہ اُس نے اپنے باپ کو گرفتار کرلیا اور اساول کے مقام پر بادشاہ بن بیٹھا۔ اور اُس نے محمد شاہ کا لقب اختیار کیا۔ مظفر خاں نے اپنے بھائی شمس خاں کو اپنے لڑکے کی غداری کے بارے میں لکھا۔ شمس خاں نے تاتار خاں کو گرفتار کیا اور زہر دیدیا اور اُس کے بعد اپنے بھائی کو رہا کر اس نے اساول کی جانب بڑھا۔ مظفر خاں کئی برس تک انتظام صوبہ کرتا رہا اور علم سلطانی بلند کرنے سے باز رہا آخر کار ۱۴۰۷ء میں مظفر خاں نے ویرپور میں اپنی فرمانروائی کا دعویٰ کیا۔ تیمور تغلق سلطنت کا خاتمہ کرچکا تھا اور ایک مستقل حکومت کے قیام کے لئے اس سے بہتر وقت تصور میں نہیں آسکتا تھا۔ سکہ جاری ہوا اور گجرات میں ایک نام آور خاندان کی سلطنت کی ابتدا ہوئی جسے مظفری سلطنت بھی کہتے ہیں۔ اسی سال مظفر نے مالوہ پر حملہ کیا اور دھار پر جو مالوہ کا دارالسلطنت تھا قابض ہوگیا۔ سلطان ہوشنگ قید کرلیا گیا لیکن قدرے بعد دوبارہ تخت نشین ہوا۔ ۱۴۱۰ء میں سلطان مظفر شاہ اوّل سخت علیل ہوا اور اُس نے اپنے پوتے احمد کو وارث مقرر کیا۔ صاحب مرآت سکندری لکھتا ہے کہ احمد نے اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینا چاہا اور اور اسی وجہ سے اُس نے اپنے دادا مظفر کو نہروالہ میں مقید کیا اور زہر دلوایا۔

احمد شاہ اول ۱۴۱۱ء میں تخت نشین ہوا۔ اور ۱۴۴۲ء تک فرمانروائی کرتا رہا۔ احمد شاہ کو سلطنت کا اصل بانی سمجھنا چاہیئے۔ اس کے ایام سلطنت میں رعایا دولتمند تھی اور شاہی اقتدار سلطنت کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک قائم تھا۔ احمد شاہ کے دوران سلطنت کی عمارتیں حسن ساخت میں اپنا جواب نہیں رکھتیں۔ جنھیں اب بھی دیکھ کر دیدۂ شوق حیران رہ جاتا ہے۔ ۱۴۰۱ء میں تغلق سلطنت کے تباہ ہونے کے بعد دلاور خاں غوری نے مالوہ میں خود مختاری کا علم بلند کیا۔ اور دھر کو دار السلطنت بنایا اس کے بعد الپ خاں (۱۴۰۵ء - ۱۴۳۵ء) جو سلطان ہوشنگ کے لقب سے مشہور ہے تخت نشین ہوا۔ ہوشنگ بہت دلاور تھا لیکن قسمت نے کبھی اس کی یاوری نہیں کی۔ مالوہ و گجرات سے وقتاً فوقتاً جنگ ہوتی رہی۔

احمد شاہ نے جوناگڈھ کی طرف توجہ کی جہاں رائے ملک حکومت کرتا تھا۔ رائے ملک کو دنتھالی کے قریب شکست ہوئی۔ احمد شاہ نے ایرکوٹ پر قبضہ کر لیا راجہ گرنار کے سنگین قلعہ میں پناہ گزیں ہوا۔ اور باجگذار بن گیا۔ لیکن جوناگڈھ کی اصلی فتح احمد کے پوتے محمود بیگڑہ کے لئے مقدر تھی۔ اور محمود کے سر اس مضبوط قلعہ کی فتحیابی کا سہرا رہا۔

۱۴۱۶ء میں چمپانیر۔ جالور۔ نادود کے راجاؤں نے اتحادی فوج تیار کی اور سلطان ہوشنگ کو بھی مدعو کیا جو احمد شاہ کا دشمن تھا۔ ہوشنگ مدوسا تک آیا لیکن احمد شاہ اس کے مقابلہ کے لئے آپہنچا۔ ہوشنگ نے مصلحت یہی سمجھی کہ مقابلہ نہ کرے اور ستحدین کو فرار ہونا پڑا۔ ۱۴۱۸ء میں احمد شاہ نے چمپانیر پر حملہ کیا۔ راو پونجا نے سلطان کا زبردست مقابلہ کیا لیکن ناکامیاب رہا۔ ۱۴۲۶ء احمد شاہ نے دوبارہ چمپانیر پر حملہ کیا

اور راجہ کو پہاڑیوں میں پناہ لینی پڑی۔ ملک ویران کیا گیا۔ ایک سال بعد ایدر کے دس کوس پر احمد نگر کی جو اب ہمت نگر کے نام سے مشہور ہے بنیاد ڈالی گئی۔ ۱۴۲۵ء میں شاہی فوج اور پونجا کے سپاہیوں سے جنگ ہوئی جس میں راجہ مارا گیا اور پونجا کے لڑکے نے عذر خواہی کی اور خراج پیش کیا۔ لیکن یہ راٹھور راجپوت برابر فساد کرتے رہے۔ احمد شاہی سلطنت کے بعد بھی ان کا جوش و خروش قائم رہا۔

احمد شاہ اوّل کا سب سے بڑا کارنامہ شہر احمد آباد کی تعمیر اور اُسے عمارات عالیہ سے مزین کرنا ہے۔ ۱۴۱۱ء میں احمد شاہ نے اپنے پیر و مرشد شیخ احمد کھٹو کی رائے سے اس شہر کو تعمیر کرایا۔ شیخ احمد کھٹو نے دریائے سابرمتی کے کنارے اساول کے قدیم شہر کے قریب اس شہر کی بنیاد ڈالی۔ چھ صدی بعد نہروالا پٹن سے دارالخلافہ منتقل ہوا۔ بھدر اقلعہ کو احمد آباد کا قدیم ترین حصہ سمجھنا چاہیئے۔ مورخین کی رائے احمد آباد کی شہر پناہ کے بانی کے متعلق مختلف ہے۔ علی محمد خاں صاحب مرأت احمدی کا قول ہے کہ شہر پناہ سلطان احمد شاہ کے زمانہ میں تعمیر ہوئی لیکن فرشتہ کا قول کہ شہر پناہ محمود بیگڑہ کے عہد سلطنت میں تیار ہوئی زیادہ معتبر ہے۔ فرشتہ کی تاریخ مرأت احمدی سے ڈیڑھ سو برس قبل لکھی گئی تھی۔ اس لئے فرشتہ کے قول کو ترجیح دینی چاہیئے۔ صاحب مرأت احمدی تحریر کرتا ہے حقیقتاً ایسا حسین شہر کمیاب ہے۔ اسی وجہ سے "زینت البلاد" کے نام سے موسوم ہوا۔ قیمتی اجناس یہاں تیار ہوتے ہیں اور دُنیا کے مختلف ملکوں میں بھیجے جاتے ہیں۔ تاجر برّی اور بحری تجارت میں مشغول ہیں اور نفع کثیر حاصل کرتے ہیں۔ مسجدیں اور بازاریں بکثرت ہیں اور ۳۶

مضافات شہر سے ملحق ہیں۔کمخواب، مخمل اور طرح طرح کی دستکاری کے لئے یہ شہر اپنا نظیر نہیں رکھتا۔احمد آباد کی دستکاری کی شہرت دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلی ہوئی ہے۔روم۔دمشق۔ایران و توران میں گجراتی دستکاری مشہور رہی ہے"۔ ابوالفضل بھی احمد آباد کی مدح سرائی کرتا ہے "احمد آباد ایک شاندار شہر ہے اور وہاں کے رہنے والے بیحد متمول ہیں۔اپنی آب و ہوا کی لطافت اور دنیا کے بہترین اجناس اور مال تجارت کے مظاہر میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔شہر میں ایک ہزار سنگین مسجدیں ہیں جنمیں دو مینار اور نایاب کتبہ ہیں"۔ فرشتہ تحریر کرتا ہے "مجموعی حیثیت سے یہ ہندوستان بلکہ شاید سارے جہان کا سب سے خوبصورت شہر ہے"۔

ان قصیدوں سے گجرات کی دولتمندی۔رعایا کی خوشحالی۔تجارت و دستکاری کی ترقی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔جس سے سلاطین گجرات کے انتظام مملکت کی خوبی اور عمدگی کا ثبوت ملتا ہے۔دہلی اور اور آگرہ کے شہر اپنے عروج پر نہیں پہنچے تھے اور احمد آباد ان پر سبقت لے جاتا تھا۔طبائع مختلف ہوتی ہیں۔یہی احمد آباد ہے جسے جہانگیر سموم آباد اور جہنم آباد کہتا ہے۔احمد آباد کی مسجدوں کی تین خصوصیات ناقابل فراموش ہیں۔اندرون مسجد کو روشن کرنے کا عجیب دلکش ذریعہ۔خوبصورت منارے اور نازک اور لطیف جالیاں۔مسجدیں عموماً تین گنبد ہوتے ہیں جو بارہ ستون کے سہارے قائم ہوتے ہیں اور سامنے دو ستون ہوتے ہیں جو کنارے کے ستون سے دو چند لانبے ہوتے ہیں۔ستون اور گنبد کے درمیان حسین تراشی ہوئی جالیاں ہیں جن سے روشنی چھن چھن کر

مسجد میں داخل ہوتی ہے۔ یہ دلفریب طریقہ احمد آباد کی مسجدوں کے علاوہ کہیں اور نہیں پایا جاتا ہے۔ ان مساجد کے علاوہ مانک چوک جو سلاطین کا آخری آرام گاہ ہے اور تین دروازہ کی عمارتیں قابل توجہ ہیں۔

احمد شاہ کی عظیم الشان جامع مسجد جسے احمد شاہ اوّل نے تعمیر کرائی تھی ۱۴۲۴ء میں بن کر مکمل ہوئی یہ ہندوستان کی بزرگترین مساجد میں شمار ہوتی ہے اور بقول فرگوسن مشرق کی حسین ترین عبادت گاہ ہے۔ اس میں دو بلند ستون تھے جو تناسب کے سانچے میں ڈھلے تھے اور چابکدستی کے نمونے پیش کرتے تھے لیکن ۱۸۱۹ء کے زلزلے نے ان خوبصورت میناروں کو فنا کر دیا۔

ایک عجیب و غریب خصوصیت ان میناروں کی یہ تھی کہ اگر ایک ہلایا جائے تو دوسرے ستونوں میں بھی جنبش ہوتی تھی اور بیچ کی چھت پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا، رابرٹ گروڈزلے نے لرزاں میناروں کے تجربات ۱۹۲۷ء میں بیان کئے۔ Henry Cousens نے جو عمارات قدیمہ کے سپرنٹنڈنٹ تھے ۱۹۰۵ء میں اپنی رائے لرزاں میناروں کے بارے دی ہے اور سیدی بشیر کے میناروں کی بھی یہی خصوصیت بیان کی ہے۔ آج تک اس خصوصیت کی سائنٹفک وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔ اسلامی فن تعمیر کے کارنامے دیکھ کر ماہرین فن بھی مبہوت رہ جاتے ہیں۔ مقامی فن تعمیر نے اسلامی فن تعمیر پر بہت کچھ اثر ڈالا یہ وہ ترکہ ہے جس سے مسلمان فن پردازی سبکدوش نہیں ہو سکتے۔

"شہر معظم" میں دار الضرب موجود تھا۔ سکوں سے ثابت ہے کہ احمد آباد "دار الضرب" "دار الخلافہ" "دار السلطنت" "زینت البلاد"

کے مختلف ناموں سے موسوم تھا۔

محمد شاہ ثانی ۱۴۴۲-۱۴۴۱ء تک احمد شاہ کی وفات کے بعد اس کا بڑا لڑکا محمد شاہ ثانی حکمراں ہوا اس کی فیاضی کی وجہ سے اُسے زربخش کہتے ہیں ۱۴۴۶ء شروع میں راؤ ایدر پر حملہ آور ہوا راؤ ایدہ نے صلح کی اور اپنی لڑکی کی شادی سلطان سے کردی۔ سلطان نے ۱۴۵۱ء میں رحلت کی۔

قطب الدین احمد شاہ ثانی (۱۴۵۱ء سے ۱۴۵۹ء تک۔)

نوجوان سلطان نے محمد داول خلجی کو کیدونج کے مقام پر شکست دی اور محمود کی فوج کو سخت تباہیوں سے دوچار ہونا پڑا یہ واقعہ ۱۴۵۱ء میں پیش آیا سلطان قطب الدین احمد آباد میں عیش وعشرت میں مشغول ہوگیا لیکن عمارات عالیہ سے اسے خاص ذوق تھا۔ اس نے شیخ احمد کے روضہ کی تکمیل کرائی اُس نے ایک بڑا حوض بنوایا جو حوض قطب کے نام سے موسوم ہے اور جس کے بیچ میں نگینہ باغ تھا۔ سلطان کا فاتحانہ کارنامہ آبو کی پہاڑی کی فتح ہے۔ سلطان نے ۱۴۵۸ء میں انتقال کیا جس وقت اُس کی عمر ۲۰ برس کی تھی۔

اِس فرماں روا کی سب سے بڑی یادگار حوض قطب ہے جسے کنکریہ تالاب بھی کہتے ہیں۔ رائے پور دروازے سے جنوب مشرق میں تقریباً ایک میل پر واقع ہے۔ سلطان نے اپنے والد کے زمانے میں اس کی تعمیر شروع کی تھی اور ۱۴۵۱ء میں مکمل ہوئی اس کا رقبہ ۱/۲ میل ہے اور نگینہ باغ اس کے وسط میں اصلی نگینہ معلوم ہوتا ہے۔

سلطان محمود شاہ بیگڑہ ۱۴۵۸ء میں تخت نشین ہوا اور اُس نے ۱۵۱۱ء تک فرماں روائی کی۔ محمود گجرات کا سب سے بڑا فرماں روا گزرا ہے اور اسکی یاد آج بھی دلوں میں تازہ ہے۔ فن تعمیر کا دلدادہ تھا اور سلطنت کی

بہت سی عمارات اِس کی کشادہ دلی کی منّت پذیر ہیں۔ جوناگڈھ کی مستحکم سلطنت جو احمد شاہ کی باج گذار نہ بن سکی محمود بیگڑہ کے زیر تسلط آگئی۔ جوناگڈھ پہاڑیوں کے دامن میں واقع ہے اور شمال مشرق میں اپرکوٹ کا حصین قلعہ ہے۔ اور گیر کا جنگل حائل ہے۔ اِن صعوبتوں کا مقابلہ آسان نہ تھا۔ جوناگڈھ کے راجپوت راجہ سے چار سال تک جنگ ہوئی یعنی ۱۴۶۶ء سے ۱۴۷۰ء تک۔

گرنار کی فتح اور راجپوتوں کی شکست نے محمود بیگڑہ کا اقتدار دوچند کردیا۔ راؤ منڈلیک مسلمان ہوگیا۔ راؤ نے احمد آباد پہنچنے کے بعد شاہ عالم کی زیارت کی اور نورِ ایمان سے مالا مال ہوا۔ اور خان جہاں کے لقب سے ممتاز ہوا۔ جوناگڈھ کی شہر پناہ جو اپرکوٹ کے قلعہ اور شہر کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔ محمود کی یادگار ہے۔ اور آج بھی ۵۰۰ برس کے بعد کامل طور سے محفوظ ہے۔ دوسری یادگار شاہی مسجد ہے جو اپرکوٹ کے بلند حصّہ پر واقع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ رائے کھینگر کا محل تھا جسے محمود نے مسجد میں تبدیل کردیا۔ محمود ایک زمانہ تک جوناگڈھ میں مقیم رہا اور شہر کو عمارتوں سے مزیّن کرتا رہا۔ محمود نے اس شہر کو مصطفےٰ آباد کے نام سے موسوم کیا۔ محمود نے دوارکا پر حملہ وہاں کے بحری قزاقوں کی وجہ سے کیا تھا۔ مولانا محمود سمرقندی کی کشتی ہوا کی مخالفت کی وجہ سے دوارکا آپہنچی۔ قزاقوں نے اِن کے بال بچوں کو قید کرلیا اور مولانا کو بے سروسامانی کی حالت میں چھوڑ دیا۔ بصد پریشانی مولانا بیگڑہ کے دربار میں پہنچے اور اپنی بدقسمتی کا شکوہ کیا۔ سلطان نے ۱۴۷۳ء میں دوارکا پر حملہ کیا۔ راجپوت بھاگ گئے۔ اور بہت سے جزیرے میں پناہ گزیں ہوئے۔

شہر کی غارتگری ہوئی جو اہل شہر کے عمل کا نتیجہ تھی۔ دوارکا کے بعد سلطان نے بیت کے جزیرے کو فتح کیا۔ پیر حاجی کرمانی کا مزار اسلامی فتح کی یادگار ہے ۸۷۳ھ میں راستہ میں سلطان نے سرخج کے مقام پر تین روز تک قیام کیا اور نو سال تک فتوحات کا دریا ٹھہر گیا۔ اسی اثنا میں دریائے وترک کے ساحل پر احمد آباد کے جنوب مشرق میں شہر محمود آباد کی بنیاد ڈالی گئی۔ دریا پر مضبوط بند بنائے گئے اور خوبصورت محل تعمیر ہوا۔ صاحب مرأت احمدی کی تصنیف کے وقت یعنی ۱۱۵۶ھ میں صرف شاہی قصر کے کھنڈر باقی رہ گئے تھے۔ پچاس سال سے اس مردہ شہر میں ترقی کے آثار نمایاں ہو رہے ہیں۔ مگر آج اس شہر کا نام تک مسخ ہو چکا ہے۔ اور محمود آباد کی بگڑی ہوئی صورت محمدآباد ہے۔ محمود کی فتوحات کی تشریح اس موقع پر بے محل ہوگی۔ چند اہم واقعات پیش کئے جاتے ہیں، ملک عثمان نے سلطان کی مدد سے جالور پر قبضہ کیا اور اسلامی فتوحات کے جھنڈے جنوبی راجپوتانہ پر بھی لہرائے۔ سلطان کی زبردست کامیابی چمپانیر کی فتح ہے۔ اس شہر مکرم کا نام محمد آباد رکھا گیا۔ اور راجپوتوں کی جوانمردی سلطان کے سامنے بیکار ثابت ہوئی۔ سلطان نے شہر کو عمارات عالیہ سے مزین کیا قصر جہاں پناہ آج بھی موجود ہے۔ چمپانیر کی مسجد کے متعلق ماہر صنعت تعمیر کا قول ہے کہ یہ مسجد فن تعمیر کے لحاظ سے گجرات کی بہترین مسجد ہے۔ محمود کے لقب کی تشریح ضروری ہے۔ مرأت سکندری میں دو قول منقول ہیں۔ چونکہ محمود نے چمپانیر اور جوناگڈھ کے قلعہ فتح کئے اس لئے بیگڑہ کہلایا، گجراتی زبان میں بیگڑہ اس بیل کو کہتے ہیں جس کی سینگھیں ایک دوسرے سے معانقہ کرتی ہوئی معلوم ہوں۔ محمود کی چھپیں

اسی طرز کی تھیں اس لئے بیگڑہ کہلایا۔
جہانگیر نے بھی اپنی توزک میں لکھا ہے کہ اہل گجرات کی زبان میں بیگڑہ خمدار مونچھ کو کہتے ہیں۔ سلطان کے لقب کی وجہ یہی تھی گو شہنشاہ جہانگیر نے لفظ کے سمجھنے میں غلطی کی لیکن اصلی حقیقت پر پہنچ گیا۔ آج بھی بیگڑہ کا لفظ گجرات کے دیہاتی طبقے میں مستعمل ہے۔ رس مالا میں بھی ویگڑو کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جہاں بڑی سینگھ کے بیل سے مراد ہے اور لقب کی یہی وجہ تسلیم کرلینی چاہیے محمود کے دور سلطنت میں گجراتی اسلامی طرز تکمیل پر پہنچا سرکھج میں سلطان نے ایک بڑا تالاب بنوایا جس کا رقبہ ساڑھے سترہ ایکڑ ہے۔ محمود بیگڑہ کا محل تالاب کے کنارے واقع ہے۔ رانی روپ وتی کی مسجد جو احمد آباد میں واقع ہے محمود کی سلطنت کی یادگار سمجھی جاتی ہے گجرات کے دلکش کوئیں اپنی نظیر نہیں رکھتے۔ یہ عام طور سے مدور یا ہشت پہل تھے۔ کشادہ زینے سطح آب تک بنے ہوئے ہیں۔ کئی طبقے عالیشان برآمدوں کے ہوتے ہیں۔ جس میں طرح طرح کی نقاشی سے زینت دی جاتی ہے۔ مارشل کا قول ہے کہ دنیا میں کہیں بھی اس قسم کے منقش اور خوبصورت کوئیں نہیں پائے جاتے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ مغربی ہند کے چابکدست معماروں نے اپنے قدیم روایات کو نہیں بھلایا۔ اور اسی وجہ سے وہ اپنے فن میں کمال حاصل کرسکے۔ واو کا لقب بہت قدیم نہیں ہے جس کے معنی بہت بڑے کنوئیں کے ہیں گو کہ ماتا بھوانی کا واو اسلامی سلطنت کی پیشتر کا یادگار ہے۔ اور غالباً سولانکی خاندان کی نشانی ہے۔ یہ اسار واکے مقام پر احمد آباد کے قریب موجود ہے۔ اور اسلامی کوشش کا نقش اول ہے بائی حریر کا

واو بائی حریر سلطانی کے خروج سے محمود بیگڑہ کے دوران حکومت میں تعمیر ہوا۔
بائی حریر سلطانی شاہی زنانہ کی مہتمم تھی سینسکرت اور عربی میں کتبہ کندہ
ہے۔ رورادیوی کا واؤ بھی اسی زمانہ میں تعمیر ہوا جو آدنج میں واقع ہے۔
سنسکرت کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہندو عورت نے ۱۴۹۹ء
میں بنوایا تھا۔ فن تعمیر کے لحاظ سے بائی حریر کے کنویں سے بہت
مشابہ ہے۔ لیکن ستاروں کے نقوش اور جانوروں کے مجسمے بھی
پائے جاتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل ہنود کو اپنی مذہبی عمارتوں
کی تعمیر میں پوری آزادی تھی۔ گجراتی اسلامی فن تعمیر نے جینی روایات
کو اپنے میں سمویا اور محمود بیگڑہ کے عہد تک "جینی" اور "اسلامی"
عناصر کا دلکش امتزاج ہوگیا۔ سرخج کی عمارتوں میں ہندو طرز
حاوی ہے۔ بغیر مینار کی اور محراب کی مسجدیں نظر آتی ہیں لیکن
۱۴۶۵ء تک اسلامی عنصر کا اثر زاید ہو جاتا ہے۔ اور ان دونوں
عناصر کا حسین امتزاج پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کی نظیر نہیں جیسے
بی بی کوکی کی مسجد جو ۱۴۷۲ء میں مکمل ہوئی اور صرف ایک ماہر دیدہ ور
دونوں عناصر کی تفریق اور تمیز کر سکتا ہے۔ بہرکیف ہندو عنصر بالکل
ناپید نہیں ہو جاتا۔ جیساکہ رانی صابری کی حسین مسجد سے ظاہر ہے۔
جو احمد آباد کا نگینہ کہلاتی ہے۔ اور ۱۵۱۴ء میں تعمیر ہوئی۔ یہ مظفر شاہ ثانی
کا دور تھا۔ سولھویں صدی کے آخر میں فن تعمیر روبہ زوال ہوتا ہے۔
اور گجرات کے تعمیری شاہکاروں کی تاریخ ختم ہو جاتی ہے۔
۱۵۱۱ء سے ۱۵۲۶ء تک سلطان مظفر ثانی نے حکومت کی سلطان
بہادر سخی اور عالم تھا۔ اور اپنی نرم طبعی کی وجہ سے کریم کہلایا۔ یہ وہ دور

نہیں تھا کہ جب نرم مزاج سلاطین حکمرانی کرتے ۔ لہذا انتظامِ مملکت میں خلل آنے لگا۔ سلطان مظفر کی سلطنت کے اہم واقعات حسب ذیل ہیں ۔

ایدر کے راجہ بھیم سنگھ نے سلطان کی مالوہ میں مشغولیت سے فائدہ اٹھاکر ۱۵۰۹ء میں بغاوت کی اور سابرمتی کے مشرقی کنارے پر حملہ کیا ۔ عین الملک فولادی نے جو پٹن کا عامل تھا مقابلہ کیا ۔ مظفر نے خود بھیم سنگھ کی سرکوبی کی ، فاتح فوج نے ایدر کو تباہ کیا ۔ راجہ نے ملک گوپی کی وساطت سے عذرخواہی کی راجہ کو کافی رقم پیش کرنی پڑی اور کریم سلطان نے بھیم سنگھ کو معاف کردیا ۔ یہ نکتہ غور کرنے کے قابل ہے کہ ملک گوپی سلطان کے وزراء میں سے تھا اور اس ہندو وزیر کے اثر سے واضح ہوتا ہے کہ سلاطین گجرات انتظامِ مملکت میں اپنی رعایا کو کافی حصہ دیتے تھے ۔ شہروں کی غارتگری مناد رکی تباہی اور ویرانی سے ہمارے روشن دماغ مورخین مسلمان فرماں رواؤں کے ظلم و تشدد کی داستانیں رنگین الفاظ میں بیان کرتے ہیں ۔ ان کے تعصب کی کہانیاں بار بار دہرائی جاتی ہیں ۔ لیکن ہم یہ قطعی بھول جاتے ہیں کہ جنگ نام ہے غارتگری کا ۔ اس قسم کے صدہا دل شکن سانحے روز پیش آتے ہیں ۔ سولھویں صدی میں ملک گوپی سلطنت کا وزیر تھا ۔ آج ڈھائی سو سال سے غلامی کا زریں طوق ہماری گردنوں میں پڑا ہے ۔ اور ایک مہذب اور متمدن قوم کی حکومت میں ہم میں سے کتنے ایسے عہدوں سے سرفراز ہوئے ہیں ۔

۱۵۱۵ء میں بھیم سنگھ کا لڑکا بھرمل ایدر کا جانشین ہوا لیکن اسکے چچازاد بھائی رنمل نے اُسے راج سے خارج کردیا ۔ رانا سنگرام سنگھ اُس کا معاون تھا ۔ سلطان مظفر اس مداخلت کی تاب نہ لاسکا اور اس نے

نظام الملک کو حکم دیا کہ بھرمل کی مدد کرے۔ نظام الملک نے بھرمل کو راجگدی پر بیٹھا دیا۔ اور نظام الملک نے رمیمل کا جو رانا سانگا کا داماد تھا تعاقب کیا۔ لیکن پہاڑی علاقوں میں اُسے شکست ہوئی۔ دو سال کے بعد رائے رمل کی سرکوبی مناسب طریقے پر ہوئی۔

۱۵۱۰ء میں محمود خلجی نے مانڈو پر قبضہ کر لیا۔ محمود خلجی راجپوتوں کی معاونت سے تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوا تھا۔ تھوڑے ہی زمانہ بعد وہ مدنی رائے چندیری کے راجہ کا آلۂ کار بن گیا۔ مسلمان اپنے عہدوں سے برطرف کر دئے گئے۔ محمود اپنی ذلت کو برداشت نہ کر سکا اور آخر میں مظفر سے مدد مانگی۔ مظفر نے مالوہ پر حملہ کیا۔ مدنی رائے نے رانا سانگا سے مدد طلب کی اور سارنگ پور تک امدادی فوج کے ساتھ آپہنچا۔ سلطان مظفر نے قوام الملک اور عادل خاں سوم کو مدنی رائے سے مقابلے کے لئے بھیجا۔ اور خود مانڈو کے محاصرے پر جما رہا۔ ۱۵۱۹ء میں قلعہ سر ہو گیا اور ہزار ہا راجپوت مارے گئے۔ اس محاصرے سے گجراتی فوجی اقتدار کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ رانا سانگا اور مدنی رائے جیسے با اقتدار اور بہادر راجپوت راجاؤں کو شکست دینا آسان کام نہ تھا۔ محمود نے مظفر شاہ کی بڑی عالی شان دعوت دی اور مظفر نے محمود کو تخت نشین کرایا۔ پرتگالیوں اور گجرات کے فرماں رواؤں کی جنگی داستان دراز ہے اور یہاں اس کے بیان کا موقع نہیں۔ صرف یہ کہہ دینا ضروری ہے کہ جب تک ملک ایاز زندہ رہا۔ گجراتی فتوحات جاری رہیں۔ اس کے انتقال کے بعد خاص طور سے بہادر شاہ کے دور میں پرتگالیوں کا اقتدار بہت بڑھ گیا۔ ملک گوپی جو مظفر کا وزیر تھا، پرتگالیوں کا "دوست" تھا

اور اس نے اپنی تمام کوشش پرتگالی حکومت کے قیام کے نذر کر دی تھی۔ ہندوستان جنت نشان میں جعفر سیرت گوپی فطرت ہی انسان پیدا ہوتے ہیں۔ بہرکیف پرتگالیوں سے کشمکش گجراتی حکومت کی بیخ کنی کا ایک بڑا سبب تھا۔ ۱۵۲۶ء میں سلطان مظفر نے انتقال کیا۔ اس کا دوسرا لڑکا سلطان بہادر ابراہیم لودی کے معاونت بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ زمانہ جنگیوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے ۱۵۲۴ء میں پانی پت کے میدان میں موجود تھا۔ سلطان مظفر کے بعد سلطان سکندر تخت نشین ہوا۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں عماد الملک کی سازشوں سے مارا گیا۔

سکندر کی حکومت چھ ہفتے رہی اور یہ پہلا سلطان ہے جو قتل کیا گیا۔ اور اس کے بعد سلاطین گجرات یکے بعد دیگرے سلطان مظفر سوم تک قتل ہوئے۔ اس سے سلطنت کی کمزوری کا اندازہ ہوتا ہے۔ عماد الملک نے نصیر خاں کو محمود ثانی کے نام سے تخت نشین کرایا۔ جس کی عمر صرف چھ برس کی تھی۔ اور ساری قوت عماد الملک کے ہاتھ میں تھی۔ محمود کی سلطنت صرف چند مہینے قائم رہی امرائے سلطنت عماد الملک کے خلاف ہو گئے اور خداوند خاں مسند عالی نے جو مظفر کا وزیر تھا۔ اور تاج خاں نریلی اور مجلس سامی فتح خاں بلوچ نے جو مظفر خاں کا بہنوئی اور سندھ کا سلطان تھا مشورہ کیا اور سلطان بہادر کو بلوایا۔ عماد الملک خوش قدم نے راجپوتوں سے مدد طلب کی اور شہنشاہ بابر کو خطوط لکھے ۲۷-۱۵۲۶ء سلطان بہادر ۱۵۲۶ء میں پٹن آیا اور سلطان گجرات مقرر ہوا۔ اس کے بعد احمد آباد روانہ ہوا اور تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوا۔ عماد الملک قتل کیا گیا۔ بہادر شاہی دور سے گجرات کی تاریخ شاہ ابو تراب کی زبانی زیادہ بہتر ہے۔

محمود شاہ سوم ۱۵۲۸ء سے ۱۵۵۴ء تک۔ احمد شاہ سوم ۱۵۵۴ء سے ۱۵۶۱ء تک مظفر شاہ سوم ۱۵۶۱ء سے ۱۵۷۳ء تک۔ آخری سلاطین گجرات کی تاریخ اس موقع پر بے سود ہے۔ گجرات کی سلطنت سلطان بہادر کے بعد امراء کی سازشوں اور خانہ جنگیوں کی آماجگاہ بن گئی تھی۔ سلطنت مظفر سوم کے زمانہ میں مختلف امراء کے ہاتھوں میں تھی۔ اعتماد خان نے سلطان مظفر کو تخت پر بٹھلایا تھا اور اعتماد خان کا اقتدار سب سے زیادہ تھا۔ احمد آباد کھمبایت اور سابرمتی اور ماہی کے درمیان کے علاقے اس کے قبضے میں تھے۔ پٹن کی سرکار شیر خاں فولادی کے قبضۂ اقتدار میں تھی۔ سورت بھروچ چینا پر پر چنگیز خاں ابن عبدالملک اصلان کا تسلط تھا۔ تاتار خاں غوری جوناگڑھ پر قابض تھا۔ دھولقہ کے قرب و جوار کے علاقے سید مبارک بخاری کے لڑکے سید میران اور پوتے سید حامد کے قبضہ میں تھے۔ یہ تھی گجرات کی زبون حالت جب اعتماد خاں نے اکبر کو مدعو کیا تھا۔ اکبر ۱۵۷۳ء میں وارد ہوا اور اس نے اس عظیم الشان سلطنت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا۔ غور فرمائیے کہ جس سلطنت میں سیدی سعید کی مسجد اور اس کی دلکش جالیاں دورِ انحطاط میں تعمیر ہوئی ہوں وہ اپنے عروج پر کیا رہی ہوگی۔

حسب ذیل خطابات گجرات کی تاریخ کے سلسلے میں قابلِ ذکر ہیں:۔

امین خاں غوری:۔ تاتار خاں کا لڑکا تھا اس نے ۹۸۰ھ کے بعد گجرات کی تاریخ میں کافی حصہ لیا۔ تقریباً ۹۹۹ھ میں مارا گیا۔

امین خاں:۔ عبدالکریم خاں مولاد خاں کا متبنیٰ لڑکا ۹۸۰ھ میں پیدا ہوا اور ۱۰۱۱ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

چنگیز خاں :۔ عماد الملک اصلاں کا لڑکا۔ عماد الملک کے لقب سے سرفراز ہوا اگر عموماً اپنے لقب سے یاد نہیں کیا جاتا تھا۔ اس نے ۹۷۶ھ میں خداوند خاں کو مارا جس نے اس کے والد کو ۹۶۶ھ میں قتل کیا تھا۔ کچھ عرصہ تک بھروچ کا ناظم تھا۔ ۹۷۶ھ میں قتل ہوا۔

فولاد خاں :۔ عبدالکریم سیف الدین محمد حبشی خاندیش کے فرماں روا کے تحت میں سونگیر کا حکمران تھا۔ جب اکبر نے نظام شاہ کو اسیر میں شکست دی۔ فولاد خاں شہنشاہ اکبر سے جا ملا اور اکبر کی طرف سے بھی سونگیر پر قابض رہا۔

فولاد خاں :۔ صندل حبشی مذکورہ بالا فولاد خاں کا والد تھا۔ اور جامود کے شہر پر قابض رہا تھا۔ ۹۷۰ھ میں مرا۔

اختیار الملک :۔ دولت یار حبشیوں کا سپہ سالار نے ۹۵۷ھ میں خطاب پایا۔ ۹۶۱ھ میں مجلس سامی کے خطاب سے بھی سرفراز ہوا۔ اپنے لڑکے عماد الملک کے ساتھ ۹۸۲ھ میں جنگ میں مارا گیا۔

عماد الملک "خوش قدم" سلطانی سلطان سکندر کا قاتل ۹۳۲ھ میں قتل ہوا۔

عماد الملک مصلح الملک ملک جیون کا لڑکا تھا۔ اسے ملک جیو بھی کہتے ہیں۔ خوش قدم کے بعد عماد الملک کے لقب سے سرفراز ہوا اور محمود سوم کا وزیر اول تھا۔ ۹۴۳ھ میں فوت ہوا۔ سلطان بہادر کا سپہ سالار تھا۔ خداوند خاں صفر سلیمانی نے اسے ۹۵۲ھ میں قتل کیا۔

عماد الملک اصلان رومی :۔ رومی نے عماد الملک کا لقب ۹۶۱ھ میں پایا اور فوج کے خارجی دستہ کا سپہ سالار مقرر ہوا۔

اعتماد خاں:۔ محمود سوم نے عبدالکریم کو ۹۴۵ھ میں یہ لقب عطا فرمایا تھا۔ ۹۶۱ھ میں احمد سوم کے قتل کے بعد گجرات کا ولی مقرر ہوا عماد الملک اصلان رومی اس کے بڑے حریفوں میں تھا۔ ۹۸۰ھ میں ابوتراب کے ساتھ حج کرنے گیا۔ ۹۹۲ھ میں گجرات کا ناظم مقرر ہوا اور ۹۹۵ھ میں پٹن میں انتقال کیا۔

"جھوجھار خاں" بلال حبشی نے ۹۴۵ھ میں خطاب حاصل کیا۔ مبارک شاہ فرمانروائے خاندیش کے زیر سایہ برہان پور کا ناظم تھا۔ یہ عزیز خاں کا باپ اور امین خاں کا دادا تھا۔

سرخیج میں مدفون ہوا۔

"جھوجھار خاں" مرجان سلطانی حبشی بہ بھنول اور مندا کی جاگیر پر قابض تھا۔ یاقوت الغ خاں نے اسے اپنا بھائی بنایا تھا۔ ۹۸۰ھ میں یاقوت الغ خاں کے ساتھ تھا اور بعد میں اکبر کے حکم سے ہاتھی کے پاؤں کے نیچے کچل ڈالا گیا۔ سرخیج میں مدفون ہوا۔ اس کے لڑکے ولی خاں کو شہنشاہ اکبر نے گجراتی فوج کا سپہ سالار بنایا۔

خیرات خاں:۔ بلال قلیج خاں حبشی محمد الغ خاں کا وزیر تھا۔ اور اس لئے اس نے خیرات خاں کے خطاب سے عزت پائی۔ جو اس کے پہلے محمد الغ خاں کا لقب تھا۔ جب وہ یاقوت خاں کا وزیر تھا۔ ۹۶۲ھ میں اعتماد خاں نے اسے بے جرم قید کر لیا۔ بعد میں اعتماد نے اسے رہا کر دیا۔ اعتماد خاں نے اسے امیر بنایا اور خیرات خاں کا خطاب قائم رہا۔ اس نے ۹۷۰ھ میں انتقال کیا۔

خداوند خاں:۔ مجدالدین محمد ملتانی کے عہد حکومت میں ۹۲۱ھ سے

۹۳۰ھ تک وزیر رہا۔ سکندر اور بہادر کے ایام حکومت میں بھی اسی عہدہ پر فائز تھا۔

سعید صفر خاں سلیمانی مصطفےٰ سلیمانی کا جو بعد میں رومی خاں کے لقب سے ممتاز ہوا وکیل تھا۔ سلطان بہادر کے انتقال کے بعد سورت کا ناظم مقرر ہوا ۹۴۳ھ میں اسے خداوند خاں کا لقب عطا ہوا۔ ۹۵۲ھ میں اس نے عماد الملک ملک جیو کو قتل کیا۔

خداوند خاں:۔ رجب سلیمانی صفر کا لڑکا تھا۔ ۹۵۳ھ میں سورت کی نظامت اسے سپرد ہوئی اور باپ کا خطاب خداوند خانی بھی حاصل ہوا۔ ۹۶۷ھ میں اس نے عماد الملک اصلان رومی کو مار ڈالا اور ۹۶۹ھ میں اصلان رومی کے لڑکے چنگیز خاں نے اس سے باپ کا بدلہ لیا۔ اور ہلاک کر ڈالا۔

ملک الشرق:۔ محمد جیو ابن بابو جیو سلطان محمد سوم کے قتل کے جرم میں ماخوذ ہوا لیکن اس نے اپنے کو بے قصور ثابت کیا۔ ۹۶۱ھ میں اعتماد سے مل گیا اور ملک شرق اور مجلس ہمایون کے خطاب سے ممتاز ہوا۔

رومی خاں:۔ امیر مصطفی ابن بہرام ۹۳۸ھ پہلے پہل ہندوستان میں وارد ہوا اور اس نے پرتگالیوں کو سخت شکست دی۔ سلطان بہادر نے اسے رومی خاں کا خطاب عطا کیا۔ ۹۴۱ھ میں چتوڑ کے محاصرے کے بعد ہمایون سے مل گیا۔

سید مبارک:۔ بخاری سادات کا سردار تھا اس نے سولھویں اور سترھویں صدی میں گجرات کی تاریخ میں بڑا حصہ لیا۔ ۹۶۱ھ میں فوج کا

سپہ سالار ہو گیا اور مجلس اشرف کے لقب سے سرفراز ہوا ۹۶۵ھ میں جنگ میں مارا گیا۔ اس کا لڑکا میرن اور پوتا حامد دونوں گجرات کے سر برآوردہ اشخاص میں ہوئے ہیں۔

سیف الملک :۔ مفتاح الغ خانی۔ محمد الغ خاں نے اُسے دمن کی نظامت سپرد کی تھی بعد میں جب عماد الملک نے دمن پرتگالیوں کے سپرد کر دیا تو اُسے بڑودہ کی نظامت مل گئی۔

شیر خاں :۔ اعتماد خاں کا لڑکا تھا اور وجیہ الملک کے لقب سے سرفراز ہوا۔

شیر خاں فولادی :۔ عین الملک فولادی ۹۶۹ھ میں اُس نے چنگیز خاں سے مل کر اعتماد خاں کے خلاف سازشیں کیں ۹۸۰ھ میں الغ خاں بھی اس سازش میں شریک ہو گیا۔ بعد میں مرزا لوگوں سے جا ملا۔

الغ خاں مندل دلاور خاں ۹۶۱ھ میں محمود سوم کے زمانہ سلطنت میں سپہ سالار تھا۔ یاقوت ثابت خاں حبشی اس کا وزیر تھا جو اس کے انتقال کے بعد ۹۶۱ھ میں جانشین مقرر ہوا۔

الغ خاں۔ یاقوت ثابت خاں حبشی جیسا ذکر ہو چکا ہے ۹۶۱ھ میں اسی خطاب سے سرفراز ہوا۔ اس کا لڑکا سید محمد خیرات خاں اس کا وزیر تھا اور الغ خانی خطاب سے ۹۶۹ھ میں اپنے باپ کے انتقال کے بعد سرفراز ہوا۔ یاقوت سرخیج میں مدفون ہوا۔

الغ خاں :۔ شمس الدولہ محمد حبشی اپنے باپ یاقوت الغ خاں کا وزیر تھا۔ اس کی وزارت کا لقب خیرات خاں تھا۔ اُسے مجلس اشرف عالی کا خطاب بھی عطا ہوا تھا۔ اس کی وزارت ۹۶۱ھ سے ۹۶۵ھ تک قائم رہی۔

یہ بھی تاریخ گجرات کی داستان جس کا ذکر میں نے اپنے مقدمہ میں پیش کیا ہے۔

زبان زنکتہ فروماند و رازِ من باقی است ✻ بضاعت سخن آخر شد و سخن باقی است

شبیہ احمد۔ الہ آباد۔

دیباچہ

فارسی اڈیشن کا دیباچہ

از

(ڈینسن راس)

اس چھوٹی سی کتاب کے مصنّف میر علی تراب ولی کا سلسلہ نسب شیراز کے سلامی سادات کے خاندان سے تھا۔ ان کے والد شاہ قطب الدین شکر اللہ صوبہ گجرات میں کافی اثر رکھتے تھے۔ ان کے دادا میر غیاث الدین (عاصر الامراء نے عنایت الدین پڑھا ہے) المعروف بہ سید شاہ میر ایک بہت مشہور عالم تھے۔ اور امیر صدر الدین بن میر غیاث الدین منصور شیرازی جیسے شہرۂ آفاق شخص کے ہم سبق تھے۔ (میر صدر الدین الحسینی بن میر غیاث الدین منصور شیرازی ۸۲۸ھ مطابق ۱۴۲۵ء میں شیراز میں پیدا ہوئے تھے وہ ایک مشہور فلسفی اور عالم دین تھے۔ انھوں نے بہت سی تصانیف عقائد پر چھوڑی ہیں۔ ان کو بایندری ترکوں نے ۹۰۳ھ مطابق ۱۴۹۷ء میں شہید کر ڈالا)۔

سید شاہ میر اول سلطان قطب الدین (۸۵۵ھ لغایتہ ۸۶۳ھ) کے حکومت میں گجرات میں داخل ہوئے لیکن مستقل سکونت انھوں نے اس ملک میں ۸۹۷ھ (۱۴۹۲ء) میں سلطان محمود بیگارہ کے عہد حکومت میں اختیار کی اور اپنے بیٹے میر کمال الدین کے ساتھ چمپانیر میں رہنے لگے۔

سید شاہ میر نے بہت سے لڑکے چھوڑے۔ مگر صرف دو کے نام ہم تک پہنچے ہیں، میر کمال الدین اور شاہ قطب الدین شکر اللہ۔ ابو الفضل نے اپنے اکبر نامے میں

(جلد ۳ صفحہ ۲۱۷) اور صاحب الامراء دونوں کہتے ہیں کہ ابوتراب لڑکے تھے میر کمال الدین کے لیکن ہم کو خود ابوتراب کی تحریر سے (دیکھو صفحہ ۲۷) جیسا کہ ڈاکٹر ریو نے بھی اختیار کیا ہے پتہ چلتا ہے کہ وہ قطب الدین شکر اللہ کے بیٹے تھے۔ ہم کو نہیں معلوم کہ ابوتراب کب پیدا ہوئے تھے اور نہ ہم کو ان کی زندگی کے بارے میں اس سے پہلے کا کچھ علم ہے۔ جیسا کہ ہم اُن کو ۹۸۰ھ میں اعتماد خاں کی ملازمت میں پاتے ہیں جو گجرات کے امراء میں سے ایک نہایت با اثر امیر تھا اکبر سے مراسلت میں اُنھوں نے نمایاں حصہ لیا جس سے پتہ چلتا ہے کہ اعتماد خاں کے یہاں وہ کوئی بڑا منصب رکھتے تھے۔

ابوتراب کا خودانی بیان اس معاملے میں ابوالفضل کے بیان سے بالکل مطابق ہے۔ ابوالفضل اُن کے بارے میں کہتا ہے۔ عمدۂ اصحاب مشورت گجرات ۹۸۵ھ میں (نہ کہ ۹۸۶ھ میں جیسا کہ معاصر کے مصنف نے لکھا ہے۔) ابوتراب نے بحیثیت میر حاج کے مکہ معظمہ کی زیارت کی اُن کی ماتحتی میں درباریوں اور بیگموں کی ایک بڑی جماعت تھی۔ اعتماد خاں بھی اس میں شامل تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اکبر نے پانچ لاکھ روپیہ نقد اور دس ہزار کی خلعت ابوتراب کے سپرد کی تھی تاکہ وہ اس متبرک شہر میں حاجت مندوں میں تقسیم کردیں۔ ۹۸۷ھ میں اپنی واپسی پر ابوتراب اپنے ساتھ ایک بڑا پتھر لائے جس پر قدم رسول کا نشان تھا۔ ان کی واپسی کی تاریخ خیر الاقدام ۹۸۷ھ سے نکلتی ہے۔ مشہور روایت کے مطابق یہ پتھر بھی اُسی قسم کا تھا جیسا کہ دہلی میں فیروز شاہ کے عہد میں سید جلال بخاری لائے تھے۔ معاصر میں ہے کہ چنیں برگویند کہ ایں ہمدست آں سنت کہ سید جلال بخاری در زمان فیروز شاہ بدہلی آوردہ۔ مسٹر بلوکمین نے اپنے آئین اکبری (جلد اول صفحہ ۵۷۰) کے ترجمے میں ہمدست کی وضاحت کرتے ہوئے اس کے معنی (روہی) لکھے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پتھر وہی تھا جسے سید جلال بخاری عہد سلطان فیروز میں دہلی لائے تھے۔ مگر اغلباً ہمدست کے معنی یہاں ساتھی ہیں۔ سورت کے بندرگاہ میں پہنچ کر ابوتراب نے اپنی واپسی کی اطلاع اکبر کو بھیجی جس نے اُن کو

کہلا بھیجا کہ "آگرہ سے ۴ میل کے فاصلے پر رُکے رہیں" کہا جاتا ہے کہ اکبر اپنے امراء اور درباریوں کے
ساتھ نکلا اور اس متبرک پتھر کا نہایت شان سے استقبال کیا۔ وہ اس پتھر کو اپنے کندھے پر کئی
قدم لے گیا اور اس کی تقلید امراء نے کی جو اس پتھر کو اسی عزت کے ساتھ شہر تک لے آئے اور
اکبر کی خواہش کے مطابق اس کو ابوتراب کے گھر میں رکھ دیا۔ معاصر الامراء کا بیان ہے کہ اس وقت
اکبر اسلام کا مخالف خیال کیا جاتا تھا اور خود نبوت کا دعوی کرتا تھا۔ اور پتھر کے ساتھ اظہار عقیدت
کا اس کے سوا کچھ اور مطلب نہ تھا کہ عام لوگوں کی حرف گیری کو ٹھنڈا کیا جائے۔ ابوالفضل
بھی ان تمام واقعے کی تعویل اکبر کی طرف سے ایک مذہبی ڈرامے سے زیادہ نہیں کرتا
ہے اور لکھتا ہے کہ "بادشاہ کا اصلی مقصد اس پتھر کو اظہار عقیدت کے ساتھ لانا یا خوش آمدید
کہنے کا سوا اس کے کچھ نہ تھا کہ ابوتراب کی عزت افزائی کرے۔ سنہ ۹۸۸ھ میں جب ابوتراب
کو گجرات واپس جانے کی اجازت ملی تو اس نے پتھر کو اپنے ساتھ اس ملک میں لے جانے کی
اجازت حاصل کر لی۔ وہ پتھر کو احمد آباد کے نزدیک اساول میں لے گیا۔ جہاں سنہ ۹۹۴ھ
میں اس نے اس کے اعزاز میں ایک گنبد اور ایک خانقاہ تعمیر کی۔ کہا جاتا ہے کہ بعد میں
مرہٹہ کے ہاتھوں اساول کی بربادی کے زمانے میں ورثائے ابوتراب نے اس پتھر کو
احمد آباد منتقل کر دیا۔ سنہ ۹۹۱ھ (۱۵۸۳ء) میں جب اعتماد خاں گجرات کا گورنر مقرر ہوا تو ابوتراب
اس صوبے کے منصب پر فائز کیا گیا۔ اس کا لڑکا میر گدائی اکبر کے یہاں منصب دار تھا۔

ابوتراب کا انتقال مرآۃ احمدی (جلد دوم ص۱) کے مطابق ۱۳ رجمادی الاول سنہ ۱۰۰۳ھ
(مطابق ۱۵۹۴ء) کو ہوا۔ اور معاصر الامراء (جلد ۳ ص ۲۸۵) کے حوالے سے سنہ ۱۰۰۵ھ (۱۵۹۶ء) میں
ہوا۔ اور اساول میں دفن ہوا۔ لیکن یہ عجیب بات ہے ابوالفضل ابوتراب کا اتنی بار اکبرنامے میں
ذکر کرتا ہے اس کی وفات کی تاریخ نہیں دیتا۔

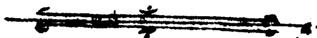
اگرچہ اس چھوٹی سی تاریخ کا مصنف اپنے معاصرین میں کافی شہرت رکھتا تھا تاہم
اس زمانے کے کسی مورخ کی نظر کے سامنے سے یہ تصنیف نہیں گذری معلوم ہوتی۔ درحقیقت

اس کی سوانح حیات کے خاص خاص ماخذ جیسے معاصر الامراء مرآۃ احمدی سالہ اکبرنامہ اس بات کا ذکر نہیں کرتے کہ اس نے کبھی کوئی نکات لکھی ہو۔ اس کتاب کا بے مثل نسخہ جو برٹش میوزیم میں ہے ابوتراب کے انتقال کے ۵۰ برس بعد نقل کیا گیا تھا۔

کتاب بے ربطی کے ساتھ بغیر کسی مقدمے کے شروع ہوتی ہے۔ اگرچہ مصنف اکثر اپنے بارے میں لفظ فقیر استعمال کرتا ہے۔ لیکن اس کا نام صرف ایک مرتبہ منظوم تاریخ میں آتا ہے۔ (دیکھو صفحہ ۹۹) موجودہ طباعت اس نسخے کے مطابق کی گئی ہے جو میرے لئے ایک بغدادی عالم موسومہ بہ حاجی عبدالمجید نے برٹش میوزیم کے قلمی نسخے سے تیار کیا تھا۔ پروف پڑھتے ہوئے میں نے وہ عبارتیں اور جملے جن کے بارے میں مجھے کچھ شبہ تھا لکھ لئے اور اس کتاب کا ایک نسخہ اس طرح نشان لگا کر مسٹر اروِن کے پاس بھیجا۔ جنھوں نے بڑی مہربانی سے ان تمام مشکوک مقامات کو اصلی قلمی نسخے سے ملایا اور مجھے اپنی اس جانچ کے نتیجے سے مطلع کیا۔ جس کا حوالہ جابجا نوٹ میں ملے گا۔

میں نہایت خلوص کے ساتھ ان کی اس کریمانہ خدمات کا اس موقعہ پر شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں نے نوٹ میں ان اغلاط کی بھی اصلاح کر دی ہے جو سہواً یا میری نظر سے بچ کر کتاب میں آگئیں جب وہ چھپ رہی تھی۔ اور جہاں جہاں مجھ سے ہو سکا ہے میں نے الفاظ اور جملوں کے وضاحت کی بھی کوشش کی ہے جو پڑھنے والوں کے لئے مشکل معلوم ہوں۔

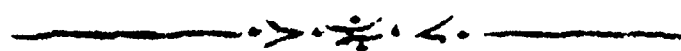
این۔ دینی سین راس کلکتہ ۷، جنوری ۱۹۰۹ء



فہرست ابواب

حصۂ اوّل

حصّہ دوئم



تشریحات

صفحہ سطر

۱ - ۴ - والحمد ..... رسولہ - تمام تعریف اللہ کے واسطے ہے اور درود اُس کے رسول کے لئے۔

۸ - ۱۱ - یا ...... بالعقود - اے ایمان والو عہد پورا کرو۔

۸ - ۱۲ - ان ...... الایمان - بیشک اچھا عہد ایمان کا جزو ہے۔

۹ - ۱۶ - کالشمس ..... السماء - جیسے آسمان کے وسط میں آفتاب۔

۱۴ - ۱۵ - ولا ..... توکیدھا - قسموں کو مضبوط کرنے کے بعد نہ توڑو۔

۱۵ - ۱۴ - لکل ...... لذۃ - ہر نئی چیز کے واسطے لذّت ہے۔

۱۶ - ۱۸ - ولا ..... الشیطان - تم کو شیطان دھوکا نہ دے۔

۲۱ - ۲ - الفرار ..... المرسلین - جس چیز کی طاقت نہ ہو اُس سے بھاگنا پیغمبروں کی سُنّت ہے۔

۲۲ - ۱۶ - یوم ..... بنیہ - وہ دن جب انسان اپنے بھائی، ماں، باپ، دوست اور لڑکے سے بھاگے گا۔

۳۷ - ۹ - الاھم ..... فالاھم - پہلے زیادہ ضروری کام پھر اس کے بعد اس سے کم ضروری۔

۴۳ - ۹ - لیشبر ..... وارث - بخیل کے مال کو کسی حادثہ یا وارث کی خوشخبری دو۔

۴۷ - ۱۶ - واللہ اعلم - اللہ بہتر جانتا ہے۔

۴۹ - ۱۵ - اذا ..... یستقدمون - جب ان کا وقت آجاتا ہے تو ایک گھڑی تقدم تاخر نہیں کرتے۔

" - ۱۷ - اینما ..... مشیدہ - جہاں تم رہو گے موت تمھیں آئیگی تو اہ تم مضبوط برج میں ہو۔

۵۹ - ۹ - یا ایھنا ..... مرضیۃ - اے مطمئن نفس اپنے رب کی طرف لوٹ۔ اس حال میں کہ تم اس سے راضی ہو اور وہ تم سے راضی ہو۔

صفحہ۔سطر۔

۶۶ ۔ ۷ ۔ سیجعل ..... ودّا ۔ قریب تر پیدا کردے گا ان میں محبت۔
۷۵ ۔ ۱۱ ۔ ثم ...... الخالقین۔ پھر ہم نے اُس کو دوبارہ پیدا کیا پس پاک ہے اللہ جو سب صورت گروں سے بہتر ہے۔
۷۶ ۔ ۴ ۔ توتی ..... تشاء ۔ تو جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے۔
۷۶ ۔ ۸ ۔ اخرجت ..... لھا ۔ زمین اپنا بوجھ نکالے گی اور کہے گی کہ اس کو کیا ہو گیا ہے۔
۱۰۲ ۔ ۵ ۔ الحکم ...... للہ ۔ حکم اللہ کے واسطے ہے اور ہم اُس کے حکم پر راضی ہیں۔
۱۰۷ ۔ ۸ ۔ سبحانک ..... عظیم ۔ پاک ہے تو، یہ بڑا بہتان ہے۔
۱۳۰ ۔ ۱۴ ۔ و ۸ ...... اخری ۔ نہ اُٹھائے گا کوئی دوسرے کا بوجھ۔

حلِ لغات

اُلش ۔ پس ماندہ کھانا ۔ سلاطین عزت افزائی کے لئے مرحمت فرماتے تھے۔
کھوربل ۔ گاڑی ۔
کپیری ۔ بوڑھی عورت ۔
وقور ۔ احترام، وقار اور عزت ۔

صحت نامہ

کتابت کی سُنّت میں فرق آجاتا اگر کتاب اغلاط سے پاک ہوتی۔ میں اُن حضرات کا رہین منت ہوں گا جو کتاب شروع کرنے کے قبل تصحیح فرمالیں گے۔

شبیہ احمد

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲	۱	سلطان بہادر کا دل سے	سلطان بہادر دل سے
۱۲	۲	درود سلام	درود و سلام
۲۷	۳	بھوبت رائے	بھوپت رائے
۳۱	۱۳	ہمراہ لیا تھا	ہمراہ لیا تھا گرفتار ہوئے
۴۱	۱۴	جنت آشیانے	جنّت آشیانی۔
۴۲	۱۷	بسر کھیچ	سر کھیچ
۴۳	۹	بوساری	نوساری
۴۳	۱۰	گ	گ
۴۵	۳	بسر کھیچ	سر کھیچ
۴۵	۶	الف خاں	الغ خاں
۴۶	۱	مشوردہ	مشورہ
۴۷	۵	تردد بیگ	تردی بیگ
۵۱	۸	ورند	ورندور
۵۲	۱۶	بڑھایا	پڑھایا
۶۰	۱۶	۹۹۵ھ	۹۴۲ھ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۲	۱	دیارخاں	دریاخاں
۶۲	۱۴	قور	وقور
۶۶	۱۷	چڑھاتی	چڑھائی
۶۷	۱۳	کپڑہ	کپڑا
۷۳	۱۷	الف خاں	الغ خاں
۷۴	۱۴	اُس	اِس
۷۶	۳	چھ بطن کے بعد ڈھونڈھ نکالا	چھ بطن کے بعد ایک کو ڈھونڈھ نکالا۔
۷۶	۱۳	سیوجی طیب	شیوجی طبیب
۷۷	۳	دیوہی	دیوہی
۷۸	۱۱	ربانی	ربانی
۷۸	۱۱	کہی گئی تھی۔	کہی گئی تھی پیش آئی۔
۸۴	۷	اعتماد خاں کی مسند عالی	اعتماد خاں مسند عالی
۸۶	۱۳	یاردو	اُردو
۸۷	۱۶	الف خاں	الغ خاں
۸۸	۸،۹	"	"
۸۹	۱،۳،۷،۱۲	"	"
۹۰	۸	"	"
۹۴	۱۷	"	"
۹۵	۷،۱۰	"	"
۹۷	۴	آصف خاں مرحوم فرمان لکھدیا	آصف خاں مرحوم نے فرمان لکھ دیا۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۴	۹	مرزا عزیز کے	مرزا عزیز نے
۱۰۵	۱۳	اعتماد خاں لایا ہوں	اعتماد خاں کو لایا ہوں
۱۰۹	۵	اعتماد خاں چھاونی	اعتماد خاں کی چھاونی
۱۱۰	۱۴	خواجہ صفر رومی بنایا ہوا ہے	خواجہ صفر رومی کا بنایا ہوا ہے۔
۱۱۱	۱۰	کم نہیں اور محمد حسین مرزا	کم نہیں محمد حسین مرزا
۱۱۲	۱۲	احتیار الملک	اختیار الملک
۱۱۹	۹	ہاتھیوں کے آگے کر کے	ہاتھیوں کو آگے کر کے۔
۱۲۱	۲	اس واسطے کے	اس واسطے کہ
۱۲۶	۵	تعاقب کیا تھا گھوڑے سے	تعاقب کیا تھا ان کو گھوڑے سے۔
۱۲۷	۱۶	دکھنا	رکھنا
۱۳۲	۱۱	سر	سیر
۱۳۵	۱۰	کچھ	پچھ
۱۳۹	۱۲	صورت	سورت
۱۴۴	۱۵	عرض	غرض
۱۴۷	۲	جانتا	نہ جانتا
۱۵۵	۱۳	راہ میں	راہ

تاریخ گجرات

تالیف شاہ ابو تراب ولی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

والحمد للہ والصلوٰۃ علی رسولہ۔ حمد اور نعت کے بعد واضح ہو کہ چونکہ وصف دوستی ہر فرد بشر کے لئے زیبا ہے۔ خصوصاً صاحب مرتبہ بادشاہوں کے واسطے۔ اور چونکہ ان کی دوستی بہت زیادہ آرام اور ملک کے امن کا ذریعہ ہوتی ہے بہت زیادہ پسندیدہ ہے۔ اور یہ نسبت محبت درمیان حضرت جنت آشیانی ہمایون بادشاہ اور آقا سلطان بہادر میں مستحکم ہو کر اس امر کا ذریعہ ہو گئی تھی کہ سلطان بہادر کو حضرت ہمایوں کے اتفاق کے سبب سے اطمینان دل حاصل ہوا کہ وہ راجاؤں

کے ملکوں کے فتح کرنے اور اعلائے اعلام کلمۃ اللہ ہی العلیا میں مشغول ہو گئے۔ اکثر اطراف و جوانب کو اپنے اقتدار و تصرف میں لائے اور ان کی سخاوت اور ملک گیری کی شہرت دنیا میں ہو گئی۔ اور بہت سے فتحمند شہزادے اُن کی خدمت میں کمر بستہ تھے۔ سفر کے زمانے میں بادشاہی سُرخ خیمہ کے پاس اطراف ملک۔ نواحی گیلان ولار و عجم و فارس و عراق و کشمیر و خطا و ختن و زیر باد کے شہزادے جمع تھے۔ تقریباً چودہ خیمے سُرخ رنگ کے بادشاہی خیمے کے گرد نصب ہوتے تھے۔ بادشاہ کے خیمے کے امتیاز کے واسطے یہ حکم تھا کہ وہ مخمل کا ہو اور اُس میں زربفت اور غلطہ کے پردے ہوں، اِن ریشمی پردوں کی وجہ سے امتیاز بھی ہو گیا۔ اور گرمی کا دفعیہ اور سایہ کی زیادتی کے لئے مفید ثابت ہوئے۔ بادشاہی خیمے کے گرد تقریباً آدھ کوس تک بادشاہی خیموں کا احاطہ ہوتا تھا۔ اور ریشمی طناب اور سونے چاندی کی میخوں کا بھی حکم صادر ہوا۔ آسمان کو اس سلامت اور استقامت کی وضع پر رشک ہوا۔ اور ان دو بادشاہوں کی دوستی میں خلل واقع ہو گیا۔ لڑائی اور اختلاف کا سبب محمد زماں مرزا کی ذات تھی۔ کہ ہمایوں کے دربار سے بھاگ کر سلطان بہادر کی خدمت میں پہنچا تھا اور حضرت جنت آشیانی کو اس کے سبب سے رنج ہوا۔

جنت آشیانی نے محمد زماں مرزا کو ملک گجرات سے نکال دینے کا نصیحت نامہ صلاح الملک مرزا آقا سم اور غیاث الدین قورچی کی معرفت سلطان بہادر شاہ کے پاس بھیجا۔ یہی اختلاف کا باعث ہوا۔ سلطان بہادر کے غصہ نے سات پشت کی سلطنت کو برباد کردیا۔ شعر۔

لڑائی سے ہوتا ہے ایسا غضب　　　کہ برباد ہوتا ہے گھربار سب

حق تو یہ ہے کہ جب خداوند عالم کی مشیت ازلی یونہی تھی۔ کہ مٹی کی بلکہ آسمانی نور کی ایک ذات یعنے خلاصۂ خاندانی صاحب قرانی اور برگزیدہ سلاطین کو اس زمانے میں پیدا کرے بلکہ اس عالم بلند و پست کے بادشاہ کے وجود کی صورت کے نقش کو قدرتِ ایزدی صفحۂ روزگار پر کھینچے۔ یعنی خلیفہ اصلی اور مالک حقیقی جلال الدین محمد اکبر بادشاہ مدظلہٗ کی جہاں گیری کا علم تمام عالم میں بلند کرے اس وجہ سے اس نئے تغیر و تبدل کا طریقہ قائم کیا۔ اور ہمایونی دبدبہ کے ذریعہ سے گجراتیوں کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا اور وہ اس طرح ہوا کہ جس زمانے میں فردوس مکانی بابر بادشاہ سلطان ابراہیم کے ساتھ جنگ میں مصروف تھے اور ہندوستان فتح کرنا چاہتے تھے اس کے چھ مہینے پیشتر اسی سال رحمدل بادشاہ مظفر یعنی سلطان بہادر کے باپ نے انتقال فرمایا۔ اور باپ کی وصیت کے مطابق سلطان بہادر

کا بڑا بھائی سکندر شاہ کے خطاب کے ساتھ تخت سلطنت پر بیٹھا۔ دوسرے بھائی علیحدہ علیحدہ ملکوں میں پریشان ہو گئے۔ ان میں سے لطیف خاں محمود شاہ شہید کا باپ اور چاند خاں ساتھ ساتھ سلطان محمود خلجی منڈو اور مالوہ کے بادشاہ کے پاس چلے گئے۔ سلطان بہادر ہندوستان کی طرف متوجہ ہوا۔ جس دن بابر شاہ سلطان ابراہیم سے جنگ کر رہا تھا۔ بغیر سلطان ابراہیم کی ملاقات کے الگ سے مغلوں کی لڑائی کا تماشہ دیکھتا رہا۔ بابر بادشاہ کی فتح مند فوج کی فتح کے بعد تین سو جوان جو سلطان بہادر کے ساتھ تھے لشکر کے کنارے سے اٹھ بھڑ کر نکل گئے۔ دلی تک پہنچے ہوں گے کہ ان کو خبر ملی کہ عماد الملک نے سلطان سکندر کو مار ڈالا اور اُن کے چھوٹے بھائی نصیر خاں کے گجرات کے تخت سلطنت پر بیٹھنے کی خبر محمود شاہ کے خطاب کے ساتھ بہادر شاہ نے سنی۔ اس خبر کو سن کر خوشی خوشی تیزی کے ساتھ گجرات کی طرف چلا۔ جب وہ سرحد کے قریب پہنچا سب ارکانِ دولت نے سوائے عماد الملک مذکور کے فرماں برداری و اطاعت کی عرضیاں بھیجیں اور استقبال کر کے شہر میں لائے اور تخت سلطنت پر بٹھا دیا۔ عماد الملک اجل رسیدہ کو ہاتھ باندھ کر حاضر کیا اور دربار کے میدان میں سر سے پاؤں کے ناخون تک زندہ کھال کھینچ لی۔ الغرض سلطان بہادر

کی ترقی کے زمانے میں بہلول کی اولاد جو مغلوں کی فتح اور غلبہ سے رنجیدہ تھے، سلطان بہادر کی خدمت میں آئے اور انتقام و تلافی کے لئے وقتاً فوقتاً ہندوستان پر حملے کی ترغیب دیتے تھے اور اس کے باپ سلطان مظفر کے اچھے برتاؤ کا لحاظ کر کے اپنے ملک کے فتح کی تمنا کرتے تھے۔ اور واقعی سلطان مظفر کے احسانات جو اس نے سلطان محمود خلجی پر کیے تھے۔ ایسے ہیں کہ کتب تواریخ میں آب زر سے لکھے جائیں اور بلند مرتبہ بادشاہوں کے دربار میں اس کے قصے آب و تاب کے ساتھ پڑھے جائیں۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ جب اُمرائے پوربیہ اپنے پورے قبضہ و اقتدار کی وجہ سے سلطان محمود پر غالب ہوگئے اور اُس کو چڑیے کی طرح پنجرے میں قید کرلیا۔ وہ اُن کی وجہ سے مرا جاتا تھا۔ وہ قلعہ کنگرہ سے کمند کے ذریعے سے اُتر کر گھوڑے پر سوار ہو کر غار کے راستے سے باہر نکل کر تھوڑے دنوں میں فریاد کے واسطے پایۂ تخت سلطنت مصیر میں حاضر ہوا۔ اور پہلی مجلس میں بادشاہ کی ملاقات سے مشرف ہوا اور جب اُس نے کہا کہ میں نے اس درگاہ میں پناہ لی ہے تو مدد اور فتح کے مژدے سے ممتاز ہوا۔ تھوڑے عرصے میں تہیہ سفر و سامان لشکر کا انتظام کرکے خود بدولت نے قلعہ مندو کے فتح کے ارادے سے کوچ کیا۔

منڈو کے قلعہ کے سامنے فوجی خیمے لگا کر لڑائی میں مشغول ہو گئے۔ آتشِ جنگ مشتعل ہوئی۔ مدد خداوند عالم اس فتحمند بادشاہ کے شامل حال تھی۔ ہزاروں کافر مارے گئے اور کُل قلعہ اور ساری سلطنت مالوہ کافروں کے ہاتھ سے نکل گئی۔ جشن عظیم تین دن تک قلعے میں منایا۔ سلطان محمود خلجی کی طرف سے عمدہ عمدہ چیزیں ہمت والے بادشاہ کے حضور پیش کی گئیں۔ لیکن اس کی بلند ہمتی اس سے کہیں زیادہ برتر تھی۔ خزانے اور زیور اور مرصع ظروف، تیز گھوڑے، بڑے بڑے ہاتھی۔ اس کے نزدیک گھاس کے برابر بھی نہ تھے۔ سب کو اُسی کے پاس چھوڑا۔ دوامی نیک نامی کی سلطنت اپنے واسطے پسند فرمائی۔ بارہ ہزار سوار پانچ افسروں کے ساتھ جن کی جاگیر گجرات سے مقرر تھی۔ اس کی مدد کے واسطے ایک سال تک قائم رکھا۔ اور خود اپنے دارالسلطنت میں واپس تشریف لائے۔ اس احسان کی تاریخ یہ ہے:۔

تاریخ   گرفتی ملک منڈو بازدادی

اور مُلّا شہیدی نے اس بادشاہ کی تعریف میں ایک قصیدہ کہا ہے۔ جس کا مطلع یہ ہے۔

شاہ دنیا بہ دلِ غمزدگان منزلِ تُست   گر ستانی دگرش بازدہی آن دلِ تست

الغرض جب اولادِ بہلول سلطان علاء الدین جو کچھ دنوں بابر بادشاہ کی خدمت میں تھا اور فتح خاں، تاتار خاں ولد سلطان علاء الدین نے بخیال احسان سلطان مظفر شاہ خلجیون سے لشکر کشی کرنے کا اصرار حد سے زیادہ کیا تو سلطان بہادر نے کہا کہ میں نے مغلوں کی جنگ دیکھی ہے اس فوج میں ان لوگوں سے لڑنے کا دَم نہیں ہے۔ صبر کرو میں صحیح فکر کروں گا۔ تاتار خاں نے جو سب لودیوں سے زیادہ بہادر تھا عرض کیا جن مغلوں کو سلطان مرتبت نے دیکھا ہے وہ اپنی حالت پر باقی نہیں ہیں۔ عیش و عشرت کے عادی ہو گئے ہیں۔ اُن کے سردار میں اِس فوج کے مقابلے کی اور اس جوان بادشاہ کی جس نے کبھی شکست نہیں کھائی مقابلے کی قوت نہیں رہی۔ ہر وقت اسی قسم کی باتیں کیا کرتا تھا کہ رکاوٹ باقی نہ رہے۔ اسی درمیان میں محمد زماں حضرت ہمایوں بادشاہ سے رنجیدہ ہو کر سلطان بہادر کے پاس آیا۔ اس کا آنا سلطانی تدبیر کے موافق تھا۔ اس سے بہت عزت سے ملا۔ اور قسم قسم کی مہربانیوں سے اس کو خوش کر کے چاہا کہ اُس کو جنگ کا پیشوا بنائے۔ بکثرت انعام و صلہ و خلعت اور گھوڑے، جاگیر نقد عنایت کیا اور خواہش کی کہ مغلوں کی فوج کو اپنی طرف متوجہ کرے اور کار آمد سپاہیوں کو اپنا بنا لے۔ غالباً اُس کی یہ بات

جنت آشیانی کے حقیقت دریافت کرنے والے دل پر ظاہر ہوگئی اور سمجھ لیا کہ محمد زماں مرزا کا گجرات میں رہنا ملک داری کی مصلحت سے بعید ہے۔ اس کے نکالنے کے واسطے سلطان بہادر شاہ کو خط لکھا جس کی نقل یہ ہے :۔

اللہ تعالیٰ جل نعماہ کی حمد اور شکر اور حضور رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ثنا و صفت کے بعد واضح ہو کہ آج کل قاضی عبد القادر و محمد مقیم آستانِ ملک آشیان میں آئے اور آپ کے عہد و قرار کی خبر ہم کو دی۔ ہمارا کیمیا اثر دل راہِ وفاداری واتحاد پر چلنے کے واسطے جس سے رعایا کو آرام اور شہروں میں آبادی ہوتی ہے تیار ہو گیا۔ اور ہمارے روشن دل میں ہرگز نہیں آتا کہ آپ مضمون آیۂ کریمہ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ سے تجاوز جائز رکھیں گے اور مفہوم اِنَّ اَحْسَنَ الْعَھْدِ مِنَ الْاِیْمَانِ کو کالعدم سمجھیں گے۔ لہٰذا صلاح الملک مولانا قاسم علی اور غیاث الدین قورچی کو بھیج کر ہم نے پیغام دیا کہ اگر آپ دوستی اور یکجہتی کے سیدھے راستے پر مضبوطی سے چلنا چاہتے ہیں تو مناسب ہے کہ اُن لوگوں کو جنھوں نے نعمت کا بدلہ نمک حرامی قرار دیا ہے اور آپ کے یہاں بھاگ گئے ہیں ہمارے یہاں بھیج دیجئے یا باغی گروہ کو اپنے پاس سے الگ کر کے اس ملک سے نکال

دیجیئے اور پھر ہمارے یہاں کے کسی وابستہ کو اغوا کر کے اپنے یہاں نہ رکھیں امید ہے کہ صلاح الملک مذکور ان باتوں کا جواب لائے گا۔ تاکہ مخالفت کا غبار ہمارے دریا کے مثل دل سے اتفاق کے زلال سے دھو جائے اور محبت کا درخت دوستی کے باغ میں پھلے۔ چونکہ صلاح الملک نور محمد خلیل کے ساتھ جیسا چاہیئے تھا ویسا عہد نہیں لایا۔ اس وجہ سے تعجب ہوا۔ واضح ہو کہ محمد زماں کے بارے میں آپ نے فرمایا ہے کہ وہ سلطان مغفور، سلطان مظفر اور سلطان مرحوم، سلطان سکندر اور سلطان علاء الدین اور کئی بادشاہوں کی موافقت اور عہد کی وجہ سے آگرہ سے گجرات آیا ہے اور اپنی حالت کے مناسب رعایت حاصل کی ہے۔ اس کی وجہ سے ہرگز ہرگز دوستی میں خلل نہیں ہوگا۔ اگر وہ یہاں رہے گا اور رعایت حاصل کرے گا تو کیا ہو جائے گا۔ قابل سماعت نہیں ہے کیونکہ قیاس مع الفارق ہے اور تعجب ہے کہ آپ نے اس واقعہ کو اس پر قیاس کیا۔ واضح ہو کہ عہد نامہ قیام و استقلال کی علامت سوا اس کے نہیں ہے کہ یہ خذلاں نصیب ہمارے پایۂ تخت میں بھیج دیئے جائیں۔ یا ان کی رعایت سے پرہیز کر کے ان کو اپنے ملک میں نہ رہنے دیں۔ اور جب آپ ایسا کریں گے کالشمس فی وسط السماء یہ امر روشن ہو جائے کہ آپ کی زبان دل کے موافق ہے۔

ورنہ کس دلیل سے اس عہد نامہ پر بھروسہ کیا جائے۔ **بیت**

اے کہنے والے اپنے کو پابندِ عاشقی
دل ہے اگر زباں کے موافق تو ٹھیک ہے

شاید آپ کو معلوم ہوگا کہ صاحبقران تیمور ایلدرم بایزید کی مخالفت کے باوجود روم کو تباہ و برباد کرنے کی طرف متوجہ نہ تھے اس واسطے کہ صاحبقران پوری طرح سے کفار یورپ سے جنگ میں مصروف تھے۔ اور چونکہ قرایوسف ترکمان اور سلطان احمد جلایر فتحمند لشکر کے غلبے کی وجہ سے بھاگ کر ایلدرم بایزید کے یہاں پناہ گزیں ہوئے تھے۔ اور کئی مرتبہ صاحبقراں نے خطوط بھیجے اور بایزید کو ان دونوں پر رعایت کرنے سے منع کیا۔ چونکہ بایزید نے قبول نہیں کیا اس لئے جو کچھ قسمت میں لکھا تھا ہوا۔ **بیت**

درخت دوستی بنشان کہ کام دل ببار آرد
نہالِ دشمنی برکن کہ رنج بے شمار آرد

زیادہ کیا لکھوں۔ **مثنوی**

اگر در سرائے سعادت کس است | زگفتار سعدیش حرفی بس است
ترا ایں بسند است اگر بشنوی | کہ گر خار کاری سمن مدروی

اُس خط میں جس کو محمد مقیم نے پہلے بھیجا تھا اس وجہ سے کہ

موحش خبریں اور ناپسندیدہ حرکتیں اُس طرف سے لکھی تھیں گوالیار کی طرف روانگی کا ارادہ ہوگیا تھا۔ چونکہ نور محمد آپ کا عہدنامہ لایا ہم نے ملاحظہ فرمایا اور اُس کو رخصت کر دیا۔ شیخ ابراہیم جو ہماری بارگاہ فلک منزلت کے مخصوص لوگوں میں سے ہے ہم نے اس کے ہاتھ عہدنامہ بھیج دیا کہ اِس کا جواب فوراً لائے اور فوراً اُس کے بھیجنے کا مقصود عہدنامہ ہے جلد واپس کر دیجئے وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی ؕ۔

جو تحفہ نور محمد خلیل نے جنّت آشیانی کے حضور میں سلطان بہادر شاہ کی طرف سے پیش کئے اتفاقاً اس میں ایک قرآن شریف تھا۔ جنّت آشیانی اِس کی خوش خطی اور تکلّفات دیکھتے جاتے تھے اور مذکور الصدر باتیں کہتے جاتے تھے یہاں تک کہ قول و قرار کا تذکرہ کیا۔ اور پورے وثوق اور اعتماد کے واسطے کلام مجید کی قسم بھی اُن کی سحی زبان سے نکل گئی۔ جب نور محمد خلیل نے یہ قصّہ سلطان بہادر کے سامنے بیان کیا۔ اہلِ مجلس وہم میں مبتلا ہو گئے۔ اور سلطان بہادر کے غرور میں زیادتی کا سبب یہ قصّہ ہوا۔ مُلّا محمد لاری کو جو منشی تھا جواب لکھنے کا حکم دیا۔ جب جواب جو کہ حدِ اعتدال سے باہر تھا لکھ کر عام مجمع میں پڑھا تو ان لوگوں نے جو ہمیشہ تحریک کیا کرتے تھے اور ہاں میں ہاں ملایا کرتے تھے جواب کی بہت تعریف کی گو کہ سلطان بہادر

کاول سے اِن باتوں کا منکر تھا لیکن غرور اور اہل مجلس کی شرم کی وجہ سے اُس عبارت کو بدلنے کا حکم نہیں دیا۔ اور بمقتضائے المقدور اس خط کا جواب اس طرح کا جو مواقق مضمون جف القلم کے تھا اس دربار میں پہنچا اور جو ہونے والا تھا ہوا۔

حضرت بادشاہ کے خط کا جواب سلطان بہادر شاہ کی طرف سے

ملک علام کی حمد و ثنا کرنے اور خیرالانام پر درود و سلام کی خوشبو سے خوشبودار ہونے کے بعد واضح ہو کہ آپ کے ایلچی نے جو مقرب بارگاہ نور محمد خلیل کے ہمراہ متوجہ دربار عالی ہوا تھا پہنچ کر عمدہ خط پہنچایا۔ اور اُس کا یہ غرور کا مضمون مقربان بارگاہ عالی پر ظاہر اور روشن ہوا۔ اُس میں یہ بھی لکھا تھا کہ قاسم علی و غیاث الدین اس واسطے حضور عالی میں بھیجے گئے تھے کہ ظاہر کر دیں کہ وہ لوگ جو آپ کے یہاں سے نکال دیئے گئے ہیں اور ہمارے ہاں پناہ گزیں ہیں نکال دیے جائیں تاکہ دوستی اور اتحاد کے آثار ظاہر ہو جائیں۔ یہ بالکل خلاف اور سراسر غلط ہے۔ کیونکہ ان دونوں ایلچیوں نے ہمارے حضور میں

سوا خلوص اور وثوق عہد کے دوسری بات نہیں عرض کی۔ اگر اُن کی
عرض داشت سے سمجھا جاتا یا ذرا بھی ایسے الفاظ سُننے جاتے تو معاملہ
یہاں تک نہ پہنچتا کہ آپ قدم رنجہ فرماکر گوالیار تک بہادری کے ساتھ
آتے یہ کیسی طمع خام اور خیال محال ہے یہ امر سب پر ظاہر ہے کہ آپ
نے بڑے بڑے بادشاہوں اور بزرگ سلاطین کے یادگار محمد زماں
مرزا کی دوستی اور بھائی بندی کا عہد قسم کھا کر مضبوط کیا تھا۔ اور جب
اس پر قابو پالیا عہد شکنی کرکے صدق و صفا کی راہ سے مُنہ پھیر لیا۔
اور مخالفت و دشمنی کی طرف متوجہ ہوئے۔ خلاصتہ السلاطین مذکور نے
چونکہ تخت نشینی اور مُلک گیری اس بلند بُنیاد خاندان کی دُنیا اور دُنیا والوں
سے سُنی تھی کہ سُلطان محمود نے حبشیوں اور باغیوں کی سرکشی کے بعد
اس بارگاہ میں پناہ لی تھی۔ حضور فردوس مکانی رحم دل مالک طاب
ثراہ و جعل الجنتہ مثواہ کی طرف سے اُس کے حق میں کتنی رعایت
اور حمایت ظاہر ہوئی۔ اسی بنا پر مبارک اقبال کی رہنمائی سے
اسی امید پر اُس نے اس آسمان مرتبہ درگاہ میں پناہ لی اور
ہمارے حضور میں فریاد کی کہ اُس پر ظالم عہد شکنوں کی طرف سے
کیسے مظالم ہوئے ہیں۔ چونکہ ہماری دین پروری و دادگستری کا
مقتضا حدیث نبوی علیہ التحیتہ والتسلیم پر عمل کرنا ہے کہ حضور

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو خواہ مظلوم۔ اس لئے ہم نے اس پر سایہ حمایت اور مہربانی کا ڈالا۔ اور رعایت و مدد اپنے اوپر لازم قرار دی۔ اور خداوند عالم کی عنایت پر یقین اور اس کی بے حد فضل کے فیض سے امید قوی ہے کہ اُس کے تمام مقاصد و مطالب حاصل ہوں گے۔ باوجود عہد و پیمان کی مضبوطی کے ایسی باتیں ظاہر ہوئی تھیں۔ اور آپ نے قاضی عبدالقادر و موتمن الزماں خراساں خاں کے سامنے بغیر اس کے کہ ہماری طرف سے کوئی شرط لگائی گئی ہو قیام محبّت و وفا کے بارے میں اپنی دلی رغبت سے قرآن مجید کی قسم کھائی تھی۔ اس سے مطلع ہونے کے بعد ہم نے اس کو تسلیم اور یقین کر لیا۔ اور مسلمانوں کے ساتھ حسنِ عقیدت اور گمان نیک کی وجہ سے ہم نے سچ خیال کیا۔ اور انجاسی کی مہم کے انتظامات میں تاخیر ہو گئی۔ یہاں تک کہ آج کل ملاعین فرنگ کی بنیاد قلع قمع کرنے کے واسطے دیپ کی بندرگاہ تک سفر کا اتفاق ہوا۔ آپ نے صرف وہم اور موقع ہاتھ آنے کی وجہ سے ایسے وقت کو غنیمت سمجھا اور وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا کے مفہوم پر عمل کرنے کو صفحہ خیال سے مٹا دیا۔ اور خیال محال کی وجہ سے بے تامل کوالیار پر حملہ کر دیا۔ نواب کامیاب کو اس حرکت

ناصواب کی اطلاع اور خطۂ دیب سے فتح مند فوج کی واپسی کے بعد آپ نے جان لیا کہ یہ پیش قدمی وقت سے پہلے اور آپ کی طاقت اور قدرت سے زیادہ ہے جہاں سے آئے تھے وہیں چلے گئے اور آپ کے عہد شکنی کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض ملکوں کا خطبہ ہمارے نام سے مزّین ہوگیا۔ اور اس موقع پر ایک ہنگامہ فساد کی شکل میں برپا کیا۔ یعنی مشار الیہ کے آنے کی وجہ سے ہم کو لوٹنا پڑا۔ اس طرف سے اگرچہ معذرت نہیں کی گئی تھی آپ نے نہ کئے ہوئے عذر کو نامقبول عذر قرار دیا۔ لیکن آپ کا عذر باموقع ہے اور آپ کی تحریر سے بہت زیادہ دلیری ظاہر ہوتی ہے۔ آپ اپنے ساتویں دادا پر فخر کرتے ہیں۔ خیر۔ اگر آپ اپنے کام کا تذکرہ کرتے تو مناسب تھا۔ لیکن ظاہر ہے کہ آپ نے ابھی تک کچھ کیا بھی نہیں جس کا تذکرہ کیا جا سکے۔ اگر باپ دادا کی کہانی بیان کرنی مقصود ہے تو ہمارے ذاتی کاموں میں سے دو ایک کام کو جو آپ نے بچشم خود دیکھا ہے اپنے لوحِ دل پر عبرت کے لئے لکھنا چاہیے۔ لِکُلِّ جَدِیْدٍ لَذَّۃٌ اس لئے جو کارروائیاں تھوڑے عرصہ میں، ہمارے حضور سے ظاہر ہوئی ہیں۔ کسی تاریخ میں مذکور نہیں ہیں۔

مثنوی

چو تیغت ندارد زباں در مصاف　　مکن رنجہ تیغ زباں را بہ لاف

چو تیغ تو بے گوہر است اے پسر — بہ تیغت بگو ہر ملاف از پدر
اگر کو تہی پائے چو بیں بہ بند — کہ در چشم طفلاں نمائی بلند

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سب پر روشن ہے کہ جب سے سلطنت کا تخت ہمارے وجود سے شرف یاب ہوا ہے کسی بادشاہ کو ہمارے فوج سے مقابلے کی تاب نہیں ہے اور آپ تھوڑے سے افغانوں سے لڑ کر اپنے کو درد سر میں مبتلا کرتے ہیں۔

بیت

چو مہمانِ خراباتی بعزت باش با رندان — کہ درد سر کشی جانان گرت مستی خمار آرد

لازم ہے کہ مضمون وَلَا يَغُرَّنَّكُمُ الشَّيْطَانُ پر عمل کر کے غرور کو سر سے نکال ڈالئے۔

بیت

کہ مغروری کلاہ از سر کشد دور
مبادا کس بزور خویش مغرور

ہم کو یقین ہے کہ چند دنوں میں جو کچھ اللہ تعالیٰ کو منظور ہے ظاہر ہو گا۔

بیت

زاہد شراب کوثر و حافظ پیالہ خواست
تا در میانہ خواستہ کردگار چیست

پھر مجلس لودیوں کے شور سے گرم ہو گئی۔ تاتار خاں اور آسکے

باپ علاء الدین لودی نے مبالغہ کو اصرار کے حد تک پہنچا دیا سلطان بہادر نے بھی ان کی گذارش قبول کرکے فوج جمع کرنے کا حکم دیا۔ اور اس گمان میں کہ ہندوستان کے وارث ہیں اور کوشش سے اس پر قبضہ کیا ہے۔ ممکن ہے کہ ان کے ہاتھ سے کچھ کام ہو۔ بیس کروڑ تنکہ (۲۰۰۰۰۰۰۰۰) قدیم سونے کا جو تیس کروڑ پچاس لاکھ مرادی (۳۰۵۰۰۰۰۰۰) ہوتا ہے برہان الملک حاکم رتنبھور کے پاس فوج جمع کرنے کے واسطے بھیجا کہ تاتار خاں جس طرح چاہے صرف کرے۔ تاتار خاں نے کرم کا ہاتھ کھول دیا اور چالیس ہزار سوار کا انتظام کیا اور سلطان بہادر نے (اپنے لشکر سے) عہد کا ملاحظہ کرنے کے واسطے کسی کو ہمراہ نہیں لیا بلکہ خود اُس نے ایک بڑی فوج لے کر چیتوڑ کے قلعہ کا دوبارہ محاصرہ کرلیا اور تاتار خاں کو بیانہ کے قلعہ کی فتح نصیب ہوئی اور سلطان کے پاس خبر بھیجی کہ شاہی اقبال سے بیانہ فتح ہوگیا۔ اب آگرہ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اس اثناء میں جنت مکانی خود بدولت آگرہ میں تھے۔ مرزا ہندال کو تاتار خاں کے مقابلہ کے واسطے مقرر کیا اور اپنا خیمہ بھی باہر بھیج دیا۔ تاتار خاں سیکری میں پہنچا تھا کہ ہندال مرزا پندرہ ہزار سوار لے کر اس کے مقابلہ میں اُترا۔ اس رات میں

جس کی صبح کو لڑائی ہونے والی تھی افغان جو روپئے کے زور سے جمع ہوئے تھے سب کے سب متفرق ہو گئے۔ چونکہ تاتار خاں کی طرف بد اقبالی نے توجہ کر لی تھی اس نے اپنے خاندان اور اپنے بچوں کو میدانِ جنگ سے علیٰحدہ کر دیا۔ اس کی وجہ سے باقی لشکر بھی نکل گیا۔ جب دن ہوا تو صرف ان دو ہزار سواروں نے جو اس کے ساتھ موجود تھے بھاگنے کا مشورہ دیا۔ اس نے جواب میں کہا کہ میں نے بیس کروڑ ٹنکہ سلطانی اپنی رائے سے صرف کیا ہے بادشاہ کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ تین سو سواروں کے ساتھ ہندال مرزا کی فوج پر حملہ کیا اور مارا گیا۔ جنت آشیانی دوسرے یا تیسرے روز جنگ گاہ میں پہنچے اور کوچ پر کوچ کرتے ہوئے سلطان بہادر کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب یہ خبر سلطان بہادر کو ملی اس کی فوج میں بہت بدنظمی ہو گئی۔ اُس نے بڑے بڑے ارکان دولت سے مشورہ کیا بعضوں کی رائے تھی کہ قلعہ کی مہم کو ملتوی کر کے مغلوں کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ صدر خاں نے جو بڑا سردار تھا عرض کی کہ ہم جب تک کفار کی جنگ میں مشغول ہیں اگر مغل ہم پر حملہ کریں گے تو یہ بمنزلہ ان کی مدد کے ہو گا۔ اور یہ بدنامی قیامت تک ان کے سر پر رہیگی۔ جب یہ بات جنت آشیانی کو معلوم ہوئی تو سارنگپور میں ٹھہر گئے۔

یہاں تک کہ ۳ رمضان ۹۴۲ھ کو قلعہ چتوڑ فتح ہوگیا۔ اور قسم قسم کے زیورات اور نقد اور طرح طرح کے جواہرات اور بے حد نفیس چیزیں سلطان بہادر کی فوج کے ہاتھ لگیں۔ تین دن کے بعد لوٹ مار سے فارغ ہوئے اور نعمت کے شکرانے میں بڑا دسترخوان بچھایا۔ اور بہت سی کھانے کی چیزیں انبیاء و اولیاء و شہداء کی نذر کی نیت سے صرف کیں۔ اُمراء و سلاطین کو گھوڑے، ہاتھی عنایت کئے دوسرے دن مغلوں کی فوج کی طرف متوجہ ہوا۔ جنت مکانی بھی سامنے آئے۔ دونوں فوجیں مندسور میں مقابل ہوئیں۔ خیمہ ایستادہ نہ ہونے پائے تھے کہ سید علی خاں و خراسان خاں (چغنہ) شکست کھا کر آئے۔ اس خبر سے سلطان بہادر کو بہت رنج ہوا۔ کیونکہ شگون اچھا نہ تھا۔ خیر طرفین خیمے نصب کر کے اُترے۔ سلطان بہادر نے امراء وزراء سے مشورہ کیا کہ کس انداز سے جنگ کرنی چاہیے۔ صدر خاں نے جو اس کا سپہ سالار تھا عرض کیا کہ ہماری فتح مند فوج نے ابھی فتح کی ہے اور بے شمار غنیمت حاصل کی ہے قوی دل ہے۔ مغلوں کی جنگ سے ان کا دل خوف زدہ نہیں ہے۔ مصلحت یہ ہے کہ کل لڑائی کا نقارہ بجا کر دونوں فوجیں لڑیں۔ جس کو خدا چاہے گا فتح عنایت فرمائے گا۔ رومی خاں نے عرض

کیا کہ ہم توپ بندوق بہت رکھتے ہیں اُس کا استعمال کیوں نہ کریں۔ اور اپنی فوج کو کیوں قتل کرائیں۔ بحمداللہ سرکار میں ایسا توپ خانہ ہے جو سلطان روم کے توپ خانے کے مانند ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے اگر وہ بیکار رہے۔ مناسب یہ ہے کہ ارابہ کریں اور خندق کھودیں اور روزانہ تھوڑی جنگ کریں مغلوں کو توپ پر دھر لیں اور توپوں سے کام لیں۔ اس اندازہ سے کام آئے کہ دشمن عاجز ہو جائے۔ اتفاقاً یہ رائے سلطان بہادر کو پسند ہوئی ارابہ و خندق کا حکم دیا۔ دو مہینے تک اسی طریقے سے مقابلہ کیا۔ ایک تالاب سے جو سمندر کے مثل تھا پانی پیتے تھے اور روزانہ جنگ کرتے تھے لیکن مغل توپ خانے کے مقابلہ میں بہت کم آتے تھے۔ اطراف و جوانب میں لوٹ مار کر کے غلہ اور بنجارہ کو راستے سے پھیر کر اپنے یہاں لے جاتے تھے۔ بہت کم ایسا اتفاق ہوتا تھا کہ سلطان بہادر کی فوج غلہ لائے۔ اس وجہ سے قحط و گرانی ارابہ میں واقع ہوئی۔ رفتہ رفتہ معاملہ اس حد تک پہنچا کہ چھسو کی تین برس کی سوکھی گھاس بھی نہیں ملتی تھی کہ جانوروں کی جان بچے۔ گھوڑے، ہاتھی، اونٹ بہت ضائع ہوئے اور فوج بد دل ہو گئی۔ سلطان بہادر کو یقین ہو گیا کہ اس کمزوری کی حالت

میں مقابلہ محال ہے۔ بھاگ جانا چاہیئے۔ اور حدیث اَلْفِرَارُ مِمَّا لَا یُطَاقُ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِیْنَ پڑھنا چاہیئے۔ لیکن کسی پر ظاہر نہیں کیا۔ جس رات میں شکست کو غنیمت خیال کیا۔ اس سے پہلے عصر کے وقت خداوندخاں کو جو سلطان بہادر کا وکیل اور اُس کے باپ کا وزیر اور اُستاد تھا۔ اور اُس کی عمر اسّی سال کے قریب تھی۔ چار ہزار سوار اچھے اُس کے ساتھ تھے۔ حبشی غلام اور بہت تُرک بھی اُس کے ساتھ تھے تنہائی میں بُلایا۔ ملّو خاں و قادرشاہ کو جو مندو کے حاکم تھے۔ بھیجا کہ فوج کا یہ حال ہے کہ جگر میں قوت نہیں رہ گئی صلاح کیا ہے؟ اُس نے کہا کہ جنگ کرنا چاہیئے۔ پھر سُلطان بہادر کے کہنے سے یہی بات خداوند خاں سے کہی۔ اس نے سخت بات جواب میں کہی کہ تجھ کو کچھ معلوم ہے کہ تو کیا کہتا ہے۔ مُلک گجرات کا بادشاہ جس کو آدھا ہندوستان کہنا چاہیئے بھاگ جائے۔ یہ بات میں زبان پر نہیں لاؤں گا اور اس مضمون کو میں ہرگز دل میں جگہ نہ دوں گا۔ قادرشاہ سلطان بہادر کے پاس لوٹ آیا۔ اور کہا کہ یہ بڈھا سٹھیا گیا ہے جو کچھ حضور کے خاطر مبارک میں ہے بالکل درست ہے فوراً اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد سُلطان بہادر نے صدرخاں سپہ سالار کو جو بڑے امیروں میں

سے تھا، کاتب الحروف کے باپ اور چچا کے پاس بھیجا کہ آج کی رات
ہمارا ارادہ شبخون مارنے کا ہے اور معلوم نہیں کیا صورت واقع ہو
شاید ہم لوٹ کر قیام گاہ تک نہ پہنچ سکیں یا دشمن کا تعاقب کرنا
پڑے یا کسی طرف نکل جانا پڑے مناسب ہے کہ تم لوگ مندسور
کے قلعہ میں آجاؤ۔ اگر ہم لشکرگاہ تک نہ آسکیں گے تو ہمایوں بادشاہ
بھی تمہارا معتقد ہے وہ تمہاری تعظیم و تکریم کرے گا اور تم نقصان
سے بچ جاؤ گے۔ اگر فوج میں رہو گے تو احتمال کیا معنی یقین ہے کہ
تم کو نقصان پہنچے گا۔ کیونکہ اس ہنگامے میں تم کو کوئی نہ پہچانے گا
اور تم تکلیف اٹھاؤ گے۔ چونکہ انھوں نے بھاگنے کی خبر پائی تھی کہا
ہم کسی نہ کسی طرف نکل جائیں گے۔ اور جو کچھ ہماری قسمت میں ہوگا
ہوگا۔ جب صدر خاں لوٹا تو مغرب و عشا کا درمیان تھا کہ بادشاہ
نے پانچ آدمیوں محمد شاہ برہان پوری۔ قادر شاہ مندوالی۔ الف
خاں دونانی اور دو قورچی ہتھیار بند کے ساتھ خیمے کے پشت سے
نکل کر آگرے کی راہ لی اور ہر ایک امیر اپنی اپنی فوج کے ساتھ
کسی نہ کسی طرف نکل گیا۔ وہ قیامت برپا ہوئی جو بیان نہیں ہو سکتی
یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ ۙ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِیْهِ ۙ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِیْهِ
اس کا بیان ہے۔ صدر خاں اپنے گروہ کے ساتھ نقارہ بجاتا ہوا

مندو کی جانب روانہ ہوا۔ جہاں کہیں پاسبان مغل فوج سے راہ
میں سامنا ہوتا تھا اُس کو راہ دیتے تھے۔ جنت آشیانی نے دو تین
ہزار سوار کے ساتھ اس گمان سے کہ سلطان بہادر ہے اس کا
تعاقب کیا اور بقیہ مغلوں کا لشکر لوٹ میں مشغول ہو گیا اور خداوند خاں
جو چار ہزار سواروں کا افسر تھا لیکن بڑھاپے کی وجہ سے سوار نہیں
ہو سکتا تھا پالکی میں روانہ ہوا۔ مغلوں کی فوج سے لڑائی ہوئی۔
اس کو جنت آشیانی کے پاس لائے۔ اس کے علم اور کبر سن کی وجہ
سے جنت آشیانی نے اُس پر رحم کر کے عزت بخشی۔ چونکہ وہ بڑا محدث
اور حضورؐ سرور عالم کی حدیث کا اُستاد تھا اُس کو اپنے ساتھ لے لیا۔
وہ ان کی ملازمت میں شیر شاہ کے واقعہ کے پیش آنے کے زمانے
تک تھا۔ پھر شیر شاہ کے قبضہ میں آگیا۔ اُس نے بھی بہت رعایت
کر کے خرچ دے کر گجرات بھیج دیا۔ سلطان محمود کی سلطنت کے
زمانے میں باوجود بڑھاپے کے وکالت کی تمنا دل میں رکھتا تھا
لیکن موت نے نہ چھوڑا اور وہ عالم باقی کی طرف کوچ کر گیا۔ الغرض
جب سلطان بہادر مندو کے قلعے میں آیا تقریباً پندرہ ہزار سوار
اس کے ساتھ قلعہ میں آئے اور جنت آشیانی نے قلعہ مندو کا
محاصرہ کیا۔ سید امیر کو نواب بیرم خاں کے ساتھ جو آخر میں

خانخانان ہوگیا اور عہد برادری بھی رکھتا تھا ایلچی بنا کے بھیجا اور پیغام بھیجا کہ ہم تم بھائی بھائی ہیں۔ دو بھائیوں میں کبھی مخالفت اور لڑائی بھی ہو جاتی ہے۔ چونکہ برسات آگئی ہے۔ خیمے میں ہمارا رہنا روانہ رکھو اور برادر نوازی کر کے منڈو کو ہمارے واسطے چھوڑ دو تاکہ ہم برسات آرام سے ختم کریں اور تم اپنے باپ دادا کے موروثی ملک گجرات میں آرام اور اطمینان سے رہو اور یہ امر طے ہوا ہے کہ مولانا محمد فرعلی نیلی سبیل جو تعلچہ اور منڈو کے نیچے ہے آئیں اور صدر خاں قلعے پر سے وہاں آئے اور جو کچھ یہ لوگ راقم الحروف کے باپ اور چچا کے سامنے طے کریں دونوں فریق اس کو قبول کریں ایسا ہی ہوا۔ مولانا محمدؒ نے بہت بہت اصرار کیا صدر خاں نے اس کو قبول نہیں کیا اور مصالحت نہیں ہوئی پھر جنت مکانی نے مولانا محمد کو شاہ کمال الدین فتح اللہ اور شاہ قطب الدین فقیر کے باپ اور چچا کے پاس بھیجا کہ تم دو مرد عادل دین و دنیا کے بزرگ گواہ رہو کہ میں نے اسلام کی رعایت حتی الامکان کی اور میں جنگ پر راضی نہیں ہوں اور غصہ ور لڑنے کو تیار رہے اور محاصرہ کرنے والے کل لشکر نے شور کیا کہ کل شاہی جنگ ہوگی۔ ہر طرف سے منڈو پر حملہ کرنا چاہیے۔ فقیر کے باپ

اور چچا نے مولانا محمد سے کہا کہ آپ ہماری طرف سے عرض کیجیے کہ جو کچھ خود آپ نے فرمایا ہے سوا گجرات کے سارا ملک مندو جس کو اُس نے مسلمانوں سے لیا ہے ہم کو دیدے طے ہی ہے۔ لیکن ہم لوگوں کی گذارش یہ ہے کہ ولایت چتوڑ کو صلح میں داخل کردیں۔ مولانا محمد نے عرض کیا اور اُس نے جواب میں کہا کہ بادشاہ نے قبول کرلیا۔ آپ لوگ آئیں تاکہ اپنے کان سے سُن لیں۔ فقیر کے باپ اور چچا روانہ ہوئے۔ جنت آشیانی نے دور سے دیکھ کر عزت اور استقبال کیا۔ دونوں کا ہاتھ تھام کر اپنے خیمے میں لے گیا اور فرمایا کہ گو کہ تم قسمت سے ہم سے دور ہو لیکن تم لوگوں کو ہم سے بہت سی مناسبتیں ہیں۔ کل قلعہ میں جاؤ اور جو کچھ تم نے عرض کیا ہے منظور ہے۔ اس کو لوانی دروازے سے گجرات روانہ کرو اور ہم دلی دروازے سے قلعہ میں داخل ہوں۔ اور مولانا تمھارے ساتھ رہیں گے۔ جنت آشیانی کے سامنے اس مضمون کا رقعہ سلطان بہادر کو لکھا۔ سلطان بہادر نے منظور کرلیا۔ اس کی اطلاع جنت آشیانی کو دے دی۔ جنت آشیانی نے حکم دیا کہ کل لڑائی نہ ہو لیکن یہ حکم صرف لشکر میں شائع ہوا۔ دوسری چوکیوں تک اطلاع نہیں پہنچی۔ دوسرے دن مولانا محمد

میرے باپ اور چچا کے پاس آئے کہ سب لوگ قلعے کے اوپر جائیں اور سلطان بہادر کو نیچے لائیں۔ یہ چاشت کا وقت تھا کہ خبر پہنچی کہ مفسدین کی راہ کی طرف مغل قلعے پر چڑھ آئے۔ جنت آشیانی نے حکم دیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمہاری توجہ سے قلعہ مندو ہم کو عطا فرمایا تو اب تمہارے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ فوراً خود بدولت سوار ہوئے لیکن سلطان بہادر سو رہا تھا دو گھڑی رات گزری ہو گی کہ قادر شاہ کو خبر ملی کہ مغل قلعے پر آگئے اپنی چوکی اور مورچے سے سلطان بہادر کو اطلاع دہی لے لئے دوڑا۔ پردہ داروں نے جانے نہ دیا۔ سلطان بہادر قادر شاہ کی آواز سے جاگا اور اندر طلب کر لیا۔ قادر شاہ نے حالت عرض کیا۔ سلطان بہادر نے پانی مانگا اور وضو کر کے باہر نکلا اور گھوڑے پر سوار ہوا۔ قادر شاہ اور دو تین محل دار پیادہ روانہ ہو لئے۔ اسی اثنا میں بھوپت رائے ولد سلادی بھی آگیا۔ حکم ہوا کہ سوار ہو جائیں۔ سلطان بہادر نے قادر شاہ سے کہا کہ جس طرف سے جنت آشیانی قلعے پر آرہے ہیں اسی طرف رو برو چلیں اور لڑیں۔ قادر نے مناسب نہ خیال کیا غلط راہ اختیار کی اور کہا سہ دروازہ بازار کی طرف شور ہو رہا ہے غالباً اسی طرف

ہوں گے۔ جب سہ دروازے کے پاس پہنچے۔ جہاں خلجی بادشاہوں کا قبرستان ہے اور بہشت کے نام سے مشہور رہے۔ دو تین سو مغل سوار میدان میں دکھائی دئیے۔ سلطان بہادر نے بھوپت رائے کی طرف منہ کرکے کہا کہ حملہ کر اور خود نیچہ سائیس کے ہاتھ سے لیکر ٹوٹ پڑا۔ ایک ابلق سوار سامنے آیا اس پر وار کیا اس کو گرا کر صف پھاڑ کر باہر نکل گیا پھر لوٹنا چاہا، قادر شاہ نے بادشاہ کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور کہا کہ جنت آشیانی سامنے کھڑے ہیں۔ یہاں اپنے کو ضائع کرنے سے کیا فائدہ؟ اور سونگیر کے قلعے کی طرف جو مندو کے قلعے کے اوپر ہے رہبری کی۔ اور سونگیر کی راہ سے اتر کر پانچ چھ سواروں کے ساتھ گجرات کی طرف متوجہ ہوا۔ راہ میں قاسم خاں ملا۔ بوری خاں اور زنگی جو برسوں سلطان بہادر کے یہاں ملازم تھا اور کسی قصور کی وجہ سے بھاگ کر قاسم حسین خاں کے پاس آگیا تھا۔ اس نے سلطان بہادر کو پہچانا اور کہا کہ یہ سلطان بہادر جا رہا ہے قاسم حسین خاں نے خیال نہ کیا۔ گالی دے کر کہا کہ سلطان بہادر تین چار آدمیوں کے ساتھ اس کے کچھ معنی نہیں اور توجہ نہ کی۔ صدر خاں جو دھلی دروازے کی طرف کھڑا لڑ رہا تھا زخمی ہو گیا۔ اس کو جماعت اٹھا کر

سونگیرے گئی۔ سلطان عالم افغان دس ہزار سوار کے ساتھ سلطان
بہادر کے پاس آیا وہ بھی سونگیر گیا۔ جب جنت آشیانی کو معلوم ہوا
کہ یہ دس بڑے بڑے سردار سونگیر میں ہیں نوان کے پاس کہلا بھیجا
کہ میں نے تم کو امان دی حضور میں چلے آؤ۔ وہ چلے آئے۔ صدر خاں
چونکہ زخمی تھا اُس کی گزارش کے مطابق پالکی عنایت فرمائی۔ سلطان
عالم کو ہاتھی کی سواری کا حکم دیا۔ چند دنوں کے بعد سلطان عالم کا
حسب الحکم پاؤں کاٹا گیا اور صدر خاں ساتھ تھا۔ تین دن کے بعد قلعہ مندو
سے اُتر کر گجرات کی طرف روانہ ہوئے۔ منزل بہ منزل چلے
جاتے تھے کہ خبر پہنچی کہ سلطان بہادر عمداً خزانہ اور جواہرات
چنپانیر کو بندر دیپ بھیجتا ہے۔ یلغار کر کے بقر عید کے دن بڑے
شہر محمد آباد جس کا نام چنپانیر ہے میں عماد الملک کے تالاب پر
جو اتنا بڑا ہے کہ مثل دریا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے
تک نظر کام نہیں کرتی اور مثل نہیں رکھتا۔ تھوڑی دیر ٹھہرے۔
تھوڑا سا اطمینان حاصل ہوا۔ سلطان بہادر شہر میں تھا۔ جب
اس نے سُنا کہ بادشاہ عماد الملک کے تالاب پر ہیں تو دوسرے
دروازے سے جو حوض شکر تالاب کی طرف ہے دو سو سواروں
کے ساتھ کھنبایت کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور زیادہ تر خزانہ و

جواہرات نکال لے گیا۔ باوجود اس کے اس قدر باقی رہ گیا تھا جو شمار سے باہر اور حساب سے زیادہ ہے۔ اندازاً کئی کنوئیں سونے چاندی سے بھرے تھے سب صاف کرگئے اور کل شہر کے گھروں اور بازاروں میں آگ لگا دی تھی۔ بادشاہ خود بدولت اندر تشریف لائے اور آگ بجھانے کا حکم دیا۔ اور فوراً سلطان بہادر کے تعاقب میں روانہ ہو گئے ایک گھڑی دن باقی تھا کہ سلطان بہادر کھنبایت پہنچا گھوڑے بدل کر بندر دیب کی طرف متوجہ ہوا۔ حضور بادشاہ مغرب کے وقت کھنبایت پہنچے۔ سید شریف نام گیلانی جس نے دس سال کھنبایت کی کرورگری کی تھی وہاں کا حاکم تھا اور اُن کے لڑکے سید قاسم نے جو بانصدی منصب رکھتا تھا جس وقت سلطان بہادر کھنبایت پہنچا مُنہ چھپا لیا ایک پیالہ (پیچ) تک نہ دی۔ لیکن حضور بادشاہ کے ساتھ بہت اچھی طرح پیش آئے اور خوب مہمان داری کی اور عربی گھوڑے نذر کیے۔ ایاز نام سید شریف کا غلام اس مجلس میں خدمت کرتا تھا۔ اُس نے دغا کرنا چاہا۔ اپنے مالک سے عرض کیا اگر اجازت ہو تو اہل مجلس تھوڑے سے ہیں ان کو ختم کردوں اور جو قصور سُلطان بہادر کے بارے میں اِن لوگوں نے کیا ہے اُس کا

بدلہ لے لوں۔ سید شریف کی رگِ شرافت نے اپنا اثر دکھایا۔ غلام کو گالی دی اور خوب ڈانٹ کر اپنے سامنے سے نکال دیا۔ اور برابر بہت اچھی خدمت کرتا رہا۔ اور مراحم خسروانہ سے قوی پشت اور انعامِ شاہانہ کا امیدوار رہا۔ الغرض جب دوسری رات ہوئی کمیری دربار میں حاضر ہوا اور فریادیوں کی طرح کہا کہ میں تنہائی میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ پہلے چوبداروں نے اُس کو نکال دیا۔ آخرکار ایک درباری ملازم نے حالات دریافت کیے اُس نے کہا کہ میں بادشاہ کے حضور میں عرض کروں گا۔ جب اُس کو اندر لے گئے تو اُس نے کہا کہ میں بہت صحیح عرض کرتا ہوں کہ آج کی رات اطراف و نواحی کے گوار لوگ شبخون ماریں گے۔ میں اطلاع دینے کے واسطے آیا ہوں۔ حضور بادشاہ نے فرمایا کہ تیرے دل میں ایسی محبت کہاں سے آگئی۔ اس نے کہا کہ میرا لڑکا اُن لوگوں کے ہاتھ میں گرفتار ہے۔ میری خواہش ہے کہ اس خیر خواہی کی وجہ سے اُس کو رہا کراؤں اور اس حقِ خدمت کو شفیع بناؤں۔ حضور بادشاہ نے احتیاط پر عمل کیا اور حکم دیا کہ کل فوج حاضر رہے۔ آخیر شب میں جب دو ایک گھڑی رات باقی تھی کولی اور گوار کی فوجیں تقریباً پانچ چھ ہزار پیادہ یکبارگی

ٹوٹ پڑیں۔ حضور بادشاہ ایک ٹیلے پر مقربین کی ایک جماعت
کے ساتھ چڑھ گئے۔ کل خیمے لٹ گئے۔ صبح تک یہ لوگ لوٹتے
رہے۔ سب مغل بھاگ گئے۔ حضور بادشاہ کو یقین ہوگیا کہ
کھنبایت کے لوگوں کے بہکانے سے اِن لوگوں نے ہم پر حملہ
کیا ہے حالانکہ وہ لوگ بے گناہ تھے۔ بلکہ سلطان بہادر کے
ارکان دولت میں سے ایک شخص ملک احمد لاد نامی کھنبایت سے
بھاگ کر کولی وارہ گیا تھا اور جاسوسی کے ذریعہ سے اس کو
معلوم ہوا کہ حضرت بادشاہ چند آدمیوں کے ساتھ کھنبایت
میں ہیں۔ اُس نے گواروں کولیوں کو شبخون مارنے پر آمادہ کردیا۔
خیموں پر ایسے ٹوٹ پڑے کہ نفیس نفیس کتابیں جو بادشاہ کے
حضور میں شب و روز رہا کرتی تھیں لُٹ گئیں اور جام فیروزہ بیدر
سلطان بہادر کی بیوی اور اعظم امرا صدر خاں جو زخمی تھا اور پرورش
کے ارادے سے اُس کو اپنے ہمراہ لیا تھا۔ لیکن کچھ محافظ اُس پر
مقرر تھے کہ آنکھوں سے اُس کی حفاظت کرتے رہیں۔ اُس
رات میں جس میں گواروں نے شبخون مارا اُس کو اپنے ساتھ
لے جانا چاہا۔ اُس نے قبول نہیں کیا۔ کہا کہ میں نے حضور بادشاہ
سے عہد کیا ہے کہ میں حضور سے علیحدہ نہ ہوں گا نہ جاؤں گا۔

خیر بڑا عقلمند، صالح، متقی، خدا ترس تھا۔ اس ہلڑ میں محافظوں نے اس کو اور جام فیروز کو قتل کر دیا۔ جب حضور بادشاہ سے حال دریافت فرمایا اور انجام کار پر مطلع ہوئے تو افسوس کیا، اور قاتلوں کو قتل کرا دیا۔ پھر سلطان بہادر کے تعاقب کا ارادہ چھوڑ کر چنپانیر کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب قلعے کے نیچے پہنچے، محاصرہ کر لیا۔ جس جس طرف سے ممکن تھا لڑائی ہونے لگی۔ اور اختیار خاں سلطان بہادر کا وزیر بڑا سمجھ دار، ذہین، فہیم، موزوں خوش طبع، بے مثل معما گو تھا۔ قلعے کا انتظام اسی کے سپرد تھا۔ صلاح و تقویٰ، دینداری و خدا ترسی سے خالی نہ تھا۔ ہمیشہ حدیث و فقہ کی کتابیں، فتوے کی کتابیں تحقیق و تفتیش کے لئے دیکھا کرتا تھا کہ ہم لوگوں کو ایسے مسلمان بادشاہ سے لڑنا جس کی سلطنت قلعہ کے گرد کے شہروں کو گھیرے ہوئے ہے جائز ہے یا نہیں؟ اور چونکہ ایسا مسئلہ جو جواز یا ممانعت جنگ پر صریح ہو نہیں پاتا تھا متوقف تھا۔ لیکن سردار پوربیہ جس کی تابع جماعت کثیر تھی برابر لڑتا تھا۔ قلعے پر توپیں بہت تھیں۔ کسی کا ایک سیر کا، کسی کا دو سیر کا، کسی کا تین سیر کا گولہ تھا۔ دن بھر چلاتے رہتے تھے۔ جنت آشیانی

شہر کے باغوں اور محلوں میں جہاں توپ کا گولہ نہیں پہنچتا تھا۔ اطمینان وفراغت کے ساتھ عیش وعشرت میں مشغول تھے فوج بھی شہر کے محلوں میں رہتی تھی اور توپوں کی فیر کی وجہ سے سر اٹھا نہیں سکتی تھی۔ اتفاقاً موت کی توپ نے پوربیہ کی زندگی کا گھر ویران کردیا، اور توپ کی مہم ختم ہوگئی۔ لیکن جب مغلوں کی فوج قلعے پر حملہ کرتی تھی۔ دفعیہ کے طریقے پر توپ چلانے کی اجازت تھی۔ اختیار خاں کا خیال یہ تھا کہ چونکہ قلعہ چنپانیر کی فتح محال ہے اس لئے مناسب یہی ہے کہ مسلمانوں کے قتل کرنے میں ہم زیادتی نہ کریں۔ لیکن طالع کے زور اور اقبال کی یاوری کی اُس کو خبر نہ تھی۔ اس میں ایسا زور ہوتا ہے کہ وہ قلعہ جو زحل کے محل سے برابری اور ہمسری رکھتا ہے نہایت آسانی سے فتح ہو جاتا ہے۔ قلعہ پر خوراک کا اس قدر ذخیرہ تھا کہ اگر دس سال تک قلعے کا محاصرہ رہتا تو گھی، تیل، غلّہ، لکڑی، گھانس کی ضرورت نہ ہوتی۔ چونکہ قلعے کے لوگ روزانہ کی خوراک حضور بادشاہ سے پانے پر قناعت نہیں کرتے تھے اور قلعے کی بلندی ایک سمت ایسی تھی کہ مورچے پر چڑھ جانا دشوار تھا۔ اُس کے نیچے ایسا جنگل تھا کہ کسی کا آنا اس میں ممکن نہ تھا۔ اُس کے دیکھنے سے طبیعت کو نفرت ہوتی تھی وہاں گھسیارن

اور لکڑہاروں کی آمد و رفت کی راہ تھی۔ تیل چھپا کر جنگل سے لیجاتے تھے
اور قلعے والے اوپر سے رسیاں لٹکا کر اوپر کھینچ لیتے تھے اور اُس کی
قیمت پھینک دیتے تھے۔ قسمت کا لکھا اسی طرح تھا کہ اُن لوگوں
کا یہ طریقہ فتح کی رہبری کرے۔ ایک دن ہوا نہایت معتدل و نزہت
بخش تھی۔ حضور بادشاہ سیر و تفریح کے طریقے پر روانہ ہوئے۔
اور دور سے پہاڑ کے چاروں طرف دیکھ رہے تھے کہ یکایک کچھ لوگ
جنگل میں دکھائی دیے۔ حکم دیا کہ ان سب کو پکڑ لاؤ اور دریافت کیا۔
کیا کرتے ہو اور کس لیے اس جنگل میں گئے تھے۔ اُن کے پاس خالی
بورے دکھائی دئے۔ دریافت کیا کہ یہ بورے کیسے ہیں اور خالی کُپّے
بھی تھے۔ جب تھوڑی سختی کی تو ان لوگوں نے اصل حال کی اطلاع
دی کہ یہ لوگ اپنی روزی کے واسطے یہ کام کرتے ہیں۔ غلّہ اور تیل
اس طرح قلعے والوں کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں اور فائدہ حاصل
کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی رہبری سے بادشاہ نے وہ جگہ ملاحظہ فرمائی
خاطر مبارک میں یہ آیا کہ اس ہموار دیوار پر چڑھنا محال ہے مگر اُس
تدبیر سے جس کے موافق خداوند عالم کی تقدیر ہو جب بادشاہ لوٹے
تو یہ حکم دیا کہ ستّر اسّی لوہے کی بڑی بڑی میخیں تیار کی جائیں اور کل
ہر طرف سے لڑائی میں زور دیا جائے اور خود بدولت آدھی رات کو

تین سو یکتا جوانوں کے ساتھ اس درّے کی طرف متوجہ ہوئے اور میخوں کو پتھر کی دیوار میں داہنے بائیں گاڑ کر اوپر چڑھنے لگے۔ اور لوہے کی سیڑھی بنائی گئی تھی۔ چونکہ یہ پہاڑ ایسا نہ تھا کہ کسی کو گمان بھی ہو۔ اڑتیس آدمیوں کے اوپر چڑھنے کے بعد انتالیسواں بیرم خاں تھا۔ چالیس کا عدد ذات گرامی سے پورا ہوا۔ اس کے اوپر ایک جگہ ہے جو بہت وسیع ہے۔ اور بڑا تالاب وہاں ہے۔ قلعے والوں کے رہنے کی جگہ۔ سونے اور چاندی کے خزانے غلّوں کا انبار۔ تیل کے کنوئیں اور ہر ضروری چیز جس کی قلعہ میں رہنے والوں کو حاجت ہے کل یہاں موجود ہے۔ قلعہ سے ایک کوس اونچا ایک پہاڑ ہے جس کو ہندی میں مولیہ کہتے ہیں۔ وہاں بھی سفید دودھ کی طرح تالاب ہے اسی وجہ سے اس کو دودیہ کہتے ہیں اور دیوار اور قلعہ کی تعمیر مولیہ پر اس طرح کی ہے کہ قلعے سے پہاڑ کی چوٹی متصل ہوگئی ہے۔ جس جگہ یہ چالیس آدمی چڑھے ہیں سر راہ ہے۔ لوگ وہیں سے مولیہ پر آتے ہیں۔ اور درمیان میں پہاڑ کے اس سرے سے اس سرے تک خندق ہے۔ جب صبح ہوگئی سب تین سو آدمی اوپر آگئے اور بادشاہی حکم کے مطابق فتح مند فوج نے ہر طرف سے لڑنا شروع کیا کہ یکبارگی اللہ اکبر کہہ کر چوکیداروں

اور مورچہ میں رہنے والوں کو تیروں کی نوک سے بیکار کر دیا۔ اور قلعے کے دروازے کی طرف متوجہ ہو کر قفل توڑ کر دروازہ کھول دیا۔ فتح و نصرت خداوندی نے نہایت تیزی سے استقبال کیا۔ جو لوگ قلعے کے دروازے سے لگے ہوئے تھے اُن کے مقصود کا دروازہ کھل گیا۔ اور وہ جماعت سوار ہو کر آئی۔ بڑا شور بلند ہوا اختیار خاں نے اپنے نزدیکی لوگوں کے ساتھ بے اختیار ہو کر قلعۂ مولیہ کی راہ لی۔ جنت آشیانی اپنے ہمراہیوں کے ساتھ دیکھتے تھے کہ اہلِ قلعہ اوپر چڑھتے جاتے ہیں۔ چونکہ درمیان میں غار حائل ہے اُن کے پاس تک پہنچ نہیں سکتے تھے۔ لیکن تیر چلاتے تھے۔ جمعہ کی صبح تھی کہ یہ قیامت کبریٰ قلعے والوں پر آئی۔ قتل و خون بہت ہوا۔ اور سارا شہر لٹ گیا۔ بہت سی عورتوں اور کچھ مردوں نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر جان دے دی۔ چونکہ جنت آشیانی قتل و خون سے اپنے رحم کی وجہ سے اپنی فوج کو منع فرماتے تھے۔ اس لئے جو کچھ باقی بچ گئے تھے آپ کی مہربانی و شفقت کا طفیل تھا۔ اس کے بعد معتمد لوگوں کے ہمراہ قرآن شریف اختیار خاں کے پاس بھیجا کہ دلی اطمینان کے ساتھ ہمارے پاس چلے آؤ۔ قسم قسم کی عنایتوں سے سرفراز ہوگے اس نے اس قول پر اعتبار کیا اور بادشاہ کی خدمت

میں حاضر ہو گیا اور طرح طرح کی مہربانیوں سے عزت پائی چنانچہ
بڑی مہربانی سے فرمایا کہ اگر ہمارے حضور میں رہو گے تو قسم قسم کی
عنایتوں سے سرفراز ہوگے اور اگر تم چاہو تو ہم تم کو رخصت کر دیں
کہ سلطان بہادر کے پاس چلے جاؤ۔ اُس نے اپنے خلوص کے اظہار
میں فوراً نام مبارک ہمایوں کا ایک معمّا کہا۔ مُعمّا

کج باز بر نیاید نورِ جمالِ جاناں،
برماہ ماست روشن دلہائے راست بازاں

جنّت آشیانی نے اپنے سر سے پاؤں تک کا لباس اپنے ہاتھ سے
اُس کو عنایت فرمایا۔ چونکہ بڑا قابل تھا اس لئے اکثر وقت جنّت آشیانی
کی مجلس میں حاضر رہتا تھا۔ اس کو اپنے خاص ندیموں میں داخل کیا۔
چونکہ تین چار مہینے سے زیادہ قلعے کا محاصرہ قائم رہا۔ اس لئے
فتحمند لشکر ملک کا کام نہ کر سکا۔ فتح کے بعد اس قدر سونا اور خزانہ
ہاتھ آیا کہ اِس ملک کی دس سال کی آمدنی سے زیادہ تھا۔ ایسے
مالدار قلعے کی فتح کو چھوڑ کر انتظام ملک اور رعایا سے مالگزاری وصول
کرنے کی طرف متوجہ ہونا بے معنی تھا۔ الاھم فالاھم کے مضمون
کے مطابق قلعہ کا فتح کرنا مقدم تھا جو تمنّا اُن کے دل میں تھی پوری
طرح حاصل ہوئی۔ یعنی سونے کو ڈھال میں بھر بھر کر لشکر پر تقسیم

کیا۔ اور شمار سے زیادہ ترازو سے تول کر اُمرا و ارکان دولت کو
عنایت کیا۔ بے حد و بے قیاس نفیس چیزیں پہننے، کھانے، پینے،
سونگھنے کی قبضہ میں آئیں کہ زبانِ وصف اُس کے بیان سے
عاجز اور قلم اُس کی تشریح سے قاصر ہے بلکہ وہم بھی اس کے
سمجھنے کے خزانے تک نہیں پہنچ سکتا۔ پسندیدہ چیزوں کی زیادتی
وہم و تصور کے دائرے میں نہیں ہے۔ کیونکہ سات پشت تک
شاہانِ گجرات نے باوجود امن و امان و استقلال کے پیدا کیا تھا۔
حالت اطمینان میں اس لٹ جانے والے خزانے کا جمع کرنا صرف
اس واسطے تھا کہ اُس نے بَشِّرْ مَالَ الْبَخِيلِ بِحَادِثٍ اَوْ وَارِثٍ
کے مفہوم کے مطابق دونوں صفتیں ظاہر کیں۔ اسی سلطان بہادر
نے جو وارث تھا لاکھوں بلکہ کروڑوں کا ونڈ، سخرہ اور لونڈ
کو دیا۔ اور عنبر و مشک کے صندوق، شراب مثلث
معطر کے مٹکے اور عمدہ چیزوں کے مرتبان عرصۂ دراز تک
پاجی چوبدار، کمینے اور بازاری لوگ لوٹتے رہتے تھے اور ختم نہیں
ہوتے تھے۔ جب اس قدر نعمت موجود ہو تو محصول کے وصول
اور جمع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ سال خزانوں کی آفت
کا سال تھا۔ کاشت اور دوسرے قسم کی آمدنی آفت ارضی و

سمادی سے ایسی محفوظ تھی کہ گجرات والوں نے بندر دیب عرضی بھیجی کہ مغل قلعہ اور مال میں مشغول ہیں۔ اگر بادشاہ کوئی عامل یا تحصیل دار مقرر کرے کہ وہ مال گذاری وصول کرے تو یقیناً باموقع ہوگا۔ سلطان بہادر نے ہر ایک امیر کی طرف دیکھا مگر کوئی بھی اس کام کے واسطے تیار نہیں ہوا۔ اور اگر کوئی اس کام کی طرف متوجہ ہوتا تو اس کا یہ خیال ہوتا تھا کہ بہت سا روپیہ فوج جمع کرنے کے واسطے نقد پائے گا تو اُس کے بعد ملک میں پاؤں رکھے گا۔ ایک بادشاہی غلام تھا عماد الملک اُس کا خطاب تھا۔ بڑا بہادر اور شجاع تھا۔ اُس کی ہمّت بے نظیر تھی۔ اُس نے زمین ادب چومی اور اس کام کے واسطے تیار ہوگیا۔ سلطان بہادر نے حکم دیا کہ فوج جمع کرنے کے واسطے جتنا چاہے مانگ لے۔ اُس نے جواب دیا کہ مال و خزانہ کچھ نہیں چاہتا۔ حضور کی نظرِ عنایت چاہتا ہوں کہ سر سے پاؤں تک کا لباس اور سادہ کاغذ پر مہر چاہتا ہوں تاکہ ملک میں جو جاگیر جس اپنے مقرر کئے ہوئے شخص کو دوں جائز و جاری رہے۔ سلطان بہادر نے اُس کی تعریف کی اور نوازش شاہی سے سرفراز فرما کر فوراً اپنا لباس اُس کو پہنایا اور بہت سے

سادے کاغذ پر مہر لگا دی۔ طوق و نقارہ عنایت کر کے جانے کی اجازت دی۔ جس وقت حضور سے رخصت ہوا ستر آدمی اُس کے ساتھ تھے۔ تمام خلقت میں شہرت ہو گئی کہ اُس کو مغل کے واسطے مقرر کیا ہے۔ شہرت کی غرض سے نقارہ بجاتا انعام و جاگیر عام طریقے سے تقسیم کرتا ہوا احمد آباد کی طرف روانہ ہوا۔ احمد آباد کی فوج کا معائنہ کیا۔ پچاس ہزار سوار سے زیادہ موجود تھے۔ بتوہ میں جو احمد آباد سے باہر ہے سر راہ چھاؤنی ڈال کر وصول تحصیل میں مشغول ہوا۔ جب یہ خبر چنپانیر کے فتح کے پانچ چھ دن کے بعد حضور ہمایوں میں پہنچی تو خزانہ اپنے اُستاد مولانا محمد لاری کو اور قلعہ تردیدی بیگ کو جو آخر میں خان جہاں ہو گیا۔ سپرد فرمایا۔ اور جس قدر مال لے جا سکے ہمراہ لیا اور تمام شریفوں، امیروں، سپاہیوں پر تقسیم فرما دیا۔ تقریباً ایک لاکھ اسّی ہزار محمودی یعنی پانچ ہزار روپیہ فقیر کے باپ اور چچا کو عنایت فرما کر ان کو چنپانیر میں چھوڑا کر اپنے گھروں میں آرام سے رہیں۔ قلعہ کے فتح ہونے کے ایک ہفتہ کے بعد احمد آباد کی طرف روانہ ہوئے۔ مقدمۂ لشکر جب دریائے مہندری کے کنارے پہنچا تو شیخ حمید نامی جو کہ عماد الملک کا ہراول نتھا خان پور میں اسی دریا کے کنارے جو ایک بہت لانبی

تنگنائے ہے۔ بادشاہی ہراول سے ایک پہر دن چڑھے سے عصر کے
وقت تک لڑتا رہا۔ یہاں تک کہ شیخ حمید مارا گیا۔ دوسرے دن
جنت آشیانی نے دریا پار کیا۔ جب یہ خبر عماد الملک کو پہنچی وہ بھی
بتوہ سے جو احمد آباد سے تین کوس ہے کوچ کر کے آگے آیا۔ جس
قدر ہمایونی فوج آگے بڑھتی تھی وہ بھی آگے بڑھتا تھا۔ یہاں تک
کہ محمود آباد سے آگے بڑھ آیا۔ عسکری مرزا معہ چند امیروں کے
دس ہزار سوار لے کر ہراول کے طریقے پر قصبہ نریاد سے جو محمود آباد
سے سات کوس ہے آگے بڑھے اور عماد الملک پچاس ہزار سوار لیکر
آگے بڑھا۔ آدھے رستے پر دونوں لشکر مقابل ہوئے۔ عسکری مرزا
مقابلے کی تاب نہ لا سکے۔ نودھارا کی زقوم کی جھاڑی کی آڑ میں
پانچ چھ سواروں کے ساتھ۔ طوق و علم کو چھپا دیا۔ عماد الملک کی
فوج لوٹنے میں مشغول ہوئی کہ یکبارگی نقارے کی آواز آئی اور نیا
طوق و علم ظاہر ہوا۔ عماد الملک کی فوج میں غل ہو گیا کہ ہمایونی
فتحمند لشکر آگیا۔ اور حالانکہ جنت آشیانے پانچ چھ کوس سے زیادہ
دور تھے۔ یہ فوج یادگار ناصر مرزا کی تھی۔ قاسم حسین خاں اور
ہندو بیگ ساتھ تھے۔ عسکری مرزا کی فوج جو پریشان ہو گئی تھی
وہ پھر عسکری مرزا کے پاس پہنچی۔ مرزا زقوم کی جھاڑی سے نکلے۔

سب نے باتفاق سخت جنگ کی اور بہت خونریزی کے بعد عماد الملک کو شکست ہوئی۔ جنت آشیانی اقبال مندی کے ساتھ بعد کو پہنچے۔ بہت سے کشتے پڑے دیکھے۔ خداوند خاں ایلچی سے جو سلطان مظفر کا اُستاد اور گجرات کے چار بادشاہوں کا وزیر و وکیل تھا اور مندسور میں ہاتھ آیا تھا کہا کہ لڑائی سخت ہوئی ہے اور بہت سے کشتے ایک دوسرے کے اوپر پڑے ہیں اب بتاؤ کہ آیندہ پھر لڑائی ہوگی یا نہیں ؟ خداوند خاں نے کہا کہ اگر وہ بیروص غلام خود اس جنگ میں موجود تھا تو لڑائی یہی تھی ورنہ وہ اس قسم کے لوگوں میں سے نہیں ہے جو بغیر لڑے واپس چلا جائے۔ جنت آشیانی نے حکم دیا کہ کشتوں میں تلاش کرو شاید کوئی زندہ ہو کہ یہ امر اُس سے تحقیق کیا جائے ایک شخص زندہ ملا اُس سے دریافت کیا کہ عماد الملک اس لڑائی میں موجود تھا، اُس نے کہا ہاں۔ خداوند خاں نے عرض کیا کہ لڑائی یہی تھی۔ دوسرا کوئی اس غالب فوج سے لڑنے کے قابل نہیں ہے۔ چونکہ احمد آباد مرزا عسکری کو عنایت ہوا تھا خداوند خاں نے کہا کہ اگر حضور براہ راست احمد آباد تشریف لے جائیں گے تو شہر غارت ہو جائے گا۔ اس وجہ سے عسکری مرزا کو رخصت فرمایا اور خود احمد آباد سے ہٹ کر بسر کھیج میں نزول اجلال فرمایا۔ تیسرے

دِن مقربین کی جماعت کے ساتھ احمد آباد کی سیر کی - یادگار ناصر مرزا
کو شہر پٹن مرحمت فرمایا اور قاسم حسین خاں کو بھروج - ہندو بیگ
کو پانچ ہزار سواروں کے ساتھ کمک کے واسطے مقرر کیا کہ جہاں
کہیں غوغا ہو وہ مدد کرکے دشمنوں کو دفع کرے - خود
سور نھد، جوناگڈھ اور بندر دیپ کی طرف روانہ ہوئے پھر
راہ سے لوٹ کر چنپانیر اور احمد آباد کو بائیں طرف چھوڑ کر برہان پور
کو پار کرکے مندو تشریف لے گئے - تین چار مہینہ گذرنے کے بعد
خاں جہاں شیرازی نے جو امرائے سلطان بہادر میں سے تھا
لوساری کے پاس مجمع کرنا شروع کیا - اور وہاں سے نکل کر
قاسم حسین کے عزیز عبداللہ خاں کو شکست دے کر لوساری
سے نکال دیا - سید اسحٰق نے آکر کھنبایت پر قبضہ کیا - دونوں طرف
والے فوج جمع کرنے لگے - رومی خاں نے جو بندر سوت پر قابض
تھا، خاں جہاں سے متفق ہوکر اور اس کو لڑائی پر تیار کرکے
بھروچ کے قلعے پر لے گیا - اور خاں جہاں خشکی کی راہ سے
اس طرف متوجہ ہوا - قاسم حسین خاں مقابلہ کی تاب نہ لاسکا
بھروچ چھوڑ کر چنپانیر چلا آیا - وہ لوگ بھروچ پر قابض ہوگئے -
سیّد لاد جیو جو بڑودہ کے گردونواح میں تھے دولت آباد پہ

قابض ہو گئے۔ دریا خاں اور محافظ الملک رائسین کے قلعے میں تھے، وہاں سے پٹن کی طرف متوجہ ہوئے عسکری مرزا نے یادگار مرزا کے پاس آدمی بھیجا کہ چونکہ گجراتی پٹن کے قریب آگئے ہیں۔ صلاح اسی میں ہے کہ تم احمد آباد چلے جاؤ تاکہ باتفاق ہم لوگ جنگ کریں۔ یادگار ناصر مرزا نے جواب میں لکھا کہ میں آپ سے مدد نہیں چاہتا اور مجھ میں ان لوگوں سے لڑنے کی قوت ہے۔ اگر میں احمد آباد چلا آؤں گا تو پٹن ہاتھ سے نکل جائے گا۔ مجھ کو احمد آباد آنے کی تکلیف نہ دیجیے۔ عسکری مرزا نے اُس کی طلبی پر اصرار کیا کہ اگر تم نہ آؤ گے تو شاہی باغی قرار دئے جاؤ گے۔ وہ مجبوراً قلعہ کو چھوڑ کر احمد آباد چلا آیا۔ جب بھروچ، کھنبایت، پٹن اور بڑودہ گجراتیوں کے قبضے میں آگیا تو ہر مقام سے عرضیاں سلطان بہادر کے پاس بندر دیب میں پہنچیں کہ ہم نے بادشاہی اقبال سے مغلوں کی اس قدر چوکیاں ہٹا دیں۔ اب وہ لوگ احمد آباد میں جمع ہو گئے ہیں اگر خود بدولت وہاں، تشریف لائیں تو ہم تھوڑی سی کوشش سے ان لوگوں کو احمد آباد سے نکال دیں۔ سلطان بہادر تو اسی کا منتظر تھا۔ وہ اس کو نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر فوراً احمد آباد کی طرف

روانہ ہوا۔ فوجیں ہر طرف سے جمع ہوئیں۔ بسر کھیج پہنچنے کے بعد روزانہ مجمع میں زیادتی ہونے لگی۔ عسکری مرزا، یادگار ناصر مرزا، قاسم حسین خاں احمد آباد کے قلعے سے اساول کی طرف جو بسر کھیج کے سامنے ہے، سلطان بہادر کے مقابلے میں اُترے، تین چار دن کے بعد بے وجہ، بغیر لڑے چنپانیر روانہ ہو گئے۔ سلطان بہادر نے تعاقب کیا۔ سیّد مبارک والف خاں کو ہراول بنایا۔ چنداول مرزایان یادگار ناصر مرزا تھا وہ لوٹ کر احمد آباد میں لڑا اور یادگار مرزا زخمی ہو گیا اور لوٹ کر مرزایان کے پاس پہنچا۔ چونکہ برسات کا زمانہ تھا۔ سلطان بہادر محمود آباد کے محلوں میں اُترا۔ مرزا لوگ نہایت تیزی سے چلے جاتے تھے۔ ندی، نالے، طغیانی پر تھے۔ گولی اور کراسیہ ہر طرف لوٹ مار کرتے تھے۔ گھوڑے، خیمے، زیادتی بارش کی وجہ سے تباہ ہو گئے۔ اور کچھ ڈوب گئے۔ غرضکہ بہت پریشانی اور بے سامانی کے ساتھ عماد الملک کے تالاب پر جو چنپانیر کے قلعے کے نیچے ہے۔ گھوڑے سے خیموں میں اُترے۔ یادگار ناصر مرزا فقیر کے یہاں مقیم ہوا۔ تردی بیگ خاں نے قلعہ سے اُتر کر مرزا لوگوں سے ملاقات کی اور ہر ایک کے واسطے گھوڑا بھیجا اور دعوت کی۔ دوسرے دن مرزا

لوگوں نے جمع ہوکر ہندو بیگ سے مشورہ کیا کہ ہم لوگ جنت آشیانی کو کیا منہ دکھائیں گے اور ہندوچند سات دن کا راستہ ہے بہتر یہ ہے کہ قلعے کے خزانے کو تردی بیگ سے لے لیں اور سامان تیار کرکے پھر سلطان بہادر سے لڑیں۔ ہر ایک مرزا نے اپنے اپنے وکیل تردی بیگ کے پاس بھیجے کہ چونکہ لشکر بری حالت میں ہے اس لئے ضروری ہے کہ ہم لشکر درست کرکے پھر سلطان بہادر پر حملہ کریں قلعے پر خزانہ بہت ہے تھوڑا ہمارے پاس روانہ کرو تاکہ ہم سامان تیار کرکے لوٹ جائیں۔ تردی بیگ نے منظور نہیں کیا اور جواب دیا کہ میں بغیر حکم کے دے نہیں سکتا۔ ان دنوں سلطان بہادر محمود آباد سے بڑھ کر دریائے مہندری کے کنارے چنپانیر سے پندرہ کوس پر تھا۔ دوسرے دن تردی بیگ خاں مرزا لوگوں کی ملاقات کے واسطے آترا۔ راستہ میں ایک شخص جو اس کا معتمد تھا اور مرزا لوگوں کے پاس سے آرہا تھا اس کو ملا۔ اس نے کہا کہ مرزا لوگوں نے تیرے گرفتار کرنے کی تدبیر کی ہے۔ تردی بیگ نے خیال کیا کہ بغیر تحقیق کیے ہوئے قلعہ کی طرف لوٹ جانا مناسب نہیں ہے۔ فقیر کے گھر آترا۔ اور لوگوں کو بھیجا کہ اصلی خبر لائیں۔ آخرکار جب معلوم ہوا کہ خبر صحیح ہے تو قلعہ کی

طرف لوٹ گیا۔ اور مرزا لوگوں کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ لوگ سندھ جائیے۔ چونکہ مرزا لوگ بہت پریشان اور بے ساز و سامان تھے انھوں نے آپس میں طے کیا کہ عسکری مرزا بادشاہ ہو اور ہندو بیگ وکیل کل۔ باقی مرزا لوگوں کے واسطے بہت سے عہدے ملک کے مقرر کئے اور آپس میں معاہدہ کر لیا۔ لیکن تردد بیگ کا اصرار تھا کہ آپ لوگ جلد سندھ کو جائیں۔ اسی وجہ سے مرزا لوگوں کی فوج پر توپ کی فیرکی وہ لوگ پانچ چھ دن کے بعد روانہ ہوئے کہ آگرہ ہوتے ہوئے ولایت لوٹ جائیں۔ سلطان بہادر نے سنا کہ مرزا لوگوں نے کوچ کیا ہے وہ بھی مندری کے کنارے سامنے آیا۔ جب تردی بیگ نے سنا کہ سلطان بہادر قلعے کی طرف متوجہ ہے تو جس قدر ہو سکا خزانہ لے کر قلعے سے اترا اور کوچ کرکے پال کی راہ سے جو چھ دن میں مندو کو پہنچتی ہے۔ جنت آشیانی کی ملازمت کی طرف متوجہ ہوا۔ سلطان بہادر چنپانیر آیا اور مولانا محمود لاری اور دوسرے مغلوں پر جو وہاں موجود تھے مناسب رعایتیں کیں۔ خلعت، گھوڑے اور خرچ دے کر روانہ کیا باقی خزانے پر قبضہ کر لیا۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اب تک بعض مقام پر خزانہ ویسے ہی باقی ہے واللہ اعلم۔ تردی بیگ خاں نے مرزا لوگوں کی طے کی ہوئی بات کی

جنت آشیانی کو اطلاع دی۔ وہ فوراً سندھ کا خیال چھوڑ کر ہندوستان
کی طرف متوجہ ہوئے کہ مرزا لوگوں کے پہنچنے سے پہلے وہ آگرہ پہنچیں
اور ایسا موقع نہ دیں کہ آتشِ فتنہ بھڑکے۔ اتفاقاً گرجی کے گھاٹ
پر سامنا ہوا وہ لوگ حاضرِ خدمت ہوئے۔ ان لوگوں نے کبھی کچھ
نہیں کہا۔ بلکہ ساتھ ساتھ آگرے کی طرف چلے۔ سلطان بہادر تقریباً
دس دن چانپانیر میں رہ کر کھنبایت کی طرف روانہ ہوا۔ اور وہاں
سے سورت اور جوناگڑھ کی طرف متوجہ ہوا۔ اس کی غرض یہ تھی
کہ اس نے مغلوں کے دفعیہ کے واسطے فرنگیوں سے مدد طلب
کی تھی۔ اس کا منتظر تھا کہ وہ ضرور آئیں گے اور اب مدد کی ضرورت
باقی نہ تھی۔ اس نے چاہا کہ بندر دیپ میں پہنچ جائے۔ جب
فرنگی وہاں آئیں تو ان سے کچھ معذرت کرے اور ملک میں سے
کچھ ان کو نہ دے۔ اسی خیال سے بندر دیپ کے گرد و نواحی میں
سیر و شکار میں مصروف تھا کہ ناگہاں خبر پہنچی کہ فرنگی بہت غراب
(جو تقریباً دس سو برشہ وکلیان دجنگ جو جنگی بحری جہاز ہیں) لیکر
آئے ہیں۔ فرنگی پانچ ہزار جنگی مرد تھے۔ سلطان بہادر یہ خبر سن کر
شکارگاہ سے بندر دیپ گیا اور لوگوں کو ورنددر کے پاس جو
فرنگیوں کا بڑا سردار تھا بھیجا کہ بہت اچھے آئے آؤ خدمت میں

حاضر ہو۔ اس نے بیماری کا عذر کر کے پیغام بھیجا کہ تھکا ہوں کل یا
پرسوں حاضر خدمت ہوں گا۔ سلطان بہادر کو خیال ہوا کہ ڈرتا ہے
اسی وجہ سے نہیں آتا۔ اس کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہیے کہ اُس
کے دل سے خوف زائل ہو جائے اور چلا آئے۔ فریب بھی دینا
چاہتا تھا۔ خود تنہا سترہ آدمیوں کے ساتھ ایک غراب پر سوار ہو کر
اُن کے لانے کے واسطے چلا۔ یہ سانحہ ۳ رمضان شریف کا ہے۔
ملازمان درگاہ نے بہت کچھ عرض کی کہ افطار کا وقت قریب ہے
اس وقت جانا مناسب نہیں ہے۔ صبح کو تشریف لے جایئے گا۔
ایک بھی نہ سنی۔ حزم و دور اندیشی و احتیاط پر عمل نہ کیا حالانکہ
دولتمندوں خصوصاً بادشاہوں کو انجام بینی اور اچھے بُرے کاموں
پر غور کرنا لازم ہے۔

بیت

چو تیرہ شود مرد را روزگار　　همہ آں کند کش نیاید بکار

قضا کے پنجے میں ایسا زور ہے کہ دنیا بھر کے زبردست لوگ
اس کو مروڑ نہیں سکتے۔ تیر تقدیر نشانے ہی پر لگتا ہے۔ سپر تدبیر
سے اس کا رد محال ہے۔ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ
سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ٭ ایک ایسا حکم ہے کہ ایک لمحہ بھی
پس و پیش ہو ہی نہیں سکتا۔ اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ

كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؀ ایسا کارنامۂ ازلی ہے کہ گو کہ اپنی
حفاظت کے واسطے بُرجِ آہنی میں جا بیٹھے۔ موت کے چنگل سے
رہائی ممکن نہیں۔ الغرض اُس نے ضد کی اور فوراً روانہ ہو گیا۔
جب فرنگیوں کو سلطان بہادر کا آنا معلوم ہوا تو اُن لوگوں نے
اظہارِ مسرّت کی غرض سے توپ اور بندوق کی بہت فیریں کیں،
اور ورندو نے اپنے کو تہ بر تہ پردوں میں حفاظت سے رکھا کہ
اُس کے قول کی تصدیق ہو جائے۔ جب بادشاہ پردوں کے
اندر آئے تو اُس کی نبض پر ہاتھ رکھا تو بادشاہ کو یقین ہو گیا
کہ بناوٹ سے بیمار بنا ہے۔ اُس نے بیماروں کی سی حرکت کی
اور اپنا سر سلطان بہادر کے پاؤں پر رکھ دیا۔ سلطان بہادر نے
اُس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر کہا آؤ گھر چلیں۔ اس نے بھی اپنے کو
کھینچا۔ نرنگ قاضی بیچ میں آ گیا۔ اُس نے چاہا کہ سلطان بہادر
کو منت خوشامد سے باز رکھے۔ کشتی پر نذریں بھی سلطان بہادر
کے سامنے پیش کیں۔ لیکن سلطان بہادر نے قبول نہ کیا۔ اپنی کشتی
پر سوار ہونے کی غرض سے واپس ہوا۔ قاضی نے سامنے آکر مبالغہ
واصرار کیا۔ سلطان بہادر نے پھر بھی اعراض کیا اور نیمچہ کا وار کر دیا۔
قاضی کو قضا کی تلوار سے دو ٹکڑے کر دیا۔ فرنگیوں نے یہ حال

دیکھ کر سیٹی بجائی جو لڑائی کے موقع پر جمع ہونے کی علامت ہے۔ جس قدر غراب اطراف و جوانب میں تھے فوراً جمع ہو گئے۔ سلطان بہادر کے غراب کو بیچ میں لے لیا۔ لڑائی کی آگ بھڑک اٹھی۔ رومی خاں خواجہ صفر کا (جو فرنگی نژاد تھا شروع میں رومیوں کے ہاتھ آ گیا تھا۔ اور رومی خانی کے ساتھ ادابہ کا طریقہ لڑائی جاری کیا تھا) بیان ہے کہ جس وقت سلطان بہادر ورندو کے غراب سے اپنے غراب پر آیا اور تیزی کے ساتھ سلطان بہادر کے غراب کو لے چلے ورندو کے غراب پر سیٹی بجی۔ یہ علامت غرابوں کے جمع ہونے کی تھی۔ غراب اس طرح جمع ہو گئے کہ راہ بند ہو گئی تلوار لے کر مرنے کو تیار ہو گئے۔ سلطان بہادر پانی میں گر گیا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ سلطان بہادر چاہتا تھا کہ اپنے غراب میں آئے۔ لوگوں نے غراب کو دور کر دیا۔ اور سلطان بہادر پانی میں گر گیا۔ جب ابھرا ایک فرنگی نے اس کے سر پر نیزہ مارا پھر وہ دریا میں ڈوب گیا اور غائب ہو گیا۔ چونکہ میں ان کی زبان خوب جانتا ہوں امان طلب کی ان لوگوں نے مجھ کو قید کر لیا اور اپنے ساتھ لے گئے۔ عرصہ دراز کے بعد چونکہ میں نے ان سے

دوستی پیدا کر لی تھی اور ان کا ہم نوالہ اور ہم پیالہ ہو گیا تھا۔ بندروں سے اُن کی کشتیاں روانہ کرتا تھا اور اپنی طرف سے اُن کو مطمئن کر دیا تھا کہ مجھ کو اب یہاں سے جانا نہیں ہے کہ یکبارگی کشتیوں کے لنگر کاٹنے کے وقت کل مجلس شراب و اثاث البیت وسامانِ مجلس، چاندی، سونے کے صراحی، پیالے کو چھوڑ کر اخیر شب میں مَیں نے اپنے کو کشتی تک پہنچایا اور فوراً لنگر کاٹ کر روانہ ہوا۔ اس تدبیر سے میں نے نجات حاصل کی۔ اور اپنے کو بندر سورت تک پہنچایا۔ میرا جو سامان اور مال تجارت اُس کے شہر میں تھا۔ غلبہ و استیلاء قوت کی وجہ سے احسان خیال کر کے میرے پاس پہنچا دیا۔ غرض رومی خاں کے قول کے مطابق سلطان بہادر دریا میں غائب ہو گیا۔ چونکہ اُس کی لاش کسی نے نہیں دیکھی کئی مرتبہ سلطان بہادر ظاہر ہوا۔ کیونکہ بارہا گجرات میں جو کبھی سلطان بہادر کا ہم شکل تھا اُس نے سلطان بہادر ہونے کا دعویٰ کیا اور مارا گیا۔

مصراع :۔ یکبارہ میرد ہر کسے جامی بمیرد بارہا

ایک دفعہ نظام شاہ کے سامنے ظاہر ہوا اور چوگان بازی کی۔ اور جس اُستاد نے سلطان بہادر کو پڑھایا تھا اُس سے اور فقیر سے ربط تھا اُس نے مجھ سے کہا کہ میں احمد نگر میں تھا کہ

سلطان بہادر ظاہر ہوا اور میں نے اُس سے باتیں کیں اور نشانات دریافت کیے اُس نے بالکل صحیح جواب دیا وہ بیشک سلطان بہادر تھا۔ جب چوگان بازی سے لوٹا ارکانِ دولت و فوج پروانے کی طرح اس کے گرد جمع ہو گئے۔ جب محل سرا میں آیا پھر اُس کو کسی نے نہیں پایا۔

ہاں بادشاہوں کے واسطے خطرۂ عظیم ہے ان لوگوں کو بھی مناسب ہے کہ اپنی حفاظت پوری طرح کریں کہ دنیا کی سلامتی اُن کی سلامتی پر موقوف ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے امیدوار ہیں کہ خلیفۂ برحق کی ذات اقدس اور وجود مقدس کو وہ تمام مکروہات سے محفوظ رکھے۔ کیونکہ عالم ملکوت کے رہنے والے دنیا کے انتظام اور بنی آدم کی بہتری کے لئے دست دعا بلند کر کے اس کی گیتی پناہ بادشاہ کی سلامتی کی دُعا اللہ تعالےٰ سے کرتے ہیں۔ اور جبرئیلؑ خداوند عالم کے حضور میں عرض کرتے ہیں۔ مصرعہ:۔

یارب ز ہمہ خلق و جہاں آمین باد

الغرض سلطان بہادر کے ماتم کی تاریک رات میں ایسا تفرقہ و زلزلہ دیپ کے باشندوں میں پڑا جو کہنے اور لکھنے میں نہیں آسکتا۔

راتوں رات سلطان بہادر کی ماں اور سارا محل اور محل والے بیحد خزانہ لے کر بندر دیب سے روانہ ہو گئے۔ دوسرے دن فرنگیوں نے دیپ پر قبضہ کر لیا۔ احمد آباد خبر پہنچی اور محمد زماں مرزا جس کو سلطان بہادر نے مغلوں کے غلبے کے زمانہ میں ہندوستان بھیجا تھا تاکہ سارے ملک میں خلل اندازی کرے۔ اور وہ لاہور میں پہنچ کر تفرقہ عظیم برپا کر چکا تھا جب جنت آشیانی آگرہ آئے وہ احمد آباد پہنچا۔ یہاں اس نے سلطان بہادر کے مارے جانے کی خبر سنی فوراً وہ بندر دیپ کی طرف متوجہ ہوا کہ فرنگیوں سے سلطان بہادر کے خون کا بدلہ لے۔ اپنے کو اس ارادے کے ساتھ سلطان بہادر کی ماں کے سامنے پیش کیا۔ خود سیاہ کپڑے پہنے سرداران فوج کو بھی سیاہ کپڑے پہننے کا حکم دیا۔ سلطان بہادر کی ماں نے ... ۳ خلعتیں محمد زماں مرزا کے واسطے بھیجیں اور سیاہ کپڑے اتروا کر بندر دیپ کی طرف جانے کی اجازت دی۔ خزانہ پیچھے تھا۔ جب خزانے تک پہنچا اس پر قبضہ کر لیا۔ سب سے بڑی بات یہی ہوئی کہ خزانہ اس کے ہاتھ آ گیا۔ اور جو کچھ مشہور ہے وہ یہ ہے کہ سات سو صندوق سونے کے تھے جبشی اور ترکی غلام جو خزانے پر مقرر تھے سب کے ساتھ اس نے رعایت

کی۔ اور غضنفر بیگ وغیرہ وغیرہ کی طرح مغل بھی محمد زماں مرزا کے پاس آگئے۔ بارہ ہزار سواروں کی اچھی جماعت تیار ہوگئی۔ وہ خزانہ کے زرِ مفت کو سب پر تقسیم کرتا تھا۔ چونکہ وہ آرام طلب اور عیش پسند تھا بندر دیپ کے قرب و جوار میں عیش و عشرت میں مشغول ہوگیا۔ قسم قسم کے کھانے اور طرح طرح کے شراب سے لذّت حاصل کرتا تھا۔ اُس کو خیال گذرا کہ گجرات کی سلطنت پر قبضہ کرلیا جائے۔ اگر اُسی وقت فوراً احمد آباد جاتا تو گجرات کی سلطنت مل سکتی تھی لیکن بھنگ، افیون، شراب نے اُس کو اسی بات پر قائم رکھا کہ ہزاروں، لاکھوں کروڑوں روپیہ فرنگیوں کو رشوت دیا۔ ان لوگوں نے جمعہ کے دن اُس کے نام کا خطبہ پڑھنے کی اجازت دی۔ اس قدر فوج اور اتنے زیادہ خزانے کے باوجود کچھ نہ کرسکا۔ اگر ایسی آراستہ فوج لے کر تیزی سے احمد آباد جاتا تو گجراتی اپنے کو جمع نہ کرسکتے اور سلطنت اس کی تھی لیکن یہ اقبال کا معاملہ کب کس کو ملتا ہے۔ جب بندر دیپ میں خطبہ پڑھنے کی خبر احمد آباد میں امیروں کو ہوئی اور خزانہ پر قبضہ اور لشکر کے جمع ہونے کا حال سُنا تو سب لوگوں نے یہ طے کیا کہ جب محمد زماں احمد آباد کی طرف متوجہ ہو تو یہ لوگ شہر خالی کرکے کسی طرف

چلے جائیں اور معتبر لوگوں کے ذریعے سے اُس سے باتیں کریں۔ اسی
درمیان میں عماد الملک جو ابتدا میں عسکری مرزا سے لڑا تھا مجلس
میں آیا اور اختیار خاں اور افضل خاں سے جو سلطان بہادر کے
اعظم وکلاء میں سے تھے۔ کہا کہ آپ لوگ سلطنت کی بہتری کس میں
خیال کرتے ہیں۔ چونکہ اُس نے ان لوگوں میں حکومت کرنے کی
ہمت پائی۔ اِس وجہ سے یہ کہا کہ آپ وکیل ہیں اور میں غلام ہوں۔
جس طرح سلطان بہادر کی غلامی کرتا تھا اُسی طرح تمھاری غلامی
کروں گا۔ اس مفلوک مغل کے سامنے سر جھکانا اور اُس کو بادشاہ
بنانا بڑی بے غیرتی ہے۔ گجرات کے بادشاہوں کے غلاموں میں سے
میں زندہ ہوں اور آپ لوگ محمد زماں کے سامنے جو ہمارے بادشاہ
کا نوکر تھا سر جھکائیں، حیف صد حیف۔ اُن لوگوں نے جواب دیا
کہ اے ملک کچھ جانتے ہو کہ گجرات والوں کا حال کیا ہو گیا ہے کہ
ان لوگوں کے جگر میں تاب باقی نہیں اور پے درپے صدمے ان کو
ہوئے ہیں۔ ہمارا سلطان شہید ہو گیا۔ خزانے محمد زماں خاں کے
قبضہ میں ہیں۔ علاج کیا ہے۔ اس قدر گجراتی کہاں سے آئیں
گے کہ وہ بارہ ہزار مغلوں سے جو خزانے کے مالک ہو گئے ہیں مقابلہ
کریں۔ عماد الملک نے کہا کہ آپ ہمت نہ ہارئیے اور شہر احمد آباد دیں

بیٹھے رہیئے۔ مجھ کو ملک میں تصرف کرنے کا اختیار دے کر وکالت
کی خلعت پہنا کر اس کام کے واسطے مقرر کیجیئے تاکہ شاہی آستانہ
کو سلام کر کے دشمن کی طرف متوجہ ہوں اگر محمد زماں کو سزا نہ
دوں تو شاہان گجرات کا نمک حرام ہوں۔ مجھ کو یقین ہے کہ اگر
وہ لڑے گا تو اُس کو گرفتار کر لاؤں گا۔ اور اگر ملک گجرات سے
نکل جائے گا تو بغیر جنگ کے ہماری مراد حاصل ہے۔ ان
وکیلوں نے پہلے اس کی ہمت اور مردانگی دیکھ کر اُس کی شرطیں
قبول کر لیں کہ ملک میں جو بھی وہ فوج کی جاگیر معین کرے گا صحیح
اور جائز ہوگا۔ اس حالت میں وہ نو سواروں کے ساتھ شہر سے
باہر نکلا۔ دریا کے پار عثمان پور میں ڈیرہ ڈالا۔ جاگیر اور لشکر جمع
کرنے کو مشہور کر کے فوج جمع کرنے میں مشغول ہوا۔ جس کے
پاس تین گھوڑے تھے وہ بھی اپنا نام لکھا لیتا تھا۔ ایک لاکھ ٹنکہ
جاگیر تقسیم کی۔ یہاں تک کہ ایک ماہ میں قریب چالیس ہزار سوار
بہم پہنچ گئے۔ اس درمیان میں ایلچی لوگ میران محمد شاہ برہانپوری
کی تحریر بطور فرمان مندو سے لائے کہ تم لوگ خوب جانتے ہو
کہ میرے ماموں سلطان بہادر نے اپنی زندگی کے زمانے میں
مجھ کو ولی عہد مقرر کر کے کل امراء ارکان دولت کو حکم دیا تھا کہ

مجھ کو سلام کریں اب وصیت نامہ کے اعتبار اور وراثت کے ذریعے سے سلطنت گجرات کا سب سے زیادہ حق دار ہوں بلکہ خلافت کا صرف میں مستحق ہوں ۔ چونکہ یہ بات بہت صحیح تھی سب نے قبول کر لیا ۔ گجرات میں بھی میراں محمد شاہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا ۔ اختیار خاں و افضل خاں فرماں برداری سے پیش آئے لیکن عماد الملک نے پسند نہ کیا کہ ہمیشہ حاکم برہان پور تابع رہے والیٔ گجرات کا خطبہ اور سکہ مٹا دیا جائے ۔ اختیار خاں بڑا فاضل تھا اُس نے عماد الملک کی تسلّی کے لئے سلاطین گجرات کے نام کو اس طرح خطبہ میں درج کیا ۔ میراں محمد شاہ ابن اخت بہادر شاہ بن مظفر شاہ بن محمود شاہ الی آخرہٖ ۔ گزشتہ بادشاہوں کے نام کو زندہ کیا ۔ عماد الملک نے جب اپنی جمعیت کو چالیس ہزار سے زیادہ دیکھا محمد زماں کی طرف روانہ ہوا ۔ گمان یہ تھا کہ وہ بھی سامنے آئے گا لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ ہلا ۔ عماد الملک تیزی کے ساتھ آگے بڑھا ۔ محمد زماں خاں نے خندق کھود کر ارابہ کیا اور حسام الدین میرک ولد میر خلیفہ جو محمد زماں مرزا کا وکیل و سپہ سالار تھا باہر آکر کچھ لڑا اور پھر مورچے میں داخل ہو گیا ۔ گجراتی فوج نے محاصرہ کر لیا اور تیسرے دن

ارادہ خندق پر چڑھ دوڑے۔ محمد زماں خزانہ لے کر دوسری جانب سے چل دیا۔ میر حسام الدین میرک گجراتی فوج سے لڑتا رہا۔ محمد زماں صحیح وسلامت سندھ کی طرف متوجہ ہوا۔ عماد الملک کی فتح ہوئی۔ میرک مذکور بھی محمد زماں سے جا ملا۔ محمد زماں کچھ عرصے تک سندھ میں رہا۔ آخر کار جنت آشیانی کے حضور میں گیا اور با خلاص غلاموں میں داخل ہو کر شیر شاہ کی جنگ میں مارا گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ دریا میں ڈوب گیا اور بعض کا خیال ہے کہ لڑائی میں مارا گیا۔ عماد الملک فتحمندی کے ساتھ احمد آباد واپس آیا۔ اسی زمانے میں خبر ملی کہ موت کی فوج نے یَاۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً کا نقارہ بجا کر میران محمد شاہ پر حملہ کر دیا۔ اور اس کے زندگی کے جھنڈے کو دار البقا کے میدان میں بلند کر دیا۔ ایک مہینہ میران محمد شاہ کی سلطنت کی مدت ہے اس بے زیادتی مرض کی وجہ سے جان دی پھر ایلچی لوگ گجرات میں آئے اور اصرار کیا کہ جس طرح گجرات میں میران محمد شاہ کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا اسی طرح اب اس کے بیٹے کے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔ یہ لوگ اس کے باپ کے بارے میں گفتگو کرتے تھے بیٹے کے بارے میں کیسے راضی ہو جاتے۔ جواب دیا کہ پہلی مرتبہ سلطان بہادر کی

وصیت ہم نے قبول کر لی تھی اور جب سلطانؔ بہادر نے میران محمد شاہ کو ولی عہد مقرر کیا تھا اپنے بھتیجے محمود کو میران کے سپرد کیا تھا۔ چونکہ سلطانؔ بہادر محمود کے باپ لطیف خاں سے بہت محبت رکھتے تھے لہذا ملک گیری اور دفع فتنہ کے واسطے یہ کہا تھا اور ٹھیک کہا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ ملک کا وارث وہی ہے۔ چونکہ میں نے تجھ کو ولی عہد مقرر کیا ہے۔ اس لئے وارث ملک کو تیرے سپرد کرتا ہوں۔ تجھ کو اختیار ہے مار ڈال یا زندہ رکھ۔ اُس نے بڑی مہربانی اور خدا ترسی یا سلطانؔ بہادر کے خوف اور غیرت سے کہ کہیں امتحان نہ ہو بہت اچھے طریقے سے اُس کی حفاظت کی اور رعایت کرتا تھا۔ اس وقت وہ بیاول کے قلعہ میں زندہ و سلامت ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس کو یہاں بھیج دو کہ ہم اسے تخت سلطنت پر بٹھائیں۔ اس کام کے واسطے مقبل خاں برادر اختیار خاں کو مقرر کیا کہ فوراً شاہزادے کو لائیں۔ اگر برہانپوری شہزادے کو نہ بھیجیں تو اُن پر فوج کشی کی جائے۔ جسے باہر بھیج دیئے۔ جب مقبل خاں گیا تو برہانپوریوں نے شہزادے کو دے دیا۔ اُس کو گجرات لے آئے۔ بقر عید ۹۹۴ھ کے دن مقبل خاں شہزادے کو بھروچ لایا۔ وہیں بڑی مسرت کے ساتھ

وارث سلطنت کو سلطنت ملی۔ بڑی خوشی عید کی منا کر احمد آباد کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب احمد آباد پہنچے سلطان محمود اُسی طرح مقبل خاں کے قبضے میں تھا۔ یہ بات عماد الملک اور باقی خاص لوگوں کو پسند نہ آئی کہ کل ارکان دولت نئے بادشاہ کے گرد کیوں رہیں۔ دربار کے اندر ایک باغ تھا اس میں عماد الملک اور دریا خاں نے مشورہ کر کے اختیار خاں کو تنہائی میں بلایا۔ اثنائے گفتگو میں سخت باتیں ہونے لگیں۔ عماد الملک نے کہا کہ تو ایک ملّا سے زیادہ نہ تھا۔ گجرات کے بادشاہوں نے تجھ پر مہربانی کی۔ اب تو نمک حرامی کرتا ہے اور برہان پوریوں سے مل گیا ہے۔ اختیار خاں نے کہا کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں مجھ کو زندگی اور دنیاوی دولت کی کیا امید ہے کہ میں اس بڑھاپے میں نمک حرامی کروں۔ مجھ کو تیرا مقصود معلوم ہے۔ جھوٹا الزام لگانے کی ضرورت نہیں ہے اس سے اور کیا اچھا ہو گا کہ میں دنیا سے مظلوم جاؤں اور تیری گردن پہ پاؤں رکھ کر پل صراط سے پار ہو کر بہشت میں داخل ہوں۔ اس جملے سے اُس کا غصہ اور زیادہ ہو گیا۔ فوراً تسلی اُس کی گردن میں کس دی۔ اُس کی روح ساکنان عالم بالا سے مل گئی۔ اُس کو اُسی باغ میں لوگوں نے دفن کر دیا اور

سلطان عماد الملک و دریا خاں اور اُن کے قوم و قبیلے کی حفاظت میں مشغول ہو گئے۔ اور اچھی ساعت اور عمدہ زمانے میں اُس کو تخت پر بٹھایا کہ خیر و خیرات کے پھل اور برّ و احسان کے نتیجے اس قدر زیادہ ہوئے کہ تمام مخلوق کے سامنے مہربانی کے دروازے اور زمانے کے چہرے پر کامیابی کے در کھل گئے۔ جیساکہ نئے بادشاہ کے جلوس کے موقع پر ہوا کرتا ہے ہر ایک امیر و وزیر و ارکان دولت و فوج و اکابر و اشراف کو اُن کے مرتبوں کے مطابق خزانہ عطا کیا۔ دریا خاں کو وکیل مطلق العنان مقرر کرکے بادشاہی مہر اُس کے سپرد کی۔ اور عماد الملک سپہ سالار و میر لشکر و حاکم علی الاطلاق قرار پایا۔ لیکن تھوڑے دنوں میں امیر و وزیر میں جھگڑا ہو گیا۔ لوگوں نے دریا خاں کو پسند کیا۔ وہ بادشاہ کو شکار کے واسطے لے گیا۔ وہاں سے چنپانیر چلا گیا اور دریائے مہندری کے کنارے قیام کیا۔ عماد الملک نے خزانے کا منہ اور کرم کا ہاتھ کھول دیا۔ اور شاہی قور کو اپنا امام اور قبلہ بنا کے ہر صبح کو سلام کرنے جاتا تھا اور اشرفیاں لٹاتا تھا۔ فوراً اُس کے پاس بڑا مجمع ہو گیا۔ وہ دریا خاں کی طرف متوجہ ہوا کہ سلطان کو اس کے قبضے سے نکالے۔ جب

بزیاد کے قبضے میں پہنچا تمام اُمرا و فوج مال لے کر سلطان کی طرف چلے۔ عماد الملک ان کا مقابلہ نہ کرسکا۔ دریا خاں کے پاس آدمی بھیج کر صلح کرنی چاہی۔ انجام کار اس طرح صلح ہوئی کہ عماد الملک سورٹھ کے ملک میں بیرم کانو کی طرف جو اُس کی جاگیر ہے چلا جائے اور سلطان دریا خاں کے ساتھ احمد آباد آئے۔ ایسا ہی کیا گیا —

احمد آباد آنے کے بعد عماد الملک کی جاگیر میں سے دریا خاں دوسرے امرا کو جاگیریں دیتا تھا اور ان کو فرمان دے کر جاگیر پر قبضہ کرنے کے واسطے بھیجتا تھا اور عماد الملک اپنی جاگیر سے دست بردار نہیں ہوتا تھا۔ معاملہ اس حد تک پہنچا۔ کہ دریا خاں سلطان کو عماد الملک پر چڑھا لے گیا اور لڑائی چھڑ گئی۔ عماد الملک شکست کھا کر برہانپور کی طرف چلا گیا۔ شاہی فوج نے اُس کا تعاقب کیا۔ برہان پوری لشکر سے مقابلہ ہوا۔ اِس کو بھی شکست ہوئی۔ عماد الملک مالوہ و مندو بھاگ گیا۔ ملو خاں قادر شاہ نے اُس کو جگہ دی۔ میران مبارک شاہ برہان پوری سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور دریا خاں سلطان کے ساتھ احمد آباد آیا۔ دو سال کے بعد جب سلطان اور بڑا ہوا تو دریا خاں کے قبضہ سے نکل کر عالم خاں کے قبضے میں ہو گیا۔ اِن معاملات کے حالات لکھے جائیں تو

یقیناً بات بہت بڑھ جائے گی۔ الغرض دریا خاں نے ابتدا میں تمام شاہی خزانہ۔ ہاتھی سلطان خاں کے پاس بھیج دیا کہ ہم حضور کے غلام ہیں۔ اور حضور اب بڑے ہوگئے ہیں۔ ملکی کاروبار خود کرسکتے ہیں۔ حضور کو مبارک ہو۔ غلاموں کو جہاں جاگیر عنایت ہوگی وہاں رہ کر سرحد کی حفاظت کریں گے۔ لیکن چنپانیر کا جاگیردار۔ محافظ خاں۔ دریا خاں کا عزیز تھا وہ اپنے جاگیر سے آیا اور دریا خاں سے کہا، تو پاگل ہوگیا ہے۔ تو چاہتا ہے کہ ایسا کرنے کے بعد زندہ رہے۔ یہ محال ہے۔ لوگوں کو بھیج کر خزانہ و اسباب واپس منگالیا۔ یہ بہت برا ہوا۔ صحیح رائے وہی تھی جس پر دریا خاں نے عمل کیا تھا۔ لیکن چونکہ ان لوگوں کا اقبال ختم ہوگیا تھا ایک شخص کو سلطان احمد بانیٔ احمد آباد کے خاندان سے تلاش کرکے ڈھونڈ نکالا اور کل فوج لے کر سلطان محمود پر چڑھائی کی۔ عالم خاں اور اُس کے کل عزیز جو کام کے لائق تھے سلطان محمود کے ساتھ تھے جان دینے پر آمادہ ہوگئے۔ لڑائی چھڑ گئی۔ عالم خاں خود محافظ خاں کے مقابلے میں میمنہ میں اور الف خاں میسرہ میں تھا۔ سلطان محمود کے داہنے اور بائیں سے دشمن پر غالب آئے۔ دریا خاں غول میں تھا۔ اُس کا بیٹا سلطان مظفر کے خطاب کے

ساتھ جرار فوج لے کر سلطان محمود کے مقابل ہوا۔ سلطان محمود
کے ہراول جو امرائے قدیم میں تھے مارے گئے۔ اور سلطان محمود
کے بعض مقرب میدان جنگ سے چلے گئے۔ میدان دریا خاں کے
ہاتھ رہا۔ تین شبانہ روز میدانِ جنگ میں رہا، لیکن کوئی اُس سے
نہ ملا۔ پھر اُس نے سُنا کہ عالم خاں احمد آباد گیا۔ دریا خاں نے
اُس پر چڑھائی کی۔ عالم خاں احمد آباد سے نکل کر سلطان کے
پاس پہنچا۔ فوج سلطان کے پاس رہی۔ عالم خاں احمد آباد
روانہ ہوا۔ دریا خاں احمد آباد سے نکل کر چنپا نیر کی طرف چلا۔
قلعہ چنپا نیر والے سلطان کے ملازم تھے۔ دریا خاں کو قلعہ میں
نہیں آنے دیا۔ سلطان و عالم خاں چنپا نیر گئے۔ دریا خاں
برہان پور کی طرف متوجہ ہوا، وہاں سے ہندوستان چلا گیا۔
اور شیر شاہ کا نوکر ہو گیا۔ عالم خاں سلطان کے حضور میں تھا۔
جب سلطنت پر سلطان محمود کا پورا تسلط ہو گیا تو روزانہ سلطنت
مضبوط اور نظامِ سلطنت میں ترقی ہوئی۔ تمام معاملات میں
اُس نے استقلال پیدا کیا۔ عمدہ طریقے سے دشمنوں کو توڑا اور
دوستوں کی مدد کی۔ اور قرب و جوار کے راجہ لوگوں سے ممالک
فتح کیے۔ گرد و اطراف کے سلاطین اس کی سلطنت کو سلطنت

سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ جنت آشیانی ہندوستان فتح کرنے کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اس کو ایک عنایت نامہ مہربانی سے لکھا۔ اس کا مضمون یہ تھا کہ ہمارے مجاہدوں کے سردار سلطان بہادر کے درمیان اخوت و برادری کا عہد تھا اور ظاہرہ محبت و اخوت کی بنیاد میں شیطانی اغواء کی وجہ سے خلل پڑ گیا۔ اور شیطان کے بھائیوں کی تحریر سے معاملہ یہاں تک پہنچا، جہاں تک نہ پہنچنا چاہئے تھا۔ دونوں طرف ندامت ظاہر ہوئی۔ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا کے مضمون کے مطابق دلی محبت ترقی پر ہے۔ تم بھتیجے بمنزلہ فرزند کے ہو۔ دونوں طرف کی بہتری کا طریقہ یہی ہے کہ تم دوستی کے جھنڈوں کے بلند کرنے پر اس طرح کمر باندھو کہ دوستوں کو فتح اور دشمنوں کو شکست ہو۔ لہذا یہ مناسب ہے کہ تم اس طرف سے سندو فتح کرنے کی طرف متوجہ ہو اور ہم بھی مخالف باغیوں کی بیخ کنی کرتے ہوئے آتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ بلند اقبال اور مبارک طالع کی رہبری سے تمام مقاصد اور امیدیں نہایت جلد اور اچھے طریقے سے حاصل اور مکمل ہوں گی۔ سلطان محمود نے اس نامۂ ہمایونی کے پانے کے بعد دل و جان سے دوستی کرنے کا قصد اور اتفاق کا ارادہ کر لیا۔ اپنی فوج کا معائنہ کیا۔ پچاس ہزار سوار نکلے۔ خیمہ سندو پر چڑھائی کرنے

کے واسطے باہر گاڑا۔

چونکہ ربیع الاوّل ۹۶۱ھ کا مہینہ تھا۔ ہر سال کے دستور کے مطابق جو گجرات کے بادشاہوں کا طریقہ تھا۔ چاند رات سے بارھویں تک جو حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی ولادت کا زمانہ ہے، اشراف، علماء، اکابر، صلحاء، مقربین کو جمع کرکے قرآن پاک کا ختم کراتے تھے، تقریریں بھی ہوتی تھیں۔ قسم قسم کے کھانے اور طرح طرح کی پینے کی چیزیں قہوہ۔ میوہ خوشبو بے حد خرچ کرتے تھے۔ بارہویں تاریخ کو کھانے کے بعد خلعت کی سینیاں اور عمدہ کپڑے اشرفی کی تھیلیاں خوانوں میں رکھ کر لوگوں کے مرتبوں کے موافق سوا اشرفی سو کپڑوں سے لے کر بارہ اشرفی اور بارہ کپڑے اہلِ مجلس کو دیتے تھے اور فقیروں اور مسکینوں کو عمدہ کھانا اور ایک ایک کپڑہ اور ایک ایک اشرفی تقسیم کرتے تھے۔ اور حُسن عقیدت سے سلطان خود لوٹا اپنے ہاتھ میں لے کر مجلس کے صدر میں بارہ آدمیوں کے ہاتھ پر پانی ڈالتا تھا اور اس عمل کو موجب برکت خیال کرتا تھا۔ اتفاقاً مذکورسن میں سلطان محمود شکار میں گیا تھا۔ بارھویں تاریخ جب

یاد آئی۔ شکار سے یلغار کرتا ہوا اپنے کو کھانے کے وقت پہنچا کر معمولی انعام و اکرام میں مشغول ہوا۔ چونکہ یلغار اور شکار میں تھک گیا تھا حمام گیا۔ نہایا اور تخت پر آکر لیٹ گیا نشہ کی چیزیں بھی زیادہ استعمال کیں سو گیا۔ محلدار سلطان کے سر کے بالوں کو باس رہا تھا۔ باسنے کی حالت میں بے دولت محلدار جس کا نام دولت تھا۔ اور برہان کمبخت کا بھانجہ تھا۔ یہ برہانِ شاہی غلام زادوں میں سے تھا۔ اِس کی ظاہری حالت بہت اچھی تھی۔ اسی وجہ سے شکار اور قیام میں سلطانی خدمت کیا کرتا تھا۔ اِس شکار میں کم خدمتی کی وجہ سے عتاب شاہی میں مبتلا اور مقید کر دیا گیا۔ ایک روشن دان اُس کے منھ کے سامنے رکھا گیا تھا اس کو کچھ دنوں اسی روشن دان سے کھانا پانی دیا گیا۔ پھر اُس کو اِس دراز دستی کے واسطے رہا کر دیا۔ اور اپنی خدمت میں رکھ لیا۔ آخر کار اُس دُم کٹے سانپ نے اپنا کام کیا اور موقع کو غنیمت جان کر طمع خام کی وجہ سے کیونکہ اُس نے پے در پے منجموں سے سُنا تھا کہ اُس کے طالع کے زائچہ میں سلطنت ہے اُس نے اِس اہم کام کی طرف پیش دستی کی یعنی اُس کے کہنے سے اِس دولت بے دولت نے سلطان کے لانبے لانبے بالوں کو نیند اور نشہ کی بیہوشی میں پلنگ کی پٹی سے مضبوط باندھ دیا۔

برہان نے نیمچہ سلطانی نکال کر گلے پر پھیر دیا۔ سلطان جاگ اُٹھا۔
دونوں ہاتھوں سے تلوار دور کرنی چاہی۔ اس کا سر پلنگ سے
بندھا ہوا تھا۔ ہاتھ بھی کٹ گئے۔ باوجود اس حالت کے
برہان پر کچھ اثر نہ ہوا۔ استقلال کے ساتھ باہر جاتا اور اندر
آتا تھا اور احکام شاہی پہنچاتا تھا کہ یہ یہ حکم دیا ہے۔ اور جو کام
اپنے واسطے قرین مصلحت خیال کرتا تھا سلطان کے نام سے
اس کا حکم دیتا تھا۔ اس کا خاص ارادہ یہ تھا کہ چونکہ امیر و
وزیر اُس کو قبول نہ کریں گے۔ اس لئے ایسا انتظام کرنا
چاہیئے کہ اس کی سلطنت قائم ہو جائے۔ پھر جس قدر امیر
اور سردار اُس کے خلاف ہوں سب کا خاتمہ کر دے۔
محلداروں کو ہر ہر امیر کے گھر بھیج کر طلب کیا۔ اور بھالکمار کا
گروہ جو شیروں سے لڑ کر، شیروں کو مار کر خود زندہ مخفی رہتے
تھے۔ ان کی تعداد ایک سو اسی (۱۸۰) تھی۔ یہ جماعت برہان کی
ماتحت تھی اُن کو بادشاہی حکم سنایا کہ دس آدمی جو تم میں سے
بہت زیادہ دلیر ہیں تاریک مکان کے اندر دروازے کی
آڑ میں کھڑے رہو اور جو شاہی غضب کا مارا اندر آجائے
تم لوگ فوراً اُس کو بے تردّد قتل کر دو۔ چونکہ خداوند خاں

اور آصف خاں بڑے وزیروں میں تھے اُن میں سے ایک ایک کو مشورہ کے بہانے سے اندر طلب کیا۔ جب اندر آتے حجرے میں بھیجا۔ بھا لکماروں نے حکم کی تعمیل کی مقتولوں کی لاش راہ سے ہٹا کر گوشہ میں ڈال دی۔ اسی طرح دس بارہ امیروں، وزیروں وکیلوں اور با اختیار لوگوں کو قتل کیا۔ اور گھڑی گھڑی اشرفیوں کی سینیاں مطربوں اور کلاونتوں کو بھیجتا تھا کہ اور زور سے گاؤ شاہی محل میں گانا اس زور و شور سے اس واسطے ہو رہا تھا کہ بادشاہ پر کیفیت طاری ہے۔ اور اس قدر بے موقع انعام دے رہے ہیں حتیٰ کہ افضل خاں کی باری آئی۔ اُس کو اندر طلب کیا۔ برہان پردے کے پاس بیٹھا تھا۔ چونکہ ہمیشہ سلام اور تعظیم کرنے کا عادی تھا۔ چند قدم آگے بڑھا اور کہا کہ آپ یہاں بیٹھیے میں دربار میں اطلاع دوں۔ یہ کہہ کر اندر گیا پھر باہر آیا اور کہا کہ وہ کہتے ہیں کہ تم میرے وزیر قدیم اور میرے چچا کی جگہ ہو۔ آصف خاں اور خداوند خاں نے دشمنی کو دوستی کے لباس میں ظاہر کیا اور ملک کو خراب کر دیا۔ وہ لوگ اپنی سزا کو پہنچے۔ پھر ان دونوں بھائیوں کے حق میں چند سخت باتیں کہیں۔ افضل خاں نے کہا کہ اگر بادشاہ کچھ کہیں تو تیری یہ مجال نہیں ہے

کہ گستاخی کرے۔ برہان نے کہا حکم ہوا ہے کہ حرف بحرف کہوں اور حکم ہوا کہ جس طرح پہلے تم سر براہی کیا کرتے تھے اُسی طرح اب تمھارے متعلق ہے اور یہ خلعت خاص ہے اس کو پہنو اور آکر سلام کرو۔ افضل خاں نے خیال کیا کہ بادشاہ غصہ میں ہیں حکم نہ ماننے کا نتیجہ خراب ہے کہا کہ اے برہان تجھ کو معلوم ہے کہ جب بادشاہ خلعت عطا فرماتے ہیں تو روبرو عطا فرماتے ہیں۔ تو جا اور عرض کر کہ حضور کے حکم کا سوا اطاعت کے چارہ نہیں ہے۔ لیکن دستور یہ ہے کہ خلعت حضور میں پہنی جاتی ہے۔ پہلے حضوری سے سرفراز کیا جاؤں پھر جو حکم ہوگا بسروچشم بجالاؤں گا۔ برہان اس مرتبہ گیا اور آیا اور افضل خاں سے کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ میں آپ کا خیر خواہ ہوں۔ حضور بادشاہ بہت غصہ میں ہیں آپ خلعت پہن لیجئے اور فوراً آکر سلام کیجئے۔ افضل خاں نے اس کو اپنا دوست اور خیر خواہ خیال کیا خلعت کو کاندھے پر ڈال کر ایک ہاتھ آستین میں ڈال اور اندر چلا کہ دوسرا ہاتھ بادشاہ کے حضور میں آستین میں ڈالوں گا۔ جب یہ دونوں اندر پہنچ گئے۔ افضل خاں نے دیکھا کہ سلطان چادر اوڑھے ہوئے ہیں۔ برہان سے کہا کہ تو اس قدر جھوٹ

کیوں بولا۔ برہان افضل خاں کا ہاتھ پکڑ کر بادشاہ کے قریب لے گیا اور چادر اُٹھائی اور کہا کہ یہ بادشاہ ظالم ستمگر تھا۔ اُس کا انجام یہ ہوا۔ اب آپ میرے سر پر ہاتھ رکھیئے اور مختار کل ہو جایئے۔ ایک ٹکڑا روٹی کا مجکو دیجیئے گا مجھے قبول ہے۔ افضل خاں نے جب یہ حالت دیکھی غصّے سے بے خود ہو گیا۔ جب ہوش درست ہوئے تو کہا، عبد الصمد کو ہر گز کسی نے دھوکا نہیں دیا تھا۔ ستر سال کی عمر میں بُرہان نے دھوکا دیا۔ اور گالی دے کر کہا۔ فوراً مجھ کو میرے مالک کے پاس پُہنچا۔ برہان جب نا امید ہو گیا تو اُس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کیا دیکھتے ہو اس کا کام تمام کر دو۔ فوراً تلوار سے قتل کر دیا۔ اس کے بعد استقلال کے ساتھ بیٹھ کر اپنے حکم سے کل ولایتوں۔ پٹن۔ بھروچ۔ بڑودہ چنپانیر۔ کھنبایت۔ دھولقہ۔ بیرم کانو۔ سورٹھ وغیرہ وغیرہ کے حاکموں کے نام تیس چالیس فرمان لکھے اور سانڈنی سواروں کو دے کر روانہ کیا کہ حسب تقدیر یہ قضیہ ظاہر ہوا۔ اور ظالم مخلوق کے سر سے دور ہوا۔ تم کو مہربان۔ عادل سکندر شاہ زر زری زر بخش نے قبول کر لیا ہے۔ اِس نعمت کے شکرانے میں بارگاہ الٰہی میں سجدے کرو اور اپنے متعلق خدمت میں مشغول رہو۔ اور بدستور

سابق خیر خواہی کی راہ پر اور نیکو خدمتی کے طریقے پر قائم رہو، تم لوگ برقرار رکھے جاؤ گے اور دو گنے منصب سے سرفراز ہو گے۔ سانڈنی سواروں کے روانہ ہونے کے بعد جتنے قیدی قید خانوں میں تھے خواہ باقی دار عامل خواہ امراو کروری خواہ چور۔ ڈاکو۔ خونی سب کو آزاد کر دیا۔ جو امیر و سپاہی تھے اُن کو معافی کی خوشخبری دے کر خانی اور سلطانی کا خطاب دیا۔ حجام کو طلب کر کے اپنی لانبی ڈاڑھی منڈادی۔ حمام میں گیا اور جامہ دار خانہ شاہی سے خلعت نکال کر پہنی۔ سر پر تاج شاہی رکھا۔ گردن میں موتیوں کی تسبیح ڈالی۔ مرصع بازو بند بازو پر باندھا۔ کمر باندھ کر شاہی تلوار سامنے رکھی۔ اور حکم دیا کہ سر پر چتر لگایا جائے۔ اشرفیوں سے بھرے ہوئے خوان اُس کے منحوس سر پر صدقے کیئے گئے۔ لوگوں کو ان کے لوٹنے کا حکم ہوا۔ ہر کام کے منتظم قتل کے خوف سے فرماں برداری کرنے لگے۔ اُن کو نئی نئی مہربانیوں اور بے اندازہ بخشش سے سرفراز کرتا تھا اور اُسی مضمون کے مصرع کو زبان حال و قال سے تکرار کرتا تھا مصرع

سلطنت گر ہمہ یک لحظہ بود مغتنم است

نوبتی ہاتھی گھوڑوں کو تیار رکھ کر ترکش کمر میں باندھا۔ جب چنگیز خاں کا باپ عمادالملک اور الغ خاں حبشی اور دوسرے

امرائے لشکر اور ہاتھیوں کے ساتھ شاہی دروازے پر آکر جمع ہوئے۔
صبح ہوگئی تھی کہ یہ لوگ اندر آئے۔ وہ بھی اپنے تھوڑے عزیز و
اقارب کے ساتھ پوری دلاوری اور شیر دلی سے لشکر کے سامنے
آیا اور نیزے بازی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اُس کے ساتھی اس کو
تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس طرف سے شروان خاں جو
مبارز الملک کے بھائی نے اُس پر حملہ کیا اور آبدار تلوار سے اُس
کے ذلیل خون کو جہنّم میں بھیج دیا۔ اُس کی آنتیں پیٹ سے باہر نکل
آئی تھیں۔ پاؤں میں رسی باندھ کر بازار کے میدان میں ڈال دیا۔
اُس کے کل عزیز و اقارب تتر بتر ہو گئے۔ قیاس یہ ہے کہ جس طرح
دوزخ کا نصف عذاب قابیل پر ہابیل کے قتل کی وجہ سے ہوتا ہے۔
اور بقیہ نصف عذاب تمام مخلوق کے واسطے مقرر کیا گیا ہے، اُس
نصف کا بڑا حصّہ برہان پر ہوگا۔ (کیونکہ اُس نے سلطان مہربان
عاقبت محمود کو ۹۶۱ھ میں شہید کر دیا)۔ اس سال کے شہید بادشاہوں
اور جنّتی سلطان کے وفات کی تاریخ اُس طرح کہی گئی اور اس نظم میں درج
کی گئی:۔

قطعہ

سہ خسرو را زوال آمد دریں سال — کہ ہند از عدل شان دار الامان بود
یکے محمود شہ سلطانِ گجرات — کہ او چون دولت خود نوجوان بود

دوم اسلام شہ سلطان دھلی　کہ او در عہد خود صاحبقران بود
سوم آمد نظام الملک بحری　کہ در ملکِ دکن خسرو نشان بود
ز تاریخ وفات این سہ خسرو　چو می پرسی زوالِ خسروان بود

اس کے قتل کے بعد کل امراء و ارکان دولت نے اعتماد خاں کے یہاں آکر بادشاہ کے فرزند کو طلب کیا۔ چونکہ بادشاہ کم سِن نوجوان تھا اور اُس نے اپنے چچا سلطان بہادر کا قصہ اپنے باپ لطیف خاں کے ساتھ اور دوسرے چھوٹے بڑے چچاؤں کے ساتھ جن کی تعداد حدِ شمار سے زیادہ تھی سُنا تھا۔ اس لئے اُس نے پسند نہیں کیا کہ اُس کے لڑکوں کے سامنے ایسی حالت پیش آئے۔ فوراً حمل قرار پاتے ہی قبل اس کے کہ سُلطان روح ملک جسم جنین میں آئے اور تخت وجود ثُمَّ اَنْشَاْنٰہُ خَلْقاً آخَرَ فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْن پر جلوس کرے اس نقطہ اور علقہ اور مضغہ کو رحم تنگ مقام سے ویران کر دیتا تھا۔ گو کہ اس کی نیت انجام کی خرابی کو دور کرنے کی تھی لیکن اس خراب کام کی نحوست نے اُس کی نسل منقطع ہونے کے نقصان کا سزاوار قرار دیا۔ اعتماد خاں نے سچائی کے ساتھ قسم کھائی کہ سلطان لاولد اور منقطع النسل ہے۔ پھر ارکان دولت نے مبالغہ کر کے کہا کہ اگر اس کے لڑکی ہو تو بھی ہم کو اس کو تخت نشین

کرنا قبول ہے۔ اعتماد خاں نے دوبارہ قسم کھائی یہی وجہ ہوئی کہ کسی عزیز بعید کی تلاش ہوئی۔ رضی الملک نے احمد شاہ بانیِ احمد آباد کی اولاد میں سے پانچ چھ بطن کے بعد ڈھونڈھ نکالا۔ لڑکے کی عمر بارہ سال کی تھی۔ اور ضرورت کی وجہ سے اُس کو تخت پر بٹھایا۔ تُؤتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ سب نے بالاتفاق اُس کو بادشاہ تسلیم کرکے خزانے کا مالک قرار دیا۔ تمام امراء ارکان دولت نے لشکر کا نام لکھ کر اِن کے قدر اور منصب کے مطابق تنخواہ مقرر کی۔ انعام واکرام تقسیم ہوئے۔ سونا کثرت (اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا) کی وجہ سے سستا ہوگیا۔ امیروں کو لاکھوں کروروں حصے میں ملے۔ جواہرات و مرصع آلات کے متعلق بادشاہ کے گجرات کی روانگی کے وقت عماد الملک اور ملک شرق نے یہ خیال کیا کہ یہ عمدہ چیزیں اور مرصع آلات کو کسی ایسے غریب آدمی کے پاس رکھنا چاہئے کہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ آئے۔ یہ خیال کرکے سیوجی طبیب اور اُس کے بھائی کے سپرد کر دیا جو ملکِ شرق کے خاص آدمیوں میں تھے۔ تب حضور والا نے اس کو کسی پرگنے کا کروری مقرر کر دیا اور اس وجہ سے امن وامان ہوگیا تو امانت واپس مانگی۔ اس نے صاف انکار کر دیا۔ بہت سختی اور واپسی کی بہت تدبیر کی گئی مگر فائدہ

نہیں ہوا۔ اس نے قبول نہیں کیا۔ الغرض ملک شرق اسی غم واندوہ میں
بیمار ہوگیا۔ اور اسی بیماری میں مرگیا۔ میران مبارک شاہ کو سلطنت
گجرات کا خیال احمد شاہ کے جلوس کے ابتدا میں ہوا۔ وہ سوار دیوہی
کے قریب تک آیا۔ یہاں سے کل امرا سلطان کو لے کر میدان میں
گئے۔ وہ مقابلہ کی تاب نہ لاسکا۔ تھوڑے دن میں واپس چلا گیا۔
اسی سال یعنی ۹۶۲ھ میں حضور جنت آشیانی نے بحکم تقدیر ربانی
اس جہان فانی سے سلطنتِ ملکِ جاودانی کی طرف انتقال فرمایا۔
جب یہ خبر گجرات پہنچی تو اعتماد خاں اور دوسرے امرا نے جو احمد آباد
میں تھے گجرات کے دستور کے مطابق ان کی پاک روح کے ایصال
ثواب کی غرض سے جامع مسجد احمد آباد میں بہت بڑے مجمع کے
ساتھ، فاتحہ خوانی کی۔ اطراف کے اکابر واشراف شہر بھی جمع
ہوئے۔ فاتحہ کے بعد خوشبو اور پھل اور پان کی تقسیم ہوئی۔ اس کے
بعد سید مبارک بخاری نے جو امیر اعظم تھا عمدہ تقریر کی کہ اب ہندوستان
مغلوں کے پاس نہ رہے گا۔ کیونکہ اختر سعد ہمایون کے طالع میں
تھا۔ فقیر دعاگو کو خداوند عالم کے الہام کے فیض سے توفیق ہوئی۔
میں نے فوراً کہا کہ میرے دل میں جو بات آئی ہے وہ یہ ہے کہ ملک
کا حاصل ہونا جنت آشیانی کے وارث حقیقی کے بلند اقبال کی وجہ سے

تھا۔ اس وجہ سے سلطنت کو اُس کے ساتھ قائم ہونا چاہئے بلکہ اور ترقی ہونا چاہئے۔ بخت بلندی کے افق سے وارث حقیقی کے طالع ارجمند کا اختر سعد اکبر چمکے گا۔ یہ دعوی صاف دلیل اور مضبوط برہان سے ثابت کیا جاسکتا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ اگر ہندوستان کو دوبارہ فتح کرنا حضور ہمایون بادشاہ کی اقبال مندی سے ہونا تو ان کو خود اس سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے تھا۔ لیکن چونکہ اُنھوں نے فتح ہند کے نہال سے میوہ نہیں چنا اور فتح کے بعد ملک کو وارث کے لئے چھوڑا۔ قیاس یہی ہے کہ وہ وارث کی اقبال مندی کے آلہ اور اوزار کے مثل تھے۔ بے غرض اور منصف لوگوں نے اس نکتے کی تعریف کی اور کہا تمھاری رائے صحیح ہے۔ الحمد للّٰہ والمنۃ کہ جو مبارک بات الہام ربانی کی وجہ سے کہی گئی تھی۔ مصرع

چو آخر می گذشت آن فال شد راست

ساتوں آسمانوں کے فرشتوں نے آمین کہی۔ اور خداوند عالم نے اس بندے کے قول کی تصدیق فرمادی۔ غیبی فتحوں اور حقیقی تائیدوں کو اس سعد اکبر اور سچے خلیفہ کے زمانے سے ہمیشہ کے واسطے ملا دیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد گجرات میں پہنچا۔ جو لوگ پہلے سے معتقد تھے اُن کو اور یقین ہوگیا۔ اور جو لوگ منکر تھے معتقد

ہو گئے ۔ سلطان احمد نے آٹھ سال کے قریب سلطنت کی سلطنت
کے بعد وہ بیچارہ ہو گیا ۔ تنو نام اُس شخص کا تھا جس کا باپ ہل
چلاتا تھا اور اُس کی ماں کو سلطان محمود نے قید کر لیا تھا اور سلطان
چاہتا تھا کہ اپنے واسطے ان راجپوت عورتوں میں سے انتخاب کرے ۔
اِسی وجہ سے اُس قیدی عورت کو حرم سرا سے باہر رکھ چھوڑا تھا ۔
ایک زمانہ اسی حالت میں گذرا ۔ پھر سلطان محمود کے دل میں آیا کہ
ان عورتوں کو دیکھے ۔ اگر کوئی پسند ہو تو اُس کو لے لے ۔ ہنوز انتخاب
نہیں ہوا تھا کہ تنو پیدا ہوا ۔ اور سلطان دیکھ رہا تھا ۔ شاید سلطان کی
اقبال مندی کا سایہ تنو پر پڑ گیا ۔ یہ پہلا سایہ تھا جو تنو پر پڑا ۔ اس کا نتیجہ
یہ ہوا کہ کچھ دنوں لوگوں نے اس کے سر پر چتر گھمایا ۔ اس کے اقبال
کا جھنڈا بلند کر کے اس کو سلام کیا ۔ سونے چاندی کے سکہ پر اس کا
نام مظفر شاہ کے خطاب کے ساتھ نقش کیا ۔ ہمیشہ گجرات کے امرا میں
اختلاف رہا ۔ چونکہ اعتماد خاں نائب السلطنت تھا ۔ ہر امیر ملک پر
تصرف کرنے کے واسطے اپنے نام جہانگیری کا فرمان حاصل کر لیتا تھا
یہاں تک نوبت پہنچی کہ جو ولایت جس امیر کے قبضہ اور تصرف میں تھی
وہ اس کی سلطنت تھی ۔ پھر بھی اعتماد خاں سے زیادتی تمنا کی امید
میں اپنے التماس کو اصرار کے حد تک پہنچا دیتے تھے اور اپنے نذرادر

زیادتی کا ہاتھ اعتماد خاں کی جاگیر پر دراز کرتے تھے۔ اُس کو بے جاگیر کردیا۔ جب اعتماد خاں خرابی اور بے سروسامانی سے جو مستقل بادشاہ نہ ہونے کی وجہ سے ہوا کرتی ہے واقف ہوا تو اُس نے یہ خیال کیا کہ بغیر کسی بڑے بادشاہ کے سایہ میں پناہ لئے ہوئے اس بڑی مصیبت سے نجات محال ہے۔ اس وجہ سے خوش قسمتی کی رہبری اور ابن دعاگو کے بار بار کہنے سے گیتی پناہ کے حضور میں عرضیاں روانہ کیں۔ اور فتح مند جھنڈوں کی توجہ اپنی طرف جان کر موکب سعادت کا منتظر تھا۔ یہاں تک کہ ماہ رجب ۹۸۰ھ میں حضور خلافت پناہی ظل الٰہی اکبر بادشاہ کے فتح و نصرت کے بلند پرواز ہمانے سلطنت گجرات پر سایہ ڈالا۔ اُس زمانے میں شیر خاں فولادی کی ناہنجاری اور لڑائی کی وجہ سے ابراہیم حسین مرزا۔ شاہ مرزا اور محمد حسین مرزا احمد آباد آکر برابر افغانوں سے لڑ رہے تھے۔ گجراتی سرداروں کی جماعت اور حبشی۔ رومی۔ مغل۔ افغان سامان جنگ کے ساتھ تقریباً ۶۰ ہزار سوار آمادہ اور تیار تھے کہ یکایک غیبی قاصد نے خلیفہ برحق اکبر بادشاہ کے آنے کی خوشخبری پہنچائی کہ فتحمند جھنڈے دیسہ تک جو پٹن گجرات سے بیس کوس ہے پہنچ گئے۔ فوج اور خبردار۔ ہوشیار

لوگوں میں زلزلۂ عظیم پڑ گیا۔ ہر طرف سے حبشی، مغل، افغان، مرزا غرض ہر قسم کے لوگ شام کو اعتماد خاں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ایک جھگڑا آپس میں تھا۔ اب غیر کے گھوڑے کا سم ملک میں آگیا ہے۔ یقیناً سلطنت سب کے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ اور ہم سب برباد ہو جائیں گے۔ اب بہتری اس میں ہے کہ سب لوگ ایک دوسرے کے یار و مددگار ہو جائیں اور پرانے کینے کو جو سینے میں جما ہوا ہے۔ بالکل دور کر کے ظلم اور تکبر کے غبار کو دل کے آئینے سے خلوص کی صیقل کے ذریعے سے دور کریں۔ بڑا لشکر مستعد ہے۔ سب لوگ متفق ہو کر اس بڑے سانحے کے دفعیہ کے واسطے کمر باندھیں۔ بہت آسانی سے مقصود و مدعا حاصل ہو جائے گا۔ چونکہ ارکانِ دولت کی یہ خواہش امید و مدعا کے خلاف تھی۔ اس لئے اعتماد خاں کبھی اِن باتوں کو سُنتا تھا کبھی نہیں سنتا تھا۔ اِن باتوں نے اُس کو اپنے اصلی مدعا پر قائم رکھا۔ اُس نے طے کر لیا کہ ان کا جواب نہ دینا چاہیئے۔ اعتماد خاں نے "جوابِ جاہلاں باشد خموشی" کے مضمون کے مطابق صحیح خیال کیا۔ سانس تک نہ لی اور کچھ جواب نہ دیا لوگ ناامید ہو کر اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو گئے۔ ابراہیم حسین مرزا تیزی کے ساتھ یہ خیال کر کے بھروچ روانہ ہوا کہ

رستم خاں حریفِ شیخ ہے۔ اگر وہ درگاہ عالی میں پہنچ جائے گا تو طرح طرح کی مہربانیوں سے سرفراز ہوگا۔ بندر اور قلعہ ہم لوگوں کے ہاتھ سے جلدی اور آسانی سے نکل جائیں گے۔ گجرات میں سلطنت اکبری کے قیام و استحکام کا سبب ہوگا۔ اگر گجرات کے بڑے بڑے لوگ اس درگاہ عرش انتباہ سے نہ ملیں گے تو جس طرح پہلے گجرات ہمایونی فوج کے قبضہ میں نہیں رہا۔ اس وقت بھی حضور بادشاہ کے لوٹ جانے کے بعد ہم لوگ اپنی اپنی جگہ پر قابض ہو جائیں گے۔ یہ خیال کرکے رستم خاں سے عہد شکنی کی اور رستم زمانی کو مشورہ کرنے کے بہانے سے تنہائی میں بلا کر اُس کا سر کاٹ لیا اور آگرہ و دہلی کی راہ لی۔ ابراہیم حسین عہد شکنی کی وجہ سے بڑی بڑی مصیبتوں میں مبتلا ہوکر تھوڑے عرصے میں مرگیا۔ اس دعاگو نے اعتماد خاں کو حضورِ اعلیٰ کی ملازمت کے واسطے قوی دل کیا اور ہم لوگ ساتھ ساتھ حاضر ہونے کے لئے چلے اور بے حد مہربانیوں سے سرفراز ہوئے۔ الحمد للّٰہ والمنۃ کہ ہم کشورستان بے نظیر ملک بخش جہانگیر بادشاہ کے لانبے سایہ میں نہایت آرام و امن سے دلی فراغت کے ساتھ دعاگوئی میں مشغول ہیں۔ امید ہے کہ اس ملک بخش، کشورستان کے اقبال کا

سایہ ساری دنیا اور پوری زمین پر قیامت تک رہے گا آمین۔
اس کے بعد بادشاہ نے چاہا کہ ملک گجرات کو اعتماد خاں کے سپرد کر دیں۔ اور تنہا صاحب اختیارِ کُل بنائیں۔ لیکن بعض مقربان دربار کے مشورے سے یہ ارادہ قوت سے فعل میں نہیں آیا۔
گجرات کی حکومت نواب ممالک مداری برخوردار خان اعظم کے سپرد کی گئی۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ جب شاہی اقبال نے طالع کی مدد حاصل کی اور ہم دعاگویوں کی قسمت کا آفتاب التماس کے منظر سے گجرات کے گوشہ نشینوں کی حالت کے صفحہ پر چمکا سن نوسواسّی (۹۸۰) ھجری تھا اُس زمانے میں شیر خاں فولادی عداوت کے اسلحے کے فولاد کو صیقل کر کے گجراتیوں سے لڑنے پر تیار ہو کر احمد آباد کی طرف متوجہ ہوا۔ اعتماد خاں نے اس دعاگو فقیر کی رائے کے مطابق عرضی درگاہ بادشاہی میں لکھ کر فقیر کے دعانامہ کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں بھیجی کہ اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی آیت یعنی فتحمند جھنڈے اس وقت کہ فتنہ و فساد کی آگ گجرات کے امیروں میں بھڑک اُٹھی ہے اس طرف متوجہ ہوں تو یقین کامل ہے کہ بغیر جدال و قتال کے گجرات فتح ہو جائے۔ چونکہ خداوند عالم کی تقدیر اس تدبیر کے موافق تھی اس دعانامے کا مضمون اور اس عرضی کی گذارش قبول ہو گئی۔

اِن عرضیوں کے جواب میں فرمان عنایت آئین صادر ہوئے کہ تم خیر خواہوں کی خواہش بہت پسند آئی۔ اب تم کو چاہیئے کہ دعاگوئی اور رضاجوئی کی راہ میں ثابت قدم رہو۔ کہ ہماری ہمّت تمہاری گزارش قبول کرنے کی طرف متوجہ ہے۔ اور ہم نے ارادے کی باگ گُجرات کے فتح کرنے کی طرف پھیر دی ہے۔ الغرض یہ خوشخبری اور تشریف آوری کا مُژدہ ساتھ ساتھ پہنچا۔ شیر خاں فولادی جو ناگڑھ کی جانب چلا گیا۔ اور مرزا لوگ جو اعتماد خاں کی مسندعالی کی مدد کے واسطے آئے تھے جیسا پہلے بیان ہو چکا ہے پراگندہ ہو گئے۔ یہ فقیر اور بعضے اعتماد خانی امرا مثلاً مَلِکِ شرق و وجیہ الملک و مجاہد خاں قبلہ اقبال وکعبہ آمال کے استقبال کے واسطے روانہ ہوئے۔ سر کھیچ سے ایک منزل ہم آگے بڑھے تھے کہ شاہ فخرالدین سے موضع ساتیج میں ملاقات ہوئی۔ اُنھوں نے کہا کہ حکم ہوا ہے کہ ہم ایک منزل تمہارے ساتھ ٹھہریں۔ اور تمہارے ساتھ اعتماد خاں سے ملاقات کر کے اُس کو شاہی مہربانیوں کا امیدوار کریں۔ اور اطمینان دلا دیں کہ تم ہمارے ساتھ لوٹ چلو۔ خواجہ جہاں مرحوم کا اسی مضمون کا خط دیا۔ چونکہ فقیر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہونے کے لئے چلا تھا۔ اس لئے اعتماد خانی امرا نے میرا لوٹنا پسند نہیں کیا۔ مجاہد الملک کو سمجھا کر کہ شاہ فخرالدین کو اعتماد خاں سے اچھی

طرح ملادے۔ احمد آباد کی طرف روانہ کیا۔ دوسرے دن کوچ کے وقت حکیم عین الملک آئے اور کہا کہ حکم عالی یوں ہوا ہے کہ تم لوگ لوٹ جاؤ اور پوری طرح اعتماد خاں کی دلدہی کرکے اپنے ساتھ حضور میں حاضر کرو۔ عجیب کرامت تھی جو اس معاملے میں ظاہر فرمائی۔ دراصل اگر فقیر لوٹ نہ جاتا تو یقیناً شاہی خوف و دبدبہ غالب آجاتا۔ جب فقیر حکیم عین الملک کے ساتھ احمد آباد پہنچا اور بادشاہی خاصے کا گھوڑا اعتماد خاں کو دیا اور شاہی مہربانیوں سے اُس کو سرفراز کیا اور تمام شیطانی وسوسے اور نفسانی دغدغے جو اُس کے خوف زدہ دل پر قبضہ کیے ہوئے تھے اس کے دل سے دور کردیئے۔ اور یہ مجلس ملاقات شاہ فخر الدین و حکیم عین الملک کی مسند عالی اعتماد خاں کے ساتھ شبِ جمعہ میں واقع ہوئی جمعہ کے دن احمد آباد کی کل مسجدوں میں خلیفہ برحق کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ جو مسجد اعتماد خاں کی حویلی کے قریب سر میدان تھی، اُس میں خان مذکور جمعہ کی نماز میں موجود تھا خطیب کو خلعت فاخرہ پہنا کر درم و دینار سے بھری ہوئی سینی اُس کے اوپر نثار کی۔ بڑی عمدہ ساعت میں یہ کام کیا گیا کہ اب تک ملک گجرات میں بادشاہ عالم پناہ کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا ہے اور قیامت تک پڑھا جائے گا۔ اسی نیت سے نماز جمعہ کی فراغت کے بعد اس ابد پیوند سلطنت کے

قیام ودوام کی دعا کر کے ہم لوگ بادشاہ گیتی پناہ کی خدمت میں روانہ ہوئے
اختیار الملک اور جھوجھار خاں حبشی اور کل امراء ساتھ آئے۔ ان میں سے
سے ہر ایک کو نئی خوشخبری اور بے اندازہ عنایتوں کی امید دلاتے تھے۔ فقیر
نے اعتماد خاں کے خیمہ میں رات بسر کی۔ پسندیدہ اور پُر تاثیر نصیحتیں رات
بھر کرتا رہا۔ صبح ہونے کے بعد وجیہ الملک نے کہا کہ تم لوگوں نے کرامت
کی اور ساری رات جاگ کر اُس کی حفاظت کی۔ اُس دن ہم لوگ پھر
روانہ ہوئے۔ قصبہ کری میں منزل ہوئی۔ فتح مند جھنڈے قصبہ جھوٹانہ
میں مقیم تھے۔ ان دونوں قصبوں کے درمیان آٹھ کوس کا فاصلہ تھا۔
پھر اعتماد خاں نے اصرار کیا کہ تم لوگ آگے جاؤ۔ اور خود دلدہی کے
الفاظ جو وسیلوں کے ذریعہ سے سنتے ہیں زبان مبارک سے سن کر
مجھ کو لکھو تا کہ مزید اطمینان کا ذریعہ ہو۔ حسب صلاح میں پہلے حاضر ہوا
جب حضور عالی میرے آنے سے مطلع ہوئے خواجہ جہاں مرحوم خان عالم
اور صادق محمد خاں کو پیشوائی کے لئے بھیجا۔ مغرب کے قریب فقیر بارہ دو
پہنچا اور حضوری دولت سے سرفراز ہو کر شاہی عنایتوں سے ممتاز ہوا۔
حکم ہوا کہ اعتماد خاں کو لکھو کہ کوچ کر کے حضور میں حاضر ہو۔ ہم بھی کل کوچ
کریں گے۔ حکم کے مطابق فقیر نے اعتماد خاں کو لکھا اور علی الصباح حضور میں
روانہ ہوا۔ راہ میں اعتماد خاں سے ملاقات ہوئی۔ بادشاہ نے خواجہ جہاں

اور لشکر خاں کو استقبال کے واسطے بھیجا سب امیروں نے شرف قدمبوسی
سے سرفرازی حاصل کی اور قسم قسم کی شاہانہ مہربانیاں ظاہر ہوئیں۔ بادشاہ
نے حکم دے کر کہ سب لوگ سوار ہوں خاص ہاتھی بھیجے۔ وقتاً فوقتاً عواطف
خسروانہ فرماتے تھے۔ فقیر کو حکم ہوا کہ تم اور اعتماد خاں ساتھ رہو۔ فقیر نے عرض
کیا کہ کس طرح اور کس جانب رہیں۔ فرمایا جہاں پسند ہو۔ اور خود بدولت
محل میں تشریف لے گئے۔ اعتماد خاں داہنی طرف جہاں گجرات کے اور
امرا کھڑے تھے کھڑے۔ دوسرے روز کری سے کوچ ہوا۔ فقیر کو اپنے
پاس طلب کر کے اپنا دستِ مبارک فقیر کے ہاتھ پر رکھ کر اعتماد خاں کی دلدہی
کے بارے میں بہت سی باتیں کیں اور فرمایا کہ ان سب باتوں کو اُس سے کہدینا۔
فقیر نے عرض کیا کہ اگر وہ بے واسطہ سُنے گا تو اُس کو زیادہ اعتماد ہوگا۔ اُس کو
بھی بُلایا۔ اُس نے گھوڑے سے اُترنا چاہا۔ حکم ہوا کہ سوار رہے۔ اور
فرمایا کہ فلانے سے ایسا ایسا کہا ہے۔ اس نے کہا کہ اگر زبان مبارک سے
سُنے گا تو بہتر ہے اور بہت مہربانیاں فرمائیں۔ تقریباً دو کوس تک لطف
آمیز باتیں فرماتے رہے۔ اتنے میں خانِ اعظم امیروں سے الگ ہو کر
آیا۔ اور گذارش کی کہ حضور عالی اعتماد خاں سے بیحد لطف فرماتے ہیں۔
سید حامد اور الف خاں کے چہرے پر دلگیری کے آثار نمایاں ہو رہے
ہیں۔ اگر ان پر بادشاہی عنایت نہ ہوگی تو وہ لوگ ضرور بھاگ جائینگے۔

بادشاہ نے فقیر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ وہ ایسا کہتا ہے۔ تمہاری کیا
صلاح ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ان کو بھی مہربانیوں کا امیدوار بنا دیجئے۔
فرمایا کیا کہنا چاہیئے۔ میں نے عرض کیا کہ جو کچھ حضور کے دل میں آئے
بہت درست ہے۔ پھر حکم دیا کہ تم کہو۔ میں نے عرض کیا کہ اگر مناسب
ہو تو یوں کہا جائے کہ اعتماد خاں نے غلامی کا حلقہ کان میں ڈال لیا ہے
تم لوگ بھی اس صفت میں اس کے شریک ہو جاؤ اور کینہ و حسد کے
غبار کو آئینہ دل سے صاف کر لو۔ خدمت و جان سپاری میں یک دل
ہو کر مصروف رہو۔ اس کے بعد سید حامد اور الف خاں کو طلب فرما کر
اسی قسم کی دلداری و خاطر کی باتیں فرمائیں۔ الف خاں حبشی سے
دریافت فرمایا کہ سلطان محمود کے حضور میں تیرے باپ کا رتبہ زیادہ
تھا۔ یا جھجھار خاں کا۔ اس نے جواب دیا کہ جھجھار خاں میرے باپ کے
نوکر کی طرح تھا۔ کسی حساب میں نہیں تھا۔ پھر دریافت فرمایا کہ تم لوگوں
میں لڑائی ہوئی۔ اس نے عرض کیا کہ وہ لڑنا نہیں چاہتا تھا۔ پھر
جھجھار خاں کو بلایا۔ فقیر نے عرض کیا کہ اختیار الملک۔ ملک شرق۔
وجیہ الملک ایک درجے کے ہیں۔ حکم ہوا کہ وہ بھی آگے آئیں۔ سب سامنے
کھڑے ہوئے۔ الف خاں نے عرض کیا کہ کچھ دنوں پہلے جھجھار خاں کے
لڑکے نے میری فوج کے حصے سے لڑائی کی اور شکست کھائی۔ جھجھار خاں

نے کہا کہ الف خاں اعتماد خاں کے خلاف ہوکر شیر خاں فولادی سے مل گیا۔
اور اعتماد خاں کی جاگیر پر قبضہ کرنے لگا۔ میں ہمسایہ تھا۔ حق نمک نے
مجھ کو خاموش نہیں رہنے دیا۔ میرے لڑکے نے الف خاں کے لوگوں پر حملہ
کیا۔ اُس کے بہت سے حبشی میرے لڑکے کے ساتھ شریک ہوگئے اور
لڑائی کے وقت سب خلاف ہوگئے۔ میری فوج نے اسی فریب کی وجہ سے
شکست کھائی۔ پھر اعتماد خاں سے حالات دریافت فرمائے۔ اُس نے
عرض کیا کہ سلطان محمود نے الف خاں کو میرے سپرد کیا تھا۔ اور جھجھار خاں
کم سن تھا۔ جب بادشاہ محل میں جاتا تھا جھجھار خاں اُس کی تلوار حرم سرا
تک لیجاتا تھا اور خواجہ سرا کو سپرد کر دیتا تھا اسی سبب سے عرض کرتا
ہے کہ میرا تقرب زیادہ تھا۔ الغرض اسی قسم کی گفتگو کرتے ہوئے منزل
تک پہنچے۔ بحالت سواری فقیر کا ہاتھ پکڑ کر اور کل امرا و ارکان دولت
پا پیادہ جلو میں چل رہے تھے۔ سید حامد خاں و الف خاں دونوں دوڑ کر
سراپردہ تک آئے۔ حضور والا نے فقیر کو رخصت فرما کر ان دونوں کو
اندر طلب کیا۔ اعتماد خاں۔ اختیار الملک۔ جھجھار خاں۔ ملک شرق
اور وجیہ الملک پیدل آرہے تھے۔ فقیر نے ان لوگوں سے کہا کہ حکم ہوا
ہے کہ تم لوگ اپنے اپنے خیموں میں جاؤ۔ سب لوٹ گئے۔ اسی اثناء
میں اسلام قلی تواجی یا شی آیا کہ جھجھار خاں کو طلب فرمایا ہے۔ ۵۹

لوٹ کر حضور میں گیا۔ اعتماد خاں اپنے ساتھیوں کے ساتھ منتظر کھڑا رہا پھر اسلام قلی سلطان آیا۔ اور فقیر سے کہا کہ حکم ہوا ہے کہ تم اپنی منزلوں میں جاؤ کیوں کھڑے ہو۔ اعتماد خاں نے کہا کہ جھجھار خاں کے واسطے کھڑے ہیں حکم آیا کہ ہم اس سے کچھ باتیں پوچھ رہے ہیں تم لوگ نہ ٹھہرو۔ ہم لوگ حکم کے مطابق روانہ ہوئے۔ میدان میں ایک مسجد تھی وہیں عصر کی نماز میں مشغول ہو گئے۔ چونکہ اختیار الملک حبشیوں کا مخالف تھا اس کی رائے ہوئی کہ اپنے اپنے قیام گاہ پر چلنا چاہیئے۔ خیر ہم لوگ چلے۔ لیکن الفخاں اور جھجھار خاں کا حال دریافت کرتا رہا۔ معلوم ہوا کہ وہ لوگ دیوان خانے میں بیٹھے ہیں۔ اور حضرت خلد اللہ ملکہ اندر تشریف لے گئے ہیں۔ اُلش باہر بھیجا۔ جب رات ہوئی ایک گروہ شب بازوں کا جس کو ہندی زبان میں بھوایہ کہتے ہیں ناچ کھیل میں مشغول ہوا۔ آدھی رات کو عین الملک فقیر اور اعتماد خاں کو بلانے کے واسطے آیا۔ اعتماد خاں فقیر کے خیمے میں آیا اور دریافت کیا کہ ایسے وقت میں بلانے کا کیا مطلب ہے۔ فقیر نے کہا کہ جلد چلنا چاہیئے۔ جب ہم نے غلامی کا حلقہ گوشِ جان میں پہن لیا ہے تو صدق وخلوص و فرماں برداری کا مقتضی ہے۔ اُس کے بعد ہم نماز استخارہ پڑھ کر ہم لوگ روانہ ہوئے۔ جب دربار میں پہنچے تو دونوں حبشیوں

کو ہم نے بیٹھا دیکھا۔ قیاس ہوا کہ ان دونوں کی آنکھوں سے حفاظت کی جاتی ہے۔ ہم لوگ دیوانخانے کے ایک سمت میں بیٹھے رہے۔
تھوڑی دیر میں فقیر کو اندر طلب فرمایا۔ اعتماد خاں اور مجاہد خاں باہر اپنی جگہ پر بیٹھے رہے۔ دیوان خانہ کے باہر ایک تنبو تھا حضور بادشاہ اُس میں تھے۔ فقیر کے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آئے۔ فقیر کا ہاتھ پکڑ کر بیٹھے آصف خاں مرحوم اور راجہ ٹوڈرمل تنبو کے باہر دوڑ کر کھڑے تھے۔ فرمایا کہ میں نے اعتماد خاں کو اس آدھی رات میں طلب کیا ہے۔ راجہ نے کہا کہ اُس پر وہم غالب ہے کہیں خوف زدہ نہ ہو۔ فقیر نے عرض کیا کہ جب اُس نے سچائی کے ساتھ حلقۂ غلامی کو گوش جان میں پہن لیا ہے تو وہ ڈرتا نہیں۔ اگر اس پر مہربانی فرما کر سارا ملک گجرات اس کو عنایت کر دیں یا قید فرما دیں ایک سا ہے۔ اس نے دونوں صورتیں اپنے لئے پسند کر لی ہیں غلامی سے سرتابی نہ کرے گا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اگر ایسا ہے تو تم ضمانت کر لو۔ فقیر نے انکار کیا اور عرض کیا کہ میں فقیر آدمی دنیا داروں اور دولت مندوں کی ضمانت کیسے کروں حکم ہوا کہ یقیناً ضامن ہونا پڑے گا۔ ہماری سلطنت کی مصلحت اسی میں ہے۔ فقیر نے عرض کیا کہ اگر مصلحت سلطنت ہے تو مجھ کو ضرور ضامن ہونا چاہیئے۔ حکم ہوا کہ اُس سے پوچھ کر

ضامن بنوں تاکہ ضمانت مستحکم ہو۔ اور فرمایا کہ میں اس پر ظاہر کروں گا۔ آصف خاں نے قلم۔ دوات ضمانت نامہ لکھنے کے واسطے فقیر کے سامنے رکھا۔ فقیر نے یہ عبارت لکھی "حسب حکم عالی خلد ملکہ ابداً ا میں اعتماد خاں کا ضامن ہوں کہ اگر وعدے کے مطابق مہربانی و رعایت اُس کے بارے میں ہو اور وہ اُس کے بعد کوئی قصور کرے تو فقیر جواب دِہ ہو گا" تحریر بادشاہ کے سامنے زمین پر رکھ دی۔ اس کو دستِ مبارک سے اُٹھا کر آصف خاں مرحوم کو پڑھنے کے واسطے دیا۔ اُس نے بلند آواز سے پڑھا۔ لوگوں نے کہا کہ اب تک ان شرائط کے ساتھ کسی نے ضمانت نہیں کی۔ تحریر آصف خاں کے ہاتھ سے لے کر فرمایا "ہم نے یہ شرط قبول کی" فقیر کو یقین ہو گیا کہ جو شاہی وعدے زبان مُبارک سے نکلے ہیں۔ دِل سے نِکلے ہیں۔ اُس کے خلاف نہ ہو گا۔ اور جو کچھ مخلوق کی زبان پر ہے نقضِ عہد کے وجہ سے واقع نہ ہو گا۔ پھر اعتماد خاں کو اندر طلب فرما کر کہا کہ ہم نے آدھی رات کو تمہیں طلب کیا اور راجہ ٹوڈرمل نے یوں کہا کہ "فلاں شخص نے تمہاری طرف سے عرض کیا ہے کہ اگر کسی کو اعتماد خاں کی غلامی میں شبہہ اور تردد ہو تو میں اس کا ضامن اور جواب دہی کا ذمہ دار ہوں"۔ ضمانت نامہ آصف خاں کو دیا کہ پڑھے اور وہ سُنے۔ ضمانت نامہ سننے کے بعد اعتماد خاں نے تسلیم

کر کے عرض کیا کہ میں نے حلقۂ غلامی گوش جان میں پہن لیا ہے، اب اس نوشتۂ غلامی پر میں اور میری اولاد قیامت تک قائم رہے گی۔ حضور (خلد اللہ ملکہا ابداً) نے تبسم کے نور کے ذریعہ سے بہشت ایسی محفل کو منور فرمایا۔ اور حکم دیا کہ بیٹھو۔ وہ سلام کر کے بیٹھ گیا پھر فرمایا کہ تم نے حبشیوں کی بہت رعایت کی اور امارت دی۔ ان لوگوں نے تمھاری نعمت کی قدر نہ پہچانی۔ ہم صرف تمھاری مدد کے واسطے آیا ہوں کہ تمھاری عاجزی کو قوت سے بدل دوں۔ اور کمزوری دور کر دوں۔ اس عنایت کی خوشخبری پر اعتماد خاں نے سلام کیا۔ فقیر نے عرض کیا کہ اعتماد خاں کمینوں کے غلبے کی وجہ سے مردوں کی طرح تھا۔ ان روح افزا باتوں کے آب حیات نے نئی زندگی عنایت کی۔ فرمایا کہ ہمارے دل میں آتا ہے کہ تمھارے کل مخالفین کو ہم اپنے ساتھ لے جائیں "تاکہ تم اطمینان کے ساتھ دولتخواہی کے کاموں میں مشغول ہو سکو تم خود ان لوگوں میں تمیز و تفرقہ کرو۔ جس کو کہو چھوڑ دوں۔ جس کو کہو اپنے ساتھ لے جاؤں۔ اس نے عرض کیا کہ میں حضور کا غلام ہوں۔ حضور کا حکم ہے اور اسی میں بہتری ہے جو عالم ملکوت سے حضور کے دل پر القا ہو۔ آصف خاں مرحوم نے کہا کہ سب حبشیوں کو ہمراہ لے جانا چاہیئے۔ فقیر نے عرض کیا کہ جھجھار خاں اعتماد خاں کے خادموں میں سے ہے۔ اس کو چھوڑ

دینا چاہیئے۔ حضور نے فرمایا کہ اگر وہ کہے تو ایسا ہوگا۔ اس کے بعد آصف خاں نے کہا کہ میں اُن کے سامنے تھا۔ وہ لوگ آپس میں اشارہ کرتے تھے۔ اس سے میں نے سمجھا ہے کہ ان لوگوں کو ہمراہ لے جانا چاہیئے اور سوائے دو آدمیوں کے جس کو ساتھ لے جانے میں نرمی کی جائے گی۔ یقیناً وہ بھاگ جائے گا۔ حکم ہوا" اعتماد خاں جس کے بارے میں ضمانت نامہ لکھدے اس کو ہم اُس کے پاس چھوڑ دیں اور جس کے بارے میں ضمانت نامہ نہ لکھے اُس کو ہم اپنے ساتھ لے جائیں۔ پھر آصف خاں نے عام طریقے سے حبشیوں کو علیحدہ کر دیا۔ اور گجراتیوں کے متعلق عام طریقے سے لکھ دیا کہ اعتماد خاں کے ساتھ رہیں۔ اعتماد خاں نے کہا کہ میں اپنے لڑکے کا ضامن نہیں ہوتا۔ دوسرے کا کیا ذکر ہے۔ سید حامد کے متعلق فرمایا کہ اس کو ہم اپنے ساتھ لے جائیں یا چھوڑ دیں۔ اعتماد خاں نے عرض کیا کہ حضور کی جیسی مرضی ہو۔ اگر چھوڑیں تو پر باندھ کر نہ چھوڑیں۔ ہندوستانیوں کی اصلاح میں بازو توڑنا اور پر باندھنا اس سے کنایہ ہے کہ جس شخص پر اعتماد نہیں ہے اُس کو پر کٹے کبوتر کی طرح بے دست پا کرنا اولیٰ ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ ایسا ہی ہوگا۔ آصف خاں کو حکم دیا کہ لکھو، اگر جاہ منصب چاہتا ہے۔ تو ہمراہ رہے۔ اور اگر مدد معاش کی خواہش ہے تو گجرات میں رہے اُس نے اسی طرح لکھا۔ اُس کے بعد حکم دیا کہ الف خاں و جھجھار خاں کو

حاضر کرو۔ جب دونوں حاضر ہوئے زمین ادب چومی۔ جہاں مطاع نے فرمایا کہ تم سلطان محمود کے غلام تھے۔ اب ہمارے غلام ہو۔ تمھاری رعایت پہلے سے بہت زیادہ کی جائے گی۔ فی الحال ہم تم کو اپنے ساتھ لئے جاتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ گجرات کی خدمت اعتماد خاں کے سپرد ہوئی ہے اور تم نے اعتماد خاں کو رنج دیا ہے اور اپنے سے خفا کر دیا ہے۔ اس نے تمھاری رعایت میں کچھ کمی نہیں کی اور تم نے اس کی قدر نہ جانی۔ یہ سن کر الف خاں ذلیل ہو کر خاموش ہو گیا لیکن جھجھار خاں نے جواب دیا کہ ہم یہ جاہ و مرتبہ ہمیشہ سے اپنے ساتھ نہیں لائے ہیں۔ بادشاہی خدمت سے سرفراز ہوں گے۔ بادشاہ خلّد ملکہا ابداً نے فرمایا ایسا ہی ہے۔ اس کے بعد الف خاں کو ماتسین کے اور جھجھار خاں کو بھگوان داس کے سپرد کیا۔ اُن لوگوں نے اپنے ماتحتوں کو اُن کا محافظ مقرر کیا۔ اور حکم ہوا کہ ہاتھی پر سوار کریں۔ جھجھار خاں نے لوٹ کر عرض کیا کہ ہاتھی پر کیوں سوار ہوں۔ گھوڑے پر سوار ہو کر حضور کی غلامی میں رہیں گے۔ اس واسطے کہ گجرات میں بادشاہ ہاتھی پر سوار ہوتے ہیں۔ لیکن جس کو قید کا حکم ہوتا ہے اُس کو ہاتھی پر سوار کرتے ہیں۔ الغرض ان لوگوں کو یقین ہو گیا کہ ہمارے بارے میں جو حکم ہوا ہے وہ اعتماد خاں کی خواہش سے ہوا ہے۔ پھر

اعتماد خاں پر بہت مہربانی ظاہر فرمائی۔ اور اس کے دونوں ہاتھ اپنے پاکیزہ ہاتھ سے پکڑ کر اپنے کندھے کے پیچھے سے اٹھایا اور فرمایا کہ ہم نے تجھ کو اپنی پناہ میں لیا ہے۔ اور گجرات تیرے سپرد کیا ہے۔ اس نے ان بے حد مہربانیوں کے مقابلے میں سجدے اور سلام عرض کئے اور کہا میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ مجھ کو دربانی کی خدمت سپرد کر کے اپنے قدموں سے جدا نہ فرمایئے اور اپنے سایہ سے دور نہ کیجئے۔ فرمایا کہ جب ہماری خدمت میں ہو تو جہاں بھی ہو ہمارے سایہ میں ہو۔ اصل یہی ہے کہ حضور بادشاہ (خلد ملکہ ابداً) اس پر بہت مہربان تھے۔ اگرچہ مقربان حضرت ان باتوں کے خلاف عرض کرتے تھے لیکن زیادتی مہربانی اور التفات کی برکت ایسی تھی کہ مقربان حضرت کی بات اثر نہیں کرتی تھی۔ روزانہ بلکہ ہر وقت اس کے بارے میں نئی مہربانی اور بے اندازہ نوازش ظاہر ہوتی تھی۔ آخیر میں اصحاب غرض نے عرض کیا کہ گجرات کو اعتماد خاں کے سپرد کرنے سے دنیا والے یہ گمان کریں گے کہ گجرات کی حفاظت نہ کر سکے۔ اس وجہ سے اعتماد خاں کو دے دیا۔ اب نقیر کی طرف توجہ فرما کر فرمایا کہ اہل رائے یہ کہتے ہیں مصلحت کیا ہے۔ فقیر نے عرض کیا کہ اعتماد خاں بندہ و غلام بارگاہ ہے۔ جو کچھ سلطنت کی مصلحت ہے اس پر وہ بھی راضی و شاکر ہے۔ حکم ہوا کہ ہمارے دل میں آتا ہے کہ احمد آباد عزیز کو دیں

اور مہندری دریا کے پار جو چنگیز خاں اور مرزا لوگوں کی ولایت تھی اعتماد خاں کے واسطے ہو۔ دو ایک سال کے بعد جیسا کہ ہم نے کہا ہے اور قرار پایا ہے، سارا ملک گجرات اعتماد خاں کے سپرد کر دیں گے۔ اسی طرح فرمان لکھنے کا حکم ہوا۔ آصف خاں مرحوم فرمان لکھ لایا۔ ایک پہر رات گذری تھی کہ اعتماد خاں کو جس محل میں حضور بیٹھے ہوئے تھے لائے۔ ایک پردہ درمیان میں پڑا ہوا تھا۔ فقیر حضور میں تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ لشکر خاں کو حکم دیا کہ پردے کے پیچھے سے اعتماد خاں۔ ملک شرق۔ وجیہ الملک اور اختیار الملک وغیرہم اس عنایت کے سبب سے سلام کریں۔ لشکر خاں نے بآواز بلند ایک ایک کرکے سب لوگوں کا نام لیا کہ اعتماد خاں اور فلاں فلاں سلام کرتے ہیں۔ فقیر کو حکم ہوا کہ اعتماد خاں سے کہو کہ گجرات کا وعدہ برقرار ہے۔ اس وقت مصلحت کی بنا پر ایک سمت تجھ کو ہم نے مرحمت کیا ہے اور جو کچھ ہماری سخی زبان پر آیا ہے وہ تھوڑے دنوں میں قوت سے فعل کے درجے میں آجائے گا۔ آخر کار کلام معجز نظام نے اپنا کام کیا۔ اور پورا گجرات دو سال کے بعد اعتماد خاں کو عنایت فرمایا۔ لیکن اس کی سستی، جبلت اور بدقسمتی سامنے آئی۔ انقلاب کی صورت ظاہر ہوئی۔ اور خلل عظیم نمودار ہوا۔ اس وقت تک جبکہ نصرت شعار فتوحات

آثار نواب نامدار خانخاناں کی حسن خدمت نے تلافی کرکے ملک گجرات کو اصلی حالت پر قائم اور برقرار کیا۔ الغرض اب ہم اصل قصے کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ حضور بادشاہ خلد ملکہٗ ابداً نے احمد آباد سے روانہ ہوکر کھنبایت کی طرف کوچ فرمایا۔ فقیر، اعتماد خاں اور ملک شرق ساتھ ہوئے۔ ملک شرق نے فقیر سے کہا کہ تم حضور میں عرض کرو کہ ہمارے آدمی جابجا منتشر ہوگئے ہیں۔ اگر ہم کو موقع ملے تو ہم ان کی دلدہی اور جمع کرنے میں مشغول ہوں اپنے سب لوگوں کے ساتھ پیچھے آئیں گے۔ اعتماد خاں نے انتہائی احتیاط کی بنا پر یہ تمنا پسند نہ کی اور اس کے عرض کرنے سے منع کیا کہ شاید یہ گذارش منظور نہ ہو۔ لیکن ملک شرق کا بیحد اصرار تھا۔ فقیر نے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو دو تین دن میں اس خیال سے اپنے کو مطمئن کرکے یہ لوگ حاضر خدمت ہوں۔ حکم ہوا کہ جتنے دنوں چاہیں رہیں اور اپنا لشکر جمع کرکے جب سن لیں کہ ہم نے کھنبایت سے کوچ کیا حاضر ہوں۔ فقیر نے یہ خبر اعتماد خاں کو پہنچا دی۔ اور دو ایک منزل ساتھ تھے کہ خود اعتماد خاں کو طلب فرما کر اجازت دی۔ وہ رکاب بوسی کے رسوم ادا کرکے واپس ہوا۔ فقیر کو بھی رخصت فرمایا۔ فقیر کا قیاس یہ تھا کہ اختیار الملک بھی ساتھ رہے گا اور یہ ہوا بھی حضور کی نظر اس پر پڑی۔ اس کو طلب فرمایا۔ شاہی رکاب

پکڑے ہوئے چلتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کو بھی اجازت دے دی۔
وہ کہتا تھا کہ اس معاملے کے پیش آنے سے میں سخت پشیماں تھا کہ
کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھ کو بھی ہمراہ رکھیں۔ کاش ایسا ہی ہوتا اور
اس کی خرابِ حرکت کی شامت سے کہ بھاگ گیا۔ اعتماد خاں کو
جو اس کا ضامن ہوا تھا سزا نہ دیتے۔ فقیر جب خدمت عالی سے رخصت
ہوکر اپنے گھر گیا۔ صبح سویرے اعتماد خاں کا خط پہنچا کہ میں نے آج کی رات
ہزار حیلے حوالے سے اختیار الملک کی حفاظت کی ہے۔ خدا کے واسطے جلد
آیئے۔ فقیر اس کے پاس گیا۔ اعتماد خاں نے مفصل حالات بیان کئے۔
فقیر نے اختیار الملک کو اپنی قیامگاہ میں بلایا اور اس کو سمجھایا کہ تو نے
خود دیکھ لیا کہ حضور بادشاہ کس قدر عنایت و مہربانی فرما رہے ہیں۔
یہ خیالات جو تمہارے دل میں آئے ہیں اس کا کیا سبب ہے۔ پہلے
اُس نے صاف انکار کیا کہ معاملہ خلاف ہے۔ جب فقیر نے اصرار کیا کہ
تم غلط کہتے ہو اور تم نے یہ ارادہ کر لیا ہے تو مجبوراً قبول کیا کہ میں حضور
بادشاہ کی طرف سے وہم رکھتا ہوں۔ اور اعتماد خاں سے بھی مطمئن نہیں
ہوں۔ فقیر نے کہا کہ مطمئن رہو۔ میں ضامن ہوں کہ حضور بادشاہ تم پر
بہت عنایت و مہربانی فرمائیں گے۔ اور جب بادشاہ مہربان ہو تو اعتماد
خاں کیا کر سکتا ہے۔ اعتماد خاں کی ولایت میں سے جو ولایت بہت اچھی

ہو تم لے لو۔ اس کے بعد اُس نے کہا کہ تم اپنے سامنے تقسیم کرا دو۔ میں نے کہا
کہ میں اپنے سامنے تقسیم کرا دوں گا اور بادشاہی مُہر تقسیم نامے پر لگا کر
فرمان جاگیر تمہارے حوالے کر دوں گا۔ خوش ہو گیا اور نہ دل سے قسم کھا کر
کہا کہ اس طے شدہ معاملہ سے نہیں لوٹوں گا۔ فقیر کو یقین ہو گیا کہ جب خوشی
سے قبول کیا ہے اور قسم کھائی ہے تو ہرگز خلاف نہ کرے گا۔ فقیر نے پوشیدہ
تحریر کے ذریعے سے اعتماد خاں کو ان باتوں سے مطلع کیا۔ اس نے وجیہ الملک
کو معہ کاغذات کے فقیر کے پاس بھیجا کہ حسب مرضی اختیار الملک کے جو پرگنہ تم
چاہو اُس کو دے دو۔ اختیار الملک نے بھی اپنے وکیلوں اور محرروں کو طلب
کیا اور انتخاب ولایت میں ایسی سختی برتی کہ ایک ایک بالشت اور ایک ایک
بسوہ زمین کا حساب کرتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اگر اس کو ڈنڈے مار کر
نکال دیں، تب بھی وہ شاہی قدم سے ہرگز جُدا نہ ہو گا۔ کیونکہ جو شخص چھوٹے
چھوٹے معاملے میں اس طرح بحث کرے گا۔ کیوں بھاگے گا۔ اور جو شخص بھاگنے
کا ارادہ کرے گا، اتنی بحث کیوں کریگا۔ جب ملک کا عمدہ حصّہ حسب دلخواہ
جدا کر لیا۔ تو فقیر نے اس سے کہا: "چلو ساتھ ساتھ اعتماد خاں کے پاس چلیں
اور اس کو مطمئن کر دیں تاکہ یقین ہو جائے کہ اب تمہارے دل میں کچھ
خلش نہیں ہے۔" اُس نے کہا: "چلیے چلیں"۔ شوق سے ایک دوسرے
کا ہاتھ پکڑ کر ہم لوگ اپنے خیمے سے اعتماد خاں کے خیمے میں گئے۔ اس کے

امراشل ملک شرق مجاہد خاں ۔ فتح خاں بلوچ ۔ ہیبت خاں کھیلم اور قوام خاں اُس کے پاس بیٹھے تھے ۔ وجیہ الملک ہمارے ساتھ تھے ۔ ہم سب نو نفر ایک ساتھ بیٹھے ۔ اختیار الملک تنہا ایک طرف بیٹھا ۔ فقیر نے اعتماد خاں سے کہا کہ ملک اختیار الملک قرآن شریف کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ زندگی بھر حضور کی درگاہ سے جدا نہ ہوں گا ۔ اعتماد خاں نے کہا اگر تمام اعزا کے سامنے اپنی زبان سے کہے تو سب لوگوں کو اس کی سچّی بات کی اطلاع ہو جائے ۔ فقیر نے کہا مناسب یہی ہے ۔ اس نے کہا قرآن شریف لاؤ ۔ جب قرآن شریف لایا گیا تو تین پہر بلکہ اُس سے کچھ زاید رات گذر چکی تھی باوجودیکہ ملک شرق اور اختیار الملک سمدھی سمدھی تھے لیکن ان دونوں میں مخالفت تھی ۔ ملک شرق نے اعتماد خاں سے کہا کہ قسم نہ کھائے گا ۔ جیسے ہی اُٹھے گا چلا جائے گا ۔ اعتماد خاں نے فقیر اور وجیہ الملک سے اس کا قول و فراست بیان کیا ۔ وجیہ الملک نے کہا کہ ملک شرق کو اس سے مخالفت ہے وہ ایسے ہی کہتا ہے ۔ جو شخص ایسی شدید قسم کھائے اور ایک ایک بالشت زمین کے لئے بحث کرے کیوں بھاگنے لگا ۔ اس خیمہ کے باہر گرداگرد ایک ہزار سوار اختیار الملک کے کھڑے ہیں ۔ رات صبح کاذب کے قریب آگئی ہے ۔ اختیار الملک نے چاہا کہ اپنا ہاتھ قرآن شریف پر رکھے لیکن کھینچ لیا ۔ اور وضو کرنے کے واسطے

اُٹھ گیا۔ اعتماد خاں نے قوام خاں کو اس کے پیچھے بھیجا کہ دیکھے کیا کرتا ہے۔ اپنے خیمہ میں گیا وضو کرتا ہے۔ قوام خاں لوٹ کر آیا اور کہا کہ جیسے ہی باہر نکلا اس کا گھوڑا کھڑا تھا سوار ہو کر اپنی فوج کو لے کر روانہ ہو گیا۔ اعتماد خاں نے دانت سے انگلی دبائی اور حسرت و افسوس کا ہاتھ سر پر رکھ لیا اور کہا اَلْحُکْمُ لِلّٰہِ وَرَاضِیْنَا بِقَضَاءِ اللّٰہِ۔ ہماری گرفتاری اور قتل کا سامان ہو گیا۔ پھر فقیر کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ تم کیوں ضامن ہوئے۔ تمہاری ضمانت کی بنا پر میں اپنی موت پر رضامند ہو گیا۔ پھر خود اُٹھا کہ جا کر اس کو تلاش کر کے واپس لائے۔ فقیر بھی اُس کے ساتھ اُٹھا۔ سواری کے واسطے گھوڑا آیا۔ فقیر نے کہا کہ میری سواری کے واسطے بھی گھوڑا منگاؤ۔ میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔ اس نے جب یہ سُنا سوار نہیں ہوا کچھ غور کر کے واپس آیا۔ اور اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ فقیر نے آدمی بھیج کر عین الملک کو خبر کی۔ اس کے آنے سے پہلے میں نے اعتماد خاں سے کہا کہ حضور بادشاہ تک اس خبر کو پہنچنے سے پہلے ہم اور تم گھوڑا گاڑی پر سوار ہو کر خدمت میں حاضر ہوں اور تم کو بادشاہ کے قدموں میں ڈال کر اس کی مہربانی کو تمہارا شفیع بنائیں اور اختیار الملک کے بھاگنے کا حال عرض کریں۔ اعتماد خاں نے اس کو پسند کیا۔ گھوڑا گاڑی تیار کی گئی۔ لیکن وجیہ الملک نے کہا کہ جانا بہت اچھا ہے۔

لیکن ایک خرابی ہے ۔یعنی ابھی اختیار الملک بھاگا ہے اور آدھا لشکر اُس کے ساتھ چلا گیا ہے ۔لوگ یہ نہ سمجھیں گے کہ اعتماد خاں بادشاہ کے حضور میں گئے ہیں بلکہ کہیں گے کہ اعتماد خاں بھی بھاگ گئے ۔بقیہ لشکر بھی متفرق ہو جائے گا اور کوئی آدمی نہ رہ جائے گا بہتر یہ ہے کہ جب دن ہو جائے تو سارے لشکر کے ساتھ نقارہ بجاتے ہوئے روانہ ہوں ۔یہی بات طے ہوئی۔ اختیار الملک کے قسم کھانے اور اُس کے بھاگنے کی تشریح لکھ کر جلودار کے ہاتھ فوراً روانہ کر دی ۔فقیر نے مفصّل خط آصف خاں مرحوم کے پاس بھیجا۔ اس نے جواب لکھا کہ جس قدر جلد آؤ بہتر ہے ۔جب صبح ہوئی کوچ کی تیاری ہونے لگی ماننے ہیں خان اعظم کی فوج احمد آباد سے لوٹنے کیواسطے آئی، اور اعتماد خاں کی فوج کے گرد و پیش دست اندازی شروع کر دی، حکیم عین الملک نے بہتری اس میں خیال کی کہ اعتماد خاں کی فوج خان اعظم کے لشکر کے سامنے کھڑی ہو اور ان کو اُس دست برد سے روکے ۔سارا دن اسی پریشانی میں گذر گیا ۔رات ہو گئی ۔دوسرے دن جمعہ کے روز دوپہر کے بعد نماز کا انتظام کرنے لگے کہ بعد نماز جمعہ روانہ ہوں ۔اِس حالت میں سُنا گیا کہ شہباز خاں حکیم عین الملک کے خیمے میں آیا ہے ،تھوڑی دیر کے بعد دونوں کی ملاقات ہوئی ۔شہباز خاں نے کہا کہ حکم ہوا ہے کہ اختیار الملک بھاگ گیا وہ جہنم میں گیا تم اعتماد خاں کے ضامن ہو یا نہیں ۔فقیر نے جواب میں عرض کیا کہ اُس کی

زندگی کا میں حسب حکم ضامن ہوں شہباز خاں نے کہا کہ آؤ اعتماد
خاں کے پاس چلیں اور کہیں شاہی حکم اس طرح صادر ہوا ہے کہ
اگر فلاں شخص اعتماد خاں کی ضمانت قبول کرے تو جا کر اعتماد خاں کی
دلدہی کرے۔ ہم تینوں آدمی ساتھ ساتھ گئے۔ شہباز خاں نے اعتماد خاں
کی بہت دلدہی کی۔ اعتماد خاں نے کہا کہ میں اس قسم کا غلام نہیں ہوں
کہ مجھ کو دلدہی کی ضرورت ہو۔ بادشاہ نے مجکو خرید لیا ہے۔ اور میں نے
طے کر لیا ہے کہ حضور کے قدموں میں جیوں گا اور مروں گا۔ اس کے بعد
شہباز خاں ان باتوں سے مطمئن ہو کر شہر میں گیا اور مجھ سے ایسا طے کیا کہ
کل ہم سب ساتھ ساتھ چلیں۔ جب شہر میں گیا۔ مرزا عزیز کے ارکان دولت
سے مشورہ کیا ہوگا کہ فقیر اعتماد خاں کا ضامن ہے۔ اس لئے اُس کو
شہر میں رہنا چاہیئے تاکہ ضامن قبضے میں رہے۔ حکم کا بہانہ کر کے کہ ضروری
باتیں تم سے حکم کے مطابق کہنی ہیں۔ شہر کی بڑی مسجد میں آؤ۔ ہم لوگ
بھی وہاں آتے ہیں۔ جب فقیر مسجد میں آیا تو ان لوگوں کو وہاں موجود
پایا۔ مرزا کے آدمی بھی تھے۔ سب بیٹھے۔ کوئی حکم نہ تھا۔ شہباز خاں
نے فقیر سے دریافت کیا کہ تم آج کی رات کہاں رہو گے شہر میں یا اردو
میں۔ فقیر نے کہا میرے نزدیک دونوں برابر ہے۔ تمھارے مشورے پر
عمل کروں گا، بلکہ شہر اچھا ہے اس واسطے کہ یہاں مکان ہے۔ شہباز خاں

اور اس کے آدمی علیحدہ بیٹھے۔ اور مشورہ کیا کہ اگر فلاں شہر میں رہا اور اعتماد خاں بھاگ گیا تو اُس کو جواب دینے کا موقع رہے گا کہ مجھ کو لوگوں نے شہر میں روک لیا اور وہ نکل گیا اگر میں اُردو میں ہوتا تو وہ بھاگ نہ سکتا۔ مشورہ کے بعد وہ فقیر کے پاس آئے اور بہت خوشامد کی اور رکاب پکڑ کر سوار کرایا اور کہا کہ تمھارا اُردو میں رہنا بہتر ہے۔ فقیر نے کہا کہ فرمان کا قصہ درپیش تھا۔ وہ تو دیکھا نہیں گیا کہنے لگے۔ اب بے وقت ہو گیا کل تم کو دکھا دیں گے فقیر جب اپنے خیمے میں آیا اعتماد خاں نے آکر فرمان کا مضمون دریافت کیا۔ فقیر نے وہاں کا قصہ بیان کیا اور جو کچھ قیاس سے معلوم ہوا تھا۔ وہ بھی کہا۔ اب یہ طے ہوا کہ آخر شب کی چاندنی میں ہم لوگ بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہوں۔ اور ایسا ہی کیا۔ جب شہباز خاں کو صبح کے بعد معلوم ہوا کہ ہم لوگ روانہ ہوگئے تو نہایت تیزی سے وہ بھی روانہ ہوگیا۔ اور ایک دن ہم سے پہلے پہنچا۔ بادشاہ کے حضور میں عرض کیا کہ میں اعتماد خاں لایا ہوں اور حالانکہ وہ لوگ ستر اسّی سواروں سے زیادہ نہ تھے۔ اور اعتماد خاں کے ساتھ باوجودیکہ اُس کی فوج زیادہ تر پراگندہ ہوگئی تھی پھر بھی سات آٹھ ہزار سوار موجود تھے، دوسرے روز شہباز خاں اور تیسرے روز ہم لوگ کھنبایت پہنچے۔ فوج کے زیادہ ہونے کی وجہ سے جیسے ہی بڑی چھاؤنی پہنچے حاضر خدمت بادشاہ ہوئے۔ پہلے فقیر حاضر ہوا۔ بہت

خوش ہوئے۔ پھر اعتماد خاں نے آکر زمین چومی اور اپنا سر قدموں کے
نیچے رکھ دیا۔ جب اُس نے سر اُٹھایا سب نے اپنا اپنا سر زمین پر رکھا۔
بادشاہ نے اعتماد خاں سے کہا کہ تم لوگ اختیار الملک کے بھاگ جانے
سے ڈرو نہیں۔ ایک غلام تھا بھاگ گیا۔ دوسرے غلام کو اختیار الملک کا
خطاب دے کر اُس کا قائم مقام کر لو۔ اور اپنی قیام گاہ میں رہنے کی
اجازت دی فقیر نے عرض کیا کہ اعتماد خاں کی چھاؤنی بہت دور
ہے اگر حکم ہو تو حضور کی چھاؤنی کے قریب رہے۔ فرمایا کہ دور بھی نزدیک
ہے جہاں چاہے رہے۔ ہم لوگ اپنے اپنے خیمے میں آئے۔ دوسرے
روز ایک شخص آیا کہ حضور نے اعتماد خاں کو طلب فرمایا ہے اعتماد خاں
کپڑے بدلنے میں مشغول ہوا۔ اس کے ماتحت ساتھ چلنے کے واسطے تیار
ہوئے۔ دوپہر ہوگئی۔ حکیم عین الملک بھی آگئے۔ دسترخوان بچھایا گیا کہ
کھانا کھانے کے بعد روانہ ہوں۔ راہ میں آصف خاں مرحوم سے
ملاقات ہوئی وہ بُلانے کے واسطے آرہے تھے۔ بلیح خاں کا گھر راستے
میں پڑتا تھا اُس نے نکل کر ملاقات کی۔ ظہر کا وقت ہوگیا ہم لوگ نماز
میں مشغول ہوئے۔ آصف خاں نے اندر جا کر بادشاہ کو اطلاع دی۔
فقیر کو حاضری کا حکم ہوا۔ فقیر اور آصف خاں ساتھ چلے۔ راہ میں آصف
خاں نے فقیر سے کہا کہ اگر بات آجائے تو تم کہہ دینا کہ میں اعتماد خاں کا

ضامن ہوں اُس کو لایا ہوں ۔ فقیر کو کھٹکا پیدا ہوا کہ اس گفتگو کا کیا سبب ہے ۔ اور فوج کی جابجا جمعیت اور ہاتھیوں کی آراستگی سے یقین ہو گیا کہ ارادہ کیا ہے ۔ جب لوگ قریب پہنچے دیکھا کہ حضور بادشاہ تنہا بیٹھے ہیں اور ارکان دولت مثلاً خان کلاں ۔ اعظم خاں شجاعت خاں اور باقی امرا کھڑے ہیں ۔ فقیر نے سلام کیا ۔ حضور بادشاہ نے سلام کا جواب دیا لیکن خلاف عادت ۔ غصہ کا اثر پیشانی سے ظاہر تھا بیٹھنے کا اشارہ فرمایا ۔ بیٹھنے کے بعد پہلا حرف جو زبان پر لائے یہ تھا کہ اختیار الملک کو اعتماد خاں نے بھگا دیا ۔ فقیر نے جواب دیا کہ سُبحٰنَکَ ھٰذا بُھتانٌ عَظِیمٌ ۔ فقیر نے عرض کیا کہ عقل سے دور ہے کہ اس کو بھگا دے ۔ اور اپنے کو تیر بلا کا نشانہ بنائے ۔ فرمایا کہ اب کیا کرنا چاہیئے ۔ فقیر نے عرض کیا کہ اگر آپ اپنے قول پر نظر رکھیں تو کچھ بھی نہیں کرنا چاہیئے ۔ وہ بندۂ درگاہ اور غلام ہے ۔ فرمایا میں نے بھی قول کیا تھا کہ وہ حرام زدگی کرے اور بڑے امیروں کو بھگائے اور خود تمھارے ذریعے سے آئے او شیطنت کرتا رہے ۔ فقیر نے عرض کیا کہ خدا گواہ اور آگاہ ہے کہ اختیار الملک پرانی عداوت رکھتا ہے ۔ حضور کی تشریف آوری سے راضی نہ تھا قصداً بھاگ گیا کہ اعتماد خاں کو مصیبت میں ڈالے اور حضور والا اعتماد خاں سے رنجیدہ ہوں اور اُس کو تکلیف پہنچائیں ، اس درمیان میں صادق خاں

کو بلا کر قلیج خاں کے خیمے میں اعتماد خاں کے پاس بھیجا کہ اس سے پوچھو کہ کیوں تو نے ایسا کیا۔ یہ گئے وہاں لوگ کھانا کھا رہے تھے۔ اعتماد خاں نے سوال کے ہی کھانے سے ہاتھ روک لیا اور خاموش ہو گیا۔ جواب میں کہا کہ اگر غلام سے قصور ہو جائے تو مالک کو معاف کرنا چاہیئے۔ صادق خاں نے آکر جواب عرض کیا۔ راجہ ٹوڈر مل نے آگے بڑھ کر عرض کیا کہ اگر حکم ہو اعتماد خاں کو اپنی قیام گاہ میں لے جاؤں فقیر نے جو لوگ موجود تھے ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ حضور کے نمک کی قسم کھا کر کہو کہ میں حضور کا دولت خواہ ہوں یا نہیں سب خاموش تھے۔ حضور نے فرمایا۔ جواب کیوں نہیں دیتے۔ خان کلاں محمد خاں اور شجاعت خاں نے کہا کہ ہم تم کو دولت خواہ جانتے ہیں۔ اور مرزا عزیز نے کہا کہ تمھاری دولت خواہی آفتاب سے زیادہ روشن ہے گواہ کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت نے فرمایا کہو مقصود کیا ہے۔ فقیر نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم۔ دولت خواہی کی بنا پر عرض کرتا ہوں کہ اگر حضور مہربان ہو کر عنایت فرمائیں۔ دوسرے ملک بھی خصوصاً دکن کا ملک حضور کے قبضہ میں ہو جائے۔ فقیر اس ملک کے فتح کا ضامن ہے۔ اس بات سے کچھ اثر ہوا۔ ایک ساعت غور فرمایا اور انگلی کو قلم تک لے گئے۔ اس کے بعد راجہ ٹوڈر مل نے عرض کیا کہ اعتماد خاں کو اپنے گھر لے جاؤں۔

حکم ہوا کہ لے جاؤ۔ غالباً پہلے یہ طے ہو چکا تھا کہ اعتماد خاں کی معہ اس کے لڑکے کے راجہ ٹوڈرمل حفاظت کرے۔ اور ملک شرق کی بالسکون گوالیری۔ اور وجیہ الملک اور مجاہد خاں کو الگ الگ ایک ایک امیر کے سپرد کر دیا۔ اسی اثناء میں شہباز خاں آیا اور عرض کیا کہ اعتماد خاں چھاؤنی کی میں تنہا محافظت نہیں کر سکتا۔ خان کلاں نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو میں فوج بھیج دوں۔ مبارک دل میں یہی تھا کہ اعتماد خاں قید ہو۔ اس کی فوج اپنے حال پر ساتھ رہے یہاں تک کہ اس کو رہا کر دیں۔ راجہ ٹوڈرمل نے عرض کیا کہ ان کا مجمع اس طرح سلامت نہ رہے گا، منتفرق ہو جائیں گے۔ جب عنایت کی نظر ہو گی سب چیزیں اس کو عنایت کی جا سکتی ہیں۔ الغرض ان کو منتفرق کر دیا۔ اعتماد خاں کی چھاؤنی سے لوگ ایک بڑا بیدر لائے۔ اور بادشاہ اُس کا تماشہ دیکھنے لگے اور فقیر بھی ساتھ ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ اس جماعت کے حق میں جو کچھ مرضی تھی ظاہر ہوئی۔ عورتیں اور بچے احمد آباد میں ہیں ان کے بارے میں کیا حکم ہوتا ہے حکم ہوا کہ مصلحت اور ملکی انتظام کے واسطے کچھ دنوں کے واسطے قید کیا ہے تاکہ اطمینان ہو جائے۔ اس کے بعد رعایت کریں گے۔ مرزا عزیز کو حکم ہوا کہ فلاں کے ساتھ دیوان خانے میں بیٹھ کر حکم نامہ

لکھ کر اپنے ماتحتوں کے پاس بھیجے کہ کسی ایک کے خاندان اور بچوں پر
کوئی دست درازی نہ کرے۔ اور ان کے گھر کے گرد نہ جاتے۔ میرزا احمد
نے پروانے بہت تاکید اور اصرار کے ساتھ لکھے، ان کا خدمتگار فقیر کے
خدمتگار کے ساتھ احمد آباد روانہ ہوا۔ عدالت پناہ بادشاہ کے عدل کی برکت سے
لوگوں کے اہل وعیال اللہ تعالیٰ کے حفظ و امان میں سلامت رہے۔ ایک
دن اور کھنبایت میں ٹھہر کر بڑودہ کی طرف کوچ فرمایا۔ بلند کانوں
تک یہ خبر پہنچی کہ ابراہیم حسین مرزا معہ کل فوج کے مہندری دریا کو
عبور کر کے سرنال کے قریب ہے۔ حضور عالی نے تھوڑے آدمیوں
کے ساتھ یلغار فرمایا۔ صرف تائید الٰہی اور اقبال شاہی نے ان لوگوں
کو درہم برہم کر دیا۔ دولت قاہرہ کے دشمن مغلوب و مقہور ہو کر
ہندوستان کی طرف بھاگے۔ حضور عالی پھر بڑودہ تشریف لا کر
بندر سورت کی طرف متوجہ ہوئے۔ قلعہ سورت کا محاصرہ کیا۔
وہ قلعہ اس وجہ سے کہ سمندر کے کنارے ہے۔ اور خداوند خاں خواجہ
صفر رومی بنایا ہوا ہے جو قلعوں کی تعمیر اور توپ و بندوق چلانے کی تدبیر سے
بہت زیادہ واقف تھے۔ ان لوگوں نے اپنے تجربے کے مطابق
ایسے پتھر سے اس کی تعمیر کی تھی جو بندر دیپ میں ہوتا ہے۔ جو
بے حد نرمی اور کمزوری کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے کہ جب گولہ توپ سے

نکل کر اس قسم کی دیوار پر لگتا ہے تو یہ پتھر دوسرے پتھروں کی طرح
چور چور نہیں ہوتا بلکہ دیوار میں گولے کے برابر سوراخ ہو جاتا ہے۔
اس پتھر کی نرمی اور کمزوری سختی اور مضبوطی کی صلاحیت رکھتی ہے۔
اس قسم کے پتھر سے پورا قلعہ بنا ہوا تھا۔ توپ چلانے اور دشمن کو دفع
کرنے کے ایسے راستے اس قلعے میں بنے ہوئے تھے کہ اس قلعہ کا فتح
کرنا عقل میں نہیں آتا تھا۔ جب اس دشمن شکار کشور گیر بادشاہ
کی ہمت اس قلعے کو فتح کرنے کی طرف متوجہ ہوئی۔ تھوڑے دنوں
محاصرہ قائم رہا۔ پھر خدا کی مدد اور آسمانی تائید نے اس دولت قاہرہ
کا ساتھ دیا۔ قلعہ سورت کی جنگی جماعت رانپرہ جو لڑنے میں اور
قلعے کی حفاظت کرنے میں فرنگی اور رومی سے کم نہیں اور محمد حسین مرزا
کی تربیت اور افسری میں قلعے کی حفاظت کرتے تھے۔ ان لوگوں نے
بڑی کوشش کے بعد عاجز آکر امان مانگی۔ ہمزمان نے جو ان لوگوں
کا سردار تھا۔ امان طلب کر کے قلعہ کو اولیائے دولت قاہرہ کے سپرد
کر دیا۔ حضور بادشاہ نے ذاتی رحم و جبلی مہربانی پر جو خداوند عالم کی
صفت ہے عمل فرمایا۔ چونکہ امر ثابت ہے کہ خلیفہ برحق خداوند عالم
کا سایہ ہوتا ہے۔ اس لئے خلیفہ برحق کی ذات میں خداوند عالم
کی صفت عفو کا جلوہ گر ہونا ضروری ہے۔ اسی سبب سے قلعہ

والوں کا گناہ معاف کرکے اُن کو امان دی اور اُن کی خطائیں بخش دیں۔ بخشش کے پانی سے اِن کے گناہوں کو دھوکر پاک صاف کرکے قلعے کو عمدۂ معتمدان درگاہ گیتی پناہ قلیچ خاں کے سپرد فرمادیا قلعۂ سورت سے مطمئن ہوکر احمد آباد کی طرف لوٹے۔ جمال پور میں جو احمد آباد کے راستہ میں ہے قیام فرمایا۔ بقرعید احمد آباد میں کرکے دارالسرور فتح پور کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب موضع سیت پور میں جو احمد آباد سے چالیس کوس ہے پہنچے تو مرزا عزیز کو رخصت فرمایا کہ احمد آباد میں رہے۔ خان کلاں کو تن عنایت کیا۔ قطب الدین محمد خاں کو بھروچ، منظفر خاں کو مندو۔ فقیر پر بہت عنایتیں فرماکر مرزا کا ہاتھ فقیر کے ہاتھ میں دیا۔ اور یہ فرمایا کہ عزیز تمھارا فرزند عزیز ہے۔ پدری حق ادا کرو۔ اس کو اپنا بچہ سمجھو۔ مرزا کو اور فقیر کو رخصت فرمایا۔ ہم لوگ معمور آباد میں جو اختیار الملک کا آباد کیا ہوا ہے آئے۔ احمد آباد وہاں سے بیس کوس ہے۔ اختیار الملک اپنی جمعیت کو لئے ہوئے اس کے قرب وجوار میں تھا۔ اس نے احمد نگر پر جہاں مرزا مقیم تھا چڑھائی کی۔ مرزا مقیم وہاں سے بھاگ کر مرزا عزیز کے پاس آیا اور اصرار کیا کہ احمد نگر پر چڑھائی کرو۔ سید حامد نے بھی اس بارہ میں بڑے اہتمام سے اس کی موافقت کی۔ محمد ابن سنجر نواب قطب الدین محمد خاں کے پاس سے خبر لایا کہ مرزا لوگ سورت کی طرف سے آئے ہیں اور بھروچ

پر قبضہ کر لیا ہے اور کھنبایت کی طرف گئے ہیں۔ مرزا فقیر کے پاس آیا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ فقیر نے کہا کہ اگر احمد آباد تمھارے قبضے میں ہے تو پورا گجرات قبضے میں ہے۔ اگر گجرات تمھارے قبضے سے نکل گیا ہے اب تم کو یہیں رہنا چاہئے اس واسطے کہ احمد آباد قریب ہے۔ اگر احمد نگر جاؤ گے احمد آباد سے دور ہو جاؤ گے۔ احمد نگر کا قلعہ مضبوط ہے۔ اس کا محاصرہ بہت دنوں رہے گا۔ سرکش لوگ اطراف و جوانب سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ مرزا نے غور کر کے کہا کہ معقول ہے مگر سید حامد اور مرزا مقیم نے شیخ محمد خاں غزنوی۔ باز بہادر خاں اور مقرب مرزا کے ساتھ اتفاق کر کے مرزا کو اس بات پر تیار کیا کہ کوچ کرے۔ اور کہا کہ معاملہ تین صورت سے باہر نہیں۔ یا اختیار الملک لڑے گا یا محاصرہ کی ضرورت پڑے گی یا وہ بھاگ جائے گا۔ فقیر نے کہا کہ صرف ایک صورت ہے۔ نہ وہ لڑے گا نہ بھاگے گا قلعہ نشین ہو جائے گا۔ اس واسطے کہ سرکش لوگ اطراف و جوانب کی راہ روک لیں گے۔ اور فتنہ بڑھ جائے گا۔ کھنبایت اور بھروچ ہاتھ سے نکل جائے گا۔ محمد حسین مرزا اور شاہ مرزا قوت حاصل کر کے اس کی مدد کریں گے۔ سید حامد اور مرزا مقیم نے کہا کہ ایک مرتبہ اس کا محاصرہ ہمارے سپرد کر دو اور خود واپس چلے آؤ۔ ہم جانیں اور وہ۔ فقیر نے مرزا سے کہا کہ اگر اختیار الملک مردہ بھی ہوگا

تو یہ لوگ ایسے جواں مرد نہیں ہیں کہ اُس کا محاصرہ کر سکیں۔ خیر تقدیر یوں ہی تھی۔ ظہر کے وقت احمد نگر کے قلعے کے نیچے پہنچے۔ اختیار الملک قلعہ نشین ہو گیا۔ دوسرے روز صبح کو ان کے قول کے مطابق لوٹنے کا ارادہ کیا۔ مرزا مقیم اور سید حامد کو طلب کر کے کہا کہ تمھارے کہنے کے مطابق میں نے محاصرہ کیا اب تمھارے سپرد کرتا ہوں۔ اور میں جاتا ہوں۔ ان لوگوں نے اضطراب ظاہر کیا کہ ہمارے آدمی ابھی پیچھے ہیں یہاں تک نہیں پہنچے ہیں۔ ہم قلعے کے نیچے نہیں رہ سکتے۔ قلعۂ ہرسول یہاں سے آٹھ کوس ہے۔ ہم کو وہاں رہنے کا حکم ہو۔ فقیر نے کہا کہ تم وہاں بھی نہیں رہ سکتے۔ جب گفتگو یہاں تک پہنچی تو مرزا عزیز نے سید حامد اور مرزا مقیم سے منہ پھیر کر کہا کہ تم لوگ یہاں لائے۔ میں تمھارے قول پر بھروسہ کر کے یہاں آیا۔ فلاں شخص جو کہتا تھا وہی سلطنت کی خیر خواہی تھی۔ بہرحال لوٹ چلو۔ اب حالت بدل گئی ہے اختیار الملک قلعہ سے باہر نکلا۔ اور محمد خاں ولد شیر خاں فولادی شاہی دبدبے سے راجہ ایدر کے یہاں پناہ گزیں ہوا تھا۔ خان اعظم نے فقیر کے آدمیوں کے ساتھ اپنا آدمی راجہ ایدر کے پاس روانہ کیا تھا کہ محمد خاں کو اپنے یہاں جگہ نہ دے۔ اور راجہ نے اس کو نکال دیا۔ اگر شاہ جی تمھارے قول کے درمیان میں پڑیں تو میں اپنے لڑکے کو خدمت میں بھیجوں۔ فقیر

نے اپنے آدمی نواب اعظم خاں کے آدمیوں ساتھ بھیجا۔ راجہ نے فقیر کے قول پر اعتماد کر کے اپنے لڑکے کو گھوڑے وغیرہ تحفوں کے ساتھ اعظم خاں کے حضور میں روانہ کیا کہ یہ خبر اُس نے سُنی کہ ہم لوگ لوٹ گئے۔ ہر مخالف کو یہ خیال ہوا کہ قلعے تک آنا۔ پھر لوٹ جانا بے سبب نہیں ہے جو کمزوری پر دلالت کرتا ہے۔ اس وجہ سے اپنے لڑکے کے بھیجنے سے پشیمان ہوا اور اُس کو واپس بلا لیا۔ اور شیر خاں کے لڑکے کو سرحد سے طلب کر کے اختیار الملک کے ساتھ کیا۔ اِن سبھوں نے یکجا ہو کر تعاقب کیا۔ جب ہم لوگ ہرسول پہنچے۔ تو مرزا نے وہاں قیام کرنا چاہا کیونکہ قلعہ مضبوط تھا۔ لوگوں نے منظور نہیں کیا۔ کہ یہاں پانی کم ہے۔ الغرض ہم لوگ معمور آباد دپیلو آئے۔ یہاں دو طرف سے پانی جاری ہے اور جگہ بھی اچھی ہے۔ ہم لوگ یہاں ٹھہرے۔ اختیار الملک اور محمد خاں ولد شیر خاں فولادی معہ راجہ ایدر کے دس بارہ ہزار سواروں کے ساتھ مقابلے میں اُترے۔ دو تین روز محاصرہ رہا۔ اور کھنبایت میں محمد حسین مرزا اور شاہ مرزا اپنے ساتھ چار سو مغل رکھتے تھے قطب الدین خاں نے ان کو گھیر لیا۔ نواب خان اعظم نے شیخ محمد خاں غزنوی اور سید حامد کو ان کی مدد کے واسطے بھیجا۔ اختیار الملک نے اپنے فوج سے احمد آباد پر قبضہ کرنا چاہا۔ اور خیال کیا اگر مرزا کو کمک آئے گا تو لڑیں گے۔ اگر احمد آباد ہمارے قبضہ میں آ گیا تو سارا گجرات

ہمارا ہے۔ کوچ کر کے دس بارہ ہزار سواروں کے ساتھ احمد آباد کی طرف روانہ ہوا۔ مرزا فقیر کے پاس آئے کہ اب چارہ کار کیا ہے۔ فقیر نے کہا کہ اگر میرے کہنے پر عمل کرو تو ہم کو بھی کوچ کرنا چاہیئے کہ ان لوگوں کے پہنچنے سے پہلے ہم وہاں پہنچ جائیں اس واسطے کہ احمد آباد جس کے قبضے میں ہے ملک اُسی کا ہے۔ مرزا نے کہا کہ اگر راہ میں مقابلہ ہو گیا اور لڑائی ہوئی تو فتح اُن کو ہو گی۔ فقیر نے کہا کہ ایسا رہبر تلاش کرنا چاہیئے جو ایسے راستے سے لے چلے کہ اُن سے ملاقات نہ ہو۔ اس وقت دونوں لشکر میں تین کوس کا فاصلہ ہے۔ لیکن جگہ ناہموار ہے۔ ہم نے گھوڑے اور گاڑی کا انتظام کر لیا ہے۔ بہر حال فقیر کے مبالغہ کی وجہ سے مرزا نے قبول کیا اور فوج قائم کر کے عصر کے وقت کوچ کیا، بہت تیزی سے روانہ ہوئے۔ عشاء کے وقت باگی جن کے مقام پر جو احمد آباد سے ۹ کوس ہے پہنچے۔ دشمنوں کی فوج کا سراغ لیا۔ معلوم ہوا کہ وہ بھی کوچ کر کے پانچ کوس آگے آ گئے ہیں۔ اب فاصلہ دونوں لشکر میں گیارہ کوس کا ہے۔ فراشوں نے خیمہ نصب کیے اور ہم لوگ نماز میں مشغول ہوئے۔ جب پانچ چھ گھڑی رات گذری اور چاند روشن ہوا مرزا نے کہا کہ صلاح کیا ہے۔ فقیر نے کہا کہ ہوا مناسب ہے۔ چاند کی روشنی ہے۔ راتوں رات چل کر شہر میں داخل ہونا چاہیئے۔

مرزا کو بہت پسند آیا۔ کہنے لگے سوار ہو اور خود بھی سوار ہوئے۔ ساری فوج غل مچانے لگی۔ اور محمد فاضل خاں ولد میر محمد خاں نے ان لوگوں کی موافقت کی۔ مرزا نے فقیر سے کہا کہ تم ان لوگوں کی بات نہ سنو۔ چلو۔ جو چاہے آئے۔ جو نہ چاہے نہ آئے۔ ہم مرزا کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب احمد آباد سے تین کوس پر پہنچے، مرزا پر نیند کا غلبہ ہوا۔ ہم لوگ اتر پڑے۔ کل چالیس پچاس سوار ہم لوگ تھے۔ تیس سوار مغل اور پندرہ بیس سوار ملک شرق گجراتی کے لڑکے کے۔ مرزا سو رہے۔ فقیر نماز اور وظیفے میں مشغول ہوا۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی عنایت تھی کہ ہم لوگ اترے۔ ہماری چھاؤنی اور لشکر شہر میں گئی۔ ابھی صبح نہیں ہوئی تھی کہ محمد حسین مرزا اور شاہ مرزا تین چار سو سواروں کے ساتھ کھنبایت یلغار کرتے ہوئے اختیار الملک کے پاس جا رہے تھے۔ جب وہ آدھ کوس دور ہوئے حقیقت حال ان پر ظاہر ہوئی کہ یہاں مرزا عزیز موجود ہیں۔ ہاتھ چبانے لگے کہ ایسا موقع ہاتھ سے نکل گیا۔ بادشاہ کی ہمت اور توجہ کی برکت سے ہم لوگوں کو دشمنوں کے شر سے خداوند عالم نے محفوظ رکھا۔ ہاں جو کچھ عالم غیب سے ظاہر ہوتا ہے بادشاہ کی نیک نیتی اور اس کے بلند اقبال کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بلند سایہ کو ابتدائے جلوس سے قیامت تک ہمارے اور ساری دنیا کے سر پر قائم رکھے۔ الغرض جب جمال پور

جو احمد آباد کے شہر کے قریب ہے پہنچے تو فاضل خاں نے شور کیا کہ یہیں ٹھہرو اور شہر کو پسِ پشت کر کے دشمن کا مقابلہ کریں۔ مرزا نے فقیر سے پوچھا۔ فقیر نے جواب دیا کہ برسات کا زمانہ ہے اور شہر ہمارا ہے کیوں شہر میں اطمینان کے ساتھ نہ رہیں اور اپنے کو دشمن کے مقابلے کے واسطے بارش میں تکلیف دیں۔ بہتر ہے کہ بارش کی تکلیف دشمن برداشت کرے۔ پھر مرزا نے کہا کہ احمد آباد بڑا شہر ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ شہر والوں میں سے کوئی ہماری مخالفت کرے اور کسی طرف سے دشمن کو شہر میں راستہ دے دے۔ فقیر نے کہا کہ کسی طرح شہر کے باہر رہنا مناسب نہیں ہے۔ اگر شہر بڑا ہے تو ہماری فوج بھی زیادہ ہے۔ ہر جگہ چوکی۔ پہرہ رکھیں گے۔ فاضل محمد خاں نے مرزا مقیم کو اپنا شریک کر کے اصرار کیا اور مرزا کے دل میں جما دیا۔ فقیر نے مرزا سے کہا کہ میں بادشاہ کے نمک کی قسم دیتا ہوں کہ کسی کی تقلید نہ کرو۔ ہمارے پورے گروہ میں یہی ایک فاضل خاں ہے جو باہر اترنے کی طرف مائل ہے۔ انصاف کے رو سے وہ مشورہ جو صحیح ہو کیوں نہیں دیتے۔ جواب دیا کہ غرض فاضل خاں کی یہ ہے کہ دنیا کیا کہے گی۔ یعنے یہ لوگ باوجود عمدہ فوج کے قلعہ نشین ہو گئے۔ اس میں بزدلی اور کم ہمتی ظاہر ہوتی ہے۔ مرزا نے کہا کہ ہم کو کام کی مضبوطی کی ضرورت ہے عار کا اندیشہ نہیں ہے۔ فقیر سے کہا۔ گھوڑا بڑھاؤ۔

میری رائے تمہارے موافق ہے۔ بڑی شان وشوکت سے شہر میں داخل
ہوئے۔ سب شہر والے حاضر ہوئے۔ قطب الدین محمد خاں بھی آئے۔
لشکر بڑا ہو گیا۔ دوسرے روز دشمن آئے۔ شہر کی دوسری جانب
کانکریہ حوض کے کنارے اساول کے قریب اُترے۔ ان کا لشکر زوردار
تھا۔ فاضل محمد خاں ایک جمعیت کے ساتھ خان پور دروازے کی طرف
جہاں سے دشمن کی فوج جوق جوق گذر کر قیام گاہ کی طرف جاتی تھی
شہر سے باہر نکل کر مقابلے میں کھڑا ہوا۔ مرزا کے پاسبان جابجا قلعہ اور برجوں
کی حفاظت کر رہے تھے۔ مرزا بڑی فوج کے ساتھ سہ دروازہ کے میدان
میں ہاتھیوں کے آگے کرکے کھڑے ہوئے۔ تاکہ جس طرف زور ہو مدد
کرے۔ فاضل محمد خاں اور سُلطان خواجہ ایک ساتھ تھے ان کے دل میں
آیا کہ جیب دروازے پر کھڑے ہیں کچھ آگے بڑھیں کہ وہ لوگ بھی کچھ سمجھیں۔
اس اثناء میں حسن جیو صنع اللہ جو گجرات کا مشہور بہادر تھا جب یہاں پہنچا۔
اپنے کو روک نہ سکا۔ فاضل محمد خاں پر زبردست حملہ کر دیا۔ وہ قائم نہ
رہ سکے۔ قلعے میں آنا چاہا۔ زنجیر علی جو مرزا کا نوکر تھا اور یہ دروازے
خانپور اسی کے اہتمام میں تھا۔ اس خیال سے کہیں مخالف کی فوج شہر
کے اندر نہ آجائے۔ وہ فاضل محمد خاں کو اندر داخل نہ کر سکا۔ شہر کا
دروازہ بند کر دیا۔ فاضل محمد خاں زخمی ہو گئے۔ سلطان خواجہ گھوڑے

سے گر گئے۔ گھوڑا بہت عمدہ تھا۔ مخالفوں نے اُس پر قبضہ کر لیا۔ توپ و تفنگ کے ذریعے سے زنجیر علی نے مخالفوں کو روک کر بھگا دیا۔ اور دروازہ سے دور کر دیا۔ فاضل محمد خاں کو کاری زخم کی حالت میں اندر لے گیا۔ اس دروازے کے بغل میں نزہت الملک کا گھر ہے۔ فاضل محمد خاں وہیں ٹھہرے۔ جب قیام گاہ میں پہنچے تو جاودانی جنت کو قیام گاہ بنایا۔ سلطان خواجہ گھوڑے سے گرنے کے بعد دروازے کے اندر نہ آسکا۔ پیادہ قلعہ کی دیوار کے نیچے نیچے اس برج تک پہنچا جس کی حفاظت شاہ محب اللہ اور ان کے بھائی کرتے تھے۔ ان لوگوں نے اُوپر سے دیکھ کر اُس مجمع کو جو سلطان خواجہ کے پیچھے لوٹ مار کر رہا تھا اوپر ہی سے دفع کر کے اُن کو اوپر کھینچ لیا۔ مرزا عزیز آخر دن تک میدان میں مع فوج کے نفیر کے ساتھ کھڑے رہے۔ یہاں تک کہ ساری فوج قلعے کے برابر سے گذر کر اپنے خیموں میں ٹھہری۔ مرزا نے سب دروازوں کو اعتباری لوگوں کے سپرد کیا۔ قلعہ کے پورب کے سمت دروازہ جو سروریہ کے نام سے مشہور ہے دشمن کی فوج کے سامنے تھا، وہاں خود ٹھہرے اور شہر کے دکھن کا دروازۂ جمالپور جو دشمن کے قیامگاہ کے نزدیک تھا نورنگ خاں کے سپرد کیا۔ اسی طرح کُل دروازے اعتباری لوگوں کو دئے۔ مخالفوں نے بھی اپنے گرد

خندق کھودا تھا طرفین میں روزانہ لڑائی ہوتی تھی۔ فقیر کو یقین قطعی تھا کہ دشمن مغلوب ہوگا۔ اس واسطے کہ چار مختلف گروہ کے لوگ جمع ہوئے تھے۔ اختیار الملک اور کل گجراتی دوسرے شاہ مرزا اور محمد حسین مرزا اور کل مغل تیسرے محمد خاں ولد شیر خاں اور کل افغان۔ چوتھے جھجھار خاں اور کل حبشی ہر ایک نے طے کر لیا تھا۔ کہ جب احمد آباد قبضے میں آجائیگا۔ تو دوسرے کو زیر کریں گے۔ اختیار الملک نے ایک بچہ تلاش کر کے اپنے خیمے میں چھپا رکھا تھا اور چتر تیار کر رکھا تھا کہ جب فتح ہو گی اس کو بادشاہ بنائے گا۔ کیونکہ مالک گجرات ہے۔ گجراتی بادشاہ اور گجراتی فوج اس کے لائق ہے۔ اس خیال میں چاہتا تھا کہ سب کو ڈھو کر مارے۔ پہلے مرزا لوگوں کو الگ کرے۔ یہ قصے اپنے دوستوں کو لکھے تھے۔ مرزا عزیز کو معلوم ہوا کہ یہ حال ہے۔ اپنی حالت کا ان کو یقین تھا۔ دشمنوں کو پراگندہ کرنے کے واسطے بے چین تھے یہاں تک کہ اسی رات کو مرزا جی نے سلطان خواجہ کو طلب کیا کہ حضور بادشاہ کی خدمت میں روانہ کرے کہ وہ عرض حال کرے اور خواہش کی کہ فوراً گجرات کی طرف متوجہ ہوں۔ اسی مضمون کی عرضیاں درگاہ گیتی پناہ میں پہلے بھی بھیجی تھیں۔ حضور بادشاہ فکر و تدبیر یلغار میں تھے کہ نہایت قوت کے ساتھ روانہ ہوں۔ غرض کہ سلطان خواجہ نے اس ارادے کو

اور مضبوط کردیا۔ فوراً یلغار فرمایا۔ دو مہینے کی راہ کو نو دن میں طے فرماکر امیدواروں کی فریاد رسی کے واسطے پہنچے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے لے کر اس وقت تک سوا حضرت سلیمانؑ کے جن کی شان میں غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ۔ یعنی ایک مہینے کی راہ بارہ گھنٹے میں طے کرتے تھے اور چونکہ ہوا مطیع تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت کو ایک مہینے کی راہ کی دوری تک ایک دن میں لے جاتی تھی اور رات کو واپس لاتی تھی۔ غرضکہ کسی بادشاہ نے سوائے حضرت سلیمانؑ کے ایسا فتحمند یلغار نہیں کیا۔ جب حضور بادشاہ موضع بالیسانہ میں جو پٹن کے مضافات میں سے ہے۔ تھوڑی دیر کے لئے ٹھہرے تھے۔ اس موضع کے مکھیا نے فوراً اپنا قاصد روانہ کیا۔ کہ ایسا نیر سعد طالع ہوا ہے۔ اور نعمت غیر مترقبہ ظاہر ہوئی ہے۔ اس دولت بیدار سے خبردار رہیں۔ فقیر نے مرزا عزیز کو مطلع کیا۔ انھوں نے یقین نہیں کیا اور دراصل یقین کرنے کا امکان بھی نہیں تھا کہ اس قدر بعد مسافت کو اتنے کم دنوں میں طے کریں گے۔ دوسرے دن مہتر بشارت ظہر کے وقت آئے اور یہ جاں بخش مژدہ لائے کہ حضور بادشاہ قصبہ کری میں سایہ افگن ہیں۔

شیر خاں فولادی کا نوکر جو کری کے قلعے میں ہے قلعے کا دروازہ بند کر کے قلعہ نشین ہو گیا ہے۔ پہلے حضور کے دل میں آیا کہ اس وقت اس قلعے کو بیخ و بنیاد سے برباد کر دیں۔ خیر خواہوں نے جو ساتھ تھے عرض کیا کہ مقصد اصلی دشمنوں کو مغلوب کرنا ہے۔ اس قلعہ کو فتح کرنا بہت آسان ہے۔ ان کی گذارش قبول ہوئی۔ تھوڑی دیر قیام فرما کر روانہ ہو گئے۔ اور ایسی تیزی سے تشریف لائے کہ کسی کو تشریف آوری کی خبر نہ ہوئی۔ فقیر کے بعضے ملاقاتی مثلاً نواب کے وکیل دولت خاں کا باپ عمر خاں لودی۔ اور میاں سید جیو اور سید عبدالرحمن بخاری۔ مخالفوں کی فوج میں تھے۔ فقیر نے بطور تشویہ مرزا عزیز کو اطلاع دی کہ حالت ایسی ہے۔ حضور کے استقبال کے واسطے چلو گے یا میرے پاس شہر میں آؤ گے۔ جواب دیا کہ ہم تیار ہیں۔ جب حضور بادشاہ آگرہ سے تشریف لائیں گے ہم استقبال کریں گے۔ یہ بات اعتراضاً کہی تھی۔ کیونکہ یہ بات بعید از عقل تھی۔ اس خبر کا یقین نہیں کیا۔ اس زمانے میں شیر خاں کے آنے کی خبر دشمنوں میں تھی کہ وہ دولقہ سے آئے گا۔ جب حضور نے احمد آباد سے دریا کے کنارے پہنچ کر دریا عبور کیا ہنوز ان لوگوں کا گمان یہی تھا کہ شیر خاں فولادی ہے۔ ہاں بد نصیب لوگوں کا غلط خیال اور اندیشۂ ناصواب اُن کی بصیرت

والی آنکھوں کا پردہ ہو جاتا ہے۔ خان اعظم شہر کے اندر فوج لئے مستعد تھے کہ بادشاہ کے نزدیک آتے ہی قلعے کے باہر نکلیں۔ دشمنوں کی کی فوج شیر خاں کے استقبال کے ارادہ سے سوار ہوئی۔ جب آگے بڑھے تو مغلوں کا ہراول دیکھ کر خبر کرنے کو لوٹے اور دشمن سوار ہوئے مگر حضور والا دریا سے بھی آگے بڑھ آئے ہراول کے سوار دشمنوں سے لڑنے لگے۔ محمد حسین مرزا شروع ہی میں گرفتار ہو گیا۔ اس کے سر کا بال پکڑ کر کھینچتے ہوئے بادشاہ کے حضور میں لائے۔ حضور نے احوال پرسی فرمائی۔ اس کو پیاس کا غلبہ تھا۔ بیتابی ظاہر کر کے پانی مانگا۔ مہربانی فرما کر قتل کرنے سے پہلے پانی دینے کا حکم دیا۔ اس کی پیاس بجھانے کے بعد اس کو ہاتھی پر سوار کر کے گھمایا۔ بہت سے افغان مارے گئے فتح کی خبر پہنچنے کے بعد خان اعظم اپنی فوج لے کر شہر کے دروازے کی طرف چلے۔ ایک طرف سے قطب الدین محمد خاں تھے۔ ہنوز ہم شہر ہی میں تھے کہ آصف خاں مرحوم نے آکر حضور بادشاہ کی طرف سے حکم پہنچایا کہ ہم دریا عبور کر کے نزدیک آ گئے ہیں۔ تم بھی باہر آؤ۔ قطب الدین خاں کی فوج باہر نکل کر اختیار الملک کے سامنے کھڑی ہوئی۔ آصف خاں پھر بادشاہ کی خدمت میں گئے کہ فوج کے متوجہ ہونے کی خبر پہنچائیں۔ وہ پہنچنے نہیں پاتے تھے

کہ بادشاہی فتح کی خبر ہوئی ۔ پھر دو خدمتگار بادشاہ کے پاس سے
آئے اور چار افغانوں کا سر مرزا کے گھوڑے کے پاؤں میں ڈال دیا کہ
فتح ہوگئی باوجود اس کے کہ ہم ہوشیاری سے چل رہے تھے ۔ ابھی تک
شہر کی آبادی میں تھے ۔ جب خضر پور پہنچے ۔ تو باہر کا دروازہ بند تھا اور
دروازے کے اُس طرف محمد خاں ولد شیر خاں کی فوج اور حبشیوں کا
مجمع تھا دروازہ سے نکلتے ہی لڑائی شروع ہوگئی ۔ مرزا مقیم اور سیّد
حامد جو ہراول تھے تلوار بھی نہ نکالنے پائے تھے کہ فتح کی خبر مشہور ہوگئی ۔
دشمن پراگندہ اور شکست کھا کر بھاگے ۔ خان اعظم نہایت شان و شوکت
سے روانہ ہوئے کہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوں ۔ اختیار الملک جو
قطب الدین کے مقابل کھڑا ہوا تھا شہر فتح ہونے سے بھاگا لیکن
آراستہ فوج کے ساتھ ۔ مگر چونکہ اس کی موت آگئی تھی خیال کیا راہ چھوڑ کر
کنارے کنارے نکل جائے ۔ اتفاقاً اُس کا گذر بادشاہی فوج پر ہوا ۔
کل فوج لوٹ میں مشغول تھی ۔ بادشاہ کے پاس صرف ڈیڑھ سو
سوار ہوں گے ۔ جیسے ہی بڑی فوج دکھائی دی ۔ اس شخص نے
جس کی بہر ذگی میں محمد حسین تھا اس وہم سے کہ خدا جانے لڑائی کا کیا
انجام ہو ، محمد حسین کو مار ڈالا ۔ اختیار الملک پانچ چھ سوار کے ساتھ کہ
اس کو کوئی نہ پہچانے فوج کے باہر باہر جا نا تھا حضور بادشاہ سلامت

فرمایا کہ غالباً اختیار الملک ہے کہ بھاگا جاتا ہے اس کو زندہ پکڑ لاؤ۔ خسرو نامی ترک نے دو تین آدمیوں کے ساتھ اس کا تعاقب کیا۔ اختیار الملک نے چاہا کہ اپنے گھوڑے کو زقوم کی جھاڑی سے پھندا دے۔ گھوڑے کے پھاندنے کی حالت میں اختیار الملک بے اختیار گھوڑے سے گر گیا۔ جن سواروں نے تعاقب کیا تھا گھوڑے سے اتر کر گرفتار کر لیا۔ پہلے اس نے کہا کہ مجھ کو زندہ بادشاہ کے حضور میں لے چلو۔ ان لوگوں نے کہا اٹھو ہم لئے چلتے ہیں۔ پھر اس نے کہا کہ مجھ کو شرم آتی ہے کیا منہ لے کر جاؤں اور اپنے کو زمین پر گرا دیا۔ یہ لوگ اس کا سر کاٹ لائے۔ اسکی فوج شاہی اقبال کی برکت سے بغیر لڑے بھاگ گئی۔ حضور فتحمند بادشاہ شہر کے سمت متوجہ ہوئے۔ اس حال میں خان اعظم پہنچے۔ اور گھوڑے سے اتر کر سلام کیا اور اپنا سر بادشاہ کے پاؤں پر رکھ دیا۔ بادشاہ نے کمال عنایت سے باتیں کر کے مبارک ہاتھ اس کے سر پر رکھ دیا اور فرمایا۔ کہ ہم تمہاری خاطر سے یلغار کر کے آئے۔ اس نے دوبارہ سلام عرض کیا۔ گھوڑے سے اترنے کے وقت خان اعظم نے فقیر سے کہا تھا کہ تم اپنے حال پر رہو۔ میں تمہاری حالت عرض کر دوں گا۔ اس لئے جب حضور بادشاہ نے خان اعظم سے سوار ہونے کو فرمایا تو اس نے عرض کیا کہ فلاں بھی حاضر ہے۔ اور شروع

سے آخیر تک میرے ہمراہ تھا حکم ہوا کہ گھوڑے پر سوار ہو کر خدمت میں حاضر ہو۔ مرزا سوار ہو گئے۔ فقیر حکم بجا لا کر حضوری سے سرفراز ہوا۔ حضور بادشاہ روانہ ہو کر شہر میں تشریف لائے۔ محفل میں رونق افروز ہوئے۔ تھوڑی دیر وہاں رہے۔ جو لوگ ہمراہ تھے اُن کو رخصت فرمایا۔ کہ کہیں قیام کریں۔ لوگ قیامگاہ کی فکر میں ہوئے۔ ایک پہر رات تک مرزا اور فقیر حضوری میں رہے۔ جب بادشاہ نے سونا چاہا فقیر کو رخصت فرمایا۔ فقیر اپنی قیامگاہ میں آیا۔ مرزا نے بھی اپنی قیامگاہ میں بادشاہ کے قریب قیام کیا۔ دوسرے روز ایک پہر دن چڑھے پھر فقیر حاضر خدمت ہوا۔ حُکم ہوا کہ سادات، علما و مشائخ حاضر ہوں۔ اکثر خود مبارکباد دینے کے واسطے حاضر تھے۔ خان اعظم نے بعضوں کی کچھ شکایت کی تھی۔ عصر کے بعد حکم ہوا کہ سب حاضر ہوں۔ سب نے حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور مبارک باد دی۔ چونکہ گجرات کے اکثر امراء کا مال میاں وجیہ الدین دانشمند کے گھر سے محاصرہ کے وقت نکلا تھا۔ مرزا عزیز نے عرض کیا کہ اس قدر کثیر مال اُن کے گھر سے نکلا ہے کہ تم کو ان لوگوں کا اس قدر مال اپنے گھر میں رکھنا کیوں مناسب معلوم ہوا۔ میاں وجیہ الدین نے عرض کیا کہ دوستی اور حضور کی شرم کی وجہ سے ایک جگہ رکھنے کے واسطے

میں نے ان کو دیدیا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس میں ان لوگوں نے کیا رکھا ہے۔ حضور کو کمال مہربانی کی وجہ سے جو عام مخلوق پر کیا کرتے ہیں پسند آیا کہ اس نے آشنائی کا حق ادا کیا۔ مرزا عزیز نے کہا کہ ملا اگر کوئی چیز باقی رہ گئی ہو دیدو۔ میاں وجیہ الدین نے کہا کہ تم خوب جانتے ہو۔ پھر اس کے بعد مرزا نے فرزندان سید غیاث الدین کو آگے کر کے کہا کہ اختیار الملک کا مال ان کے گھر سے نکلا ہے حضور بادشاہ نے ان کے سن رسیدہ باپ سید عبدالحیٔ سے دریافت فرمایا۔ انھوں نے جواب میں عرض کیا کہ اختیار الملک کی عورتیں جب حضور نے پہلی مرتبہ فتح کیا تھا آئی تھیں۔ میں نے ان کو جگہ دی تھی۔ ان عورتوں نے جو کچھ وہ ساتھ لائی تھیں زمین میں گاڑ دیا ہوگا۔ مرزا کے آدمیوں نے اس کو نکال لیا ہوگا۔ اور شیخ مظفر کو جس کا بھائی شیخ عبدالنبی گجرات میں صدر ہوگیا تھا اور اس نے اپنے بھائی کے ذریعے سے بے حد طمع کر کے ایمہ سے وصول کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی مرزا نے لات مار کر مال واپس کر لیا تھا۔ اس کو بھی حاضر کیا کہ اس نے بہت مال ایمہ سے رشوت لیا ہے۔ اور ملک محمود نے اپنے دوست سے اور مجھ سے کہا کہ اس نے بارہ ہزار محمودی میاں سید حیو بخاری سے لی ہیں حضور بادشاہ نے ملک محمود کو طلب کر کے دریافت فرمایا

کہ تو نے کہا تھا۔ ملک محمود نے انکار کیا۔ مرزا نے کہا کہ اس نے کہا
تھا۔ اب انکار کرتا ہے۔ ملک نے کہا کہ میں نے بارہ ہزار کی قید نہیں
لگائی تھی۔ ہاں مجمل طریقے سے کہا کہ کچھ لیا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ
سید جیو موجود ہے۔ خود حضور بادشاہ نے پوچھا کہ تم نے اُس کو کچھ
دیا ہے اس نے جواب دیا کہ میں نے نہیں دیا ہے۔ مرزا نے کہا
یعنی میرے وکیل نے دیا ہے۔ سید جیو نے چاہا کہ اس کی بھی تکذیب
کرے۔ فقیر نے اشارے سے روکا۔ کہ مرزا تمھاری تصدیق کرتا ہے
تم اس کی تکذیب کرتے ہو۔ وہ خاموش ہوگیا۔ فقیر نے بادشاہ سے
عرض کیا کہ سید جیو عقلمند آدمی ہے۔ کس طرح کہے کہ میں نے رشوت
دی ہے اور کس طرح انکار کرے۔ در پردہ مرزا کی بات کی تصدیق
فرماکر فرمایا کہ اچھا کہا اور سچ کہا۔ مرزا نے ایمہ میں سے ہر ایک کے
بارے میں بے توجہی کی باتیں عرض کیں۔ لیکن حضور کی عنایت اور
اور مہربانی کو کیا کہوں کہ جیسا پردہ پوشی کا حق تھا ظاہر ہوا۔ خداوند
عالم ان کی زندگی کے ایک ایک دن کو سو سو سال کرے۔ اور
ہمیشہ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ جب مغرب کی نماز کا وقت آیا۔
نماز میں مشغول ہوئے۔ ایمہ باہر تھے۔ ایک پہر رات گذر گئی۔ پھر
فقیر نے عرض کیا کہ ایمہ کے متعلق کیا حکم ہوتا ہے۔ فرمایا رخصت کردو۔

ہر ایک اپنے اپنے گھر جائے۔ فقیر نے باہر آکر سب کو رخصت کیا۔ سب خوش خوش عمر و اقبال کی دعا دیتے ہوئے واپس گئے۔ دو تین دن حضور بادشاہ احمد آباد میں رہے۔ تمام مخالف لوگ جو زخمی ہو گئے تھے اور لڑائی کے میدان سے اٹھا کر لائے گئے تھے قریب پچاس ساٹھ آدمی قید کیے گئے تھے۔ حضور نے جھروکے کے اوپر سے ان کا ملاحظہ فرمایا۔ لشکر خاں نے عرض کیا کہ حکم ہو تو ہاتھی ان پر دوڑا دیں سب ہلاک ہو جائیں۔ فقیر نے لشکر خاں سے کہا کہ اگر ہلاک ہونے والے ہوتے تو نظر اشرف تک نہ پہنچتے۔ چونکہ حضور کی نظر ان زخمیوں پر پڑ گئی تھی۔ ان لوگوں نے زندگی کی امید قائم کر لی ہے۔ حضور مسکرائے۔ ایک شخص نے زخمیوں میں سے فریاد کی کہ میں ملک محمود کا عزیز ہوں۔ مرزا نے عرض کیا کہ سب لڑنے والے ایمہ کے عزیز ہیں۔ حضور بادشاہ فقیر کی طرف متوجہ ہوئے۔ فقیر نے عرض کیا کہ ہو سکتا ہے کہ بعض ایمہ کے عزیز ہوں۔ اس واسطے کہ ایمہ ہر وقت اپنے سب عزیزوں تک نہیں پہنچ سکتے۔ وہ لوگ اپنے حصول معشیت کی وجہ سے نوکر ہو گئے ہوں گے۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔ حضور بادشاہ نے حکم دیا کہ ہر ایک کو اس کے گھر پہنچا دیا جائے۔ ایسی کھلی ہوئی مہربانی زخمیوں کے متعلق ظاہر ہوئی تھوڑے دنوں کے بعد روانۂ محمود آباد ہو گئے۔ اور دو روز قیام فرما کر دولقہ کی طرف

متوجہ ہوئے۔ مرزا اور فقیر کو رخصت فرمایا۔ اور دارالسرور فتح پور کی طرف روانہ ہوئے۔ اور حکم دیا کہ پس ماندگانِ یلغار میں سے جو چھوٹا بڑا مرزا کی مہر لگی ہوئی تحریر لائے گا۔ اس کو اس مہم کا انعام ملے گا اور جو کوئی نہ لائیگا انعام نہ ملے گا۔ عرصہ دراز تک لوگ آتے تھے اور مرزا کی تحریر حاصل کرتے تھے۔ اس وجہ سے آگرہ اور گجرات کی راہ بازار بنے ہوئے تھے۔ لوگ برابر آمد و رفت کرتے تھے۔ اب بھی انتظام شاہی و رعب سلطنت مہواسیوں کے دلوں پر ایسا قائم ہے۔ کہ گجرات کے بندروں سے جو مکہ کا دروازہ ہے کشمیر کے تختِ سلیمان اور کابل تک ایک سال کی راہ دارالامن کا حکم رکھتی ہے آنے جانے والے اطمینان کے ساتھ سونے چاندی سے بھری ہوئی تھالی کندھے اور سر پر رکھے ہوئے آتے جاتے ہیں۔ چور۔ ڈاکو کا خوف و خطر نہیں کرتے۔ بادشاہ کے اقبال کا سایہ قائم اور اُس کے عدل کا آفتاب روشن رہے۔ مرزا کی التماس کے مطابق گجرات کے احوال کی تحقیق اور جمع بندی کے واسطے راجہ ٹوڈرمل گجرات میں آئے اور سختی کی کہ مرزا اُن کے بلانے سے پشیمان ہوئے۔ لیکن اپنے کیے ہوئے کا کچھ علاج نہیں۔ آصف خاں مرحوم کو بھی گجرات میں چھوڑا۔ چونکہ محمد خاں ولد شیر خاں ایدر کے حدود میں تھا۔ مرزا اور قطب الدین خاں نے ایدر پر چڑھائی کی۔ اور احمد آباد میں جو ایدر کی سرحد ہے آئے۔ وہ شہر

لشکر ظفر اثر کا خیمہ گاہ ہوا۔ عرصہ تک وہاں قیام رہا۔ آصفخاں نے اپنی فتحمند فوج کے ساتھ ایدر اور مہو اس کی طرف جو اس اطراف کا دل ہے متوجہ ہو کر بہت تاخت و تاراج کی کہ راجہ ایدر نے عاجز ہو کر فرماں برداری و اطاعت کر لی۔ وہاں سے لوٹ کر پٹن آئے کہ خان کلاں سے فاضل محمد خاں کی تعزیت کر کے پھر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ تین چار روز خان کلاں کے پاس رہ کر ملیغار کے طریقے پر دربار گیتی پناہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آصف خاں اور فقیر کو احمد آباد روانہ کیا۔ اور قطب الدین خاں سے رخصت ہوئے۔ جب حضور میں حاضر ہو کر بساط بوسی سے سرفراز ہوئے خاص مہربانیوں سے ممتاز ہو کر تین چار ماہ میں گجرات آ گئے۔ فقیر اور آصف خاں نے قصبہ کری تک مرزا کا استقبال کیا۔ دو تین منزل احمد آباد تک ساتھ آئے۔ پانچ چھ مہینے احمد آباد میں رہ کر ولایت بھروچ کی سیر کے واسطے روانہ ہوئے۔ قطب الدین محمد خاں پانچ چھ کوس تک استقبال کے لئے آئے اور اپنے گھر میں اتار کر ضیافت و مہمانداری کے مراسم پوری طرح ادا کئے۔ تقریباً پندرہ دن وہاں رہ کر احمد آباد کی طرف لوٹے۔ تھوڑے دنوں کے لئے محمد رفیع قورچی مرزا عزیز کی طلبی کا فرمان لایا۔ اور ایک فرمان پوشیدہ طور پر فقیر کے نام اس کے پاس تھا کہ فقیر کو اس طرح دے کہ کسی کو اس کی اطلاع نہ ہو۔ اتفاقاً قورچی مذکور نے مرزا سے فقیر کے گھر کا

پتا دریافت کیا۔ پوچھا کہ کیا کام ہے۔ اس نے کہا کہ حکیم الملک نے ایک خط ان کو دیا ہے۔ مرزا کو اس دریافت سے مخفی فرمان کا خطرہ ہوا۔ اپنے آدمی کو قورچی کے ہمراہ فقیر کے گھر بھیجا۔ اس نے اپنے سر کو فقیر کے کان کے پاس کر کے کہا کہ شاہی فرمان تمھارے نام پوشیدہ طور پر میرے پاس ہے۔ فقیر نے تنہائی کے فرمان سے عزت حاصل کی اور اس کے مضمون عنایت مقرون سے مستفید ہوا کہ جس زمانے میں ملک گجرات ہمارے قبضے میں نہیں آیا تھا۔ خیر خواہوں کی عرضیاں پے در پے آتی تھیں۔ اب کہ وہ ہمارے قبضہ میں ہے اور ہمارے خطبہ اور سکہ سے زینت پائی ہے اولیٰ یہ ہے کہ وہ پسندیدہ طریقہ جاری رہے۔ وہاں کے اچھے برے حالات برابر عرض کرتے رہو۔ مناسب یہ ہے کہ اب گذشتہ زمانے کے خلاف وہاں کے پورے حالات اور مرزا عزیز۔ میر محمد خاں اور قطب الدین محمد خاں کی روش اور ان کی معاشرت کی اچھائی۔ برائی پوشیدہ طریقے پر ہم کو لکھا کرو۔ اگر ان کی خاطر کا خیال کرو گے اور لکھنے میں کوئی بات چھپاؤ گے یقیناً ہم کو رنج وملال ہوگا۔ فقیر کو اس خطرناک مضمون کے سے بے حد فکر ہوئی کہ لکھنا غیبت ہے اور نہ لکھنا بادشاہ کے رنج کا سبب ہے۔ بہت غور کے بعد خیال آیا کہ جواب اس طرح عرض کرنا چاہیے۔ چونکہ فقیر بہت جلد حاضر دربار ہونے والا ہے۔ مناسب

یہ ہے کہ تمام حالات زبانی عرض کروں۔ اس کے بعد محمد رفیع قورچی مرزا کی عرضی علانیہ اور فقیر کی عرضی خفیہ طریقے سے لے کر روانہ درگاہ عالی ہوا لیکن مرزا فقیر کے فرمان کے مضمون کے دریافت کی فکر میں ہے۔ فقیر نے اس سوال کو لیت و لعل میں ٹال دیا۔ پھر مرزا کے ہمراہ روانہ درگاہ عالی ہوا۔ جب ہم لوگ پٹن پہنچے صبح کا وقت تھا۔ کہ میر محمد خاں ہمارے استقبال کو آئے۔ ہم نے اسی طرح سواری کی حالت میں ملاقات اور معانقہ کیا اور مرزا نے گھوڑے سے اتر کر میر محمد خاں کی رکاب چومی۔ انھوں نے شفقت پدرانہ کے ساتھ مرزا کی گردن میں ہاتھ ڈال کر ان کے سر کو چوم لیا۔ مرزا محل میں گئے۔ فقیر اور میر محمد خاں نے صبح کی نماز جماعت سے پڑھی۔ اپنے گھروں میں سے ایک گھر فقیر کے واسطے معین کیا۔ ہر ایک الگ الگ آرام میں مشغول ہوئے۔ پانچ چھ گھنٹے کے بعد باہر آئے۔ آش پیا۔ پھر کھانا کھانے کے بعد باتیں کرتے رہے۔ دوسرے روز مرزا ایلغار کے طریقہ پر روانہ ہوئے۔ خدم و حشم منزل بمنزل چلتے تھے۔ فقیر اردو کے ساتھ تھا۔ مرزا تھوڑے دنوں میں حاضری سے شرفیاب ہوئے۔ مگر اگلی عنایت ظاہر نہیں ہوئی مرزا نے خیال کیا کہ فقیر کی حاضری کے بعد اور بے توجہی ہوگی۔ اس کے واسطے کہ حضور بادشاہ فقیر سے حالات دریافت کریں گے اور فقیر عرض کرے گا۔ یہ خیال

کرکے حکیم الملک کے پاس جاکر ایک خط میرے نام لکھوایا کہ اگرچہ مجھ سے غلطیاں ہوگئی ہیں۔ لیکن تمھارے کرم سے مجھ کو امید ہے کہ ایسی بات جو میری نجات کا باعث ہو کہو گے۔ فقیر نے جواب لکھا کہ تم سے پوری عنایت ظاہر ہوئی ہے تو میں نیکی کے خلاف کیسے کروں گا۔ اور یہ بات ارباب کرم کے نزدیک اچھی نہیں ہے۔ بلکہ صورت معاملہ یہ ہے کہ جو لوگوں میں مشہور رہے۔ بدی کے عوض نیکی کرنا اہل حقیقت و وفا کا کام ہے۔ میں نے یہ ٹھان لیا ہے کہ جس میں بہتری ہوگی وہی ظاہر کروں گا۔ مرزا کو یہ جواب بہت پسند آیا۔ اور بالکل مطمئن ہو گئے۔ جب فقیر دربار میں حاضر ہوا۔ اس کے حالات فقیر سے پوچھے۔ خدا کے فضل سے اس طریقے سے عرض کیے گئے کہ جو کچھ رنج اُس کی طرف سے تھا زائل ہوگیا لیکن مرزا اُسی طرح اپنی باغ میں تھے اور حضور بادشاہ فتحپور سے اجمیر کی طرف متوجہ ہوئے۔ اجمیر میں گجرات وزیر خاں کو عطا فرمایا اور فقیر کو طلب فرماکر تنہائی میں بڑی مہربانی فرمائی۔ وزیر خاں کی سفارش فرمائی۔ اور گجرات کی طرف روانہ کیا۔ نواب خانخانان اس وقت مرزا خاں تھے وہ بھی گجرات میں مقرر ہوئے کہ باتفاق دونوں ملکی کام کریں۔ کچھ کم و بیش ایک سال اسی انداز سے گذرا کہ مرزا خاں کو طلب فرمایا۔ اور راجہ ٹوڈرمل کو مندو سے گجرات بھیجا تاکہ فوج کا معائنہ کریں۔

اور ملک محروسہ کی جمع تشخیص کریں۔ جب وہ احمد آباد آئے مظفر حسین مرزا
ولد ابراہیم حسین کو مدفری مغلوں نے جمع ہو کر بڑودہ اور گجرات میں ابھارا
اور گروہ بندی کی۔ راجہ اور اعتماد خاں نے دربار میں آ کر فقیر کو مشورے
کے واسطے طلب کیا۔ فقیر نے کہا کہ مشورہ کا وقت باقی نہیں ہے۔
سوار ہو راہ میں مشورہ کر لیا جائے گا کیونکہ ایک گھڑی کی دیر ہونے
میں اس کی جمعیت زیادہ ہوتی ہے۔ وہ ملک سے مالگذاری وصول کرتا
ہے۔ اس مشورے کو سب نے قبول کیا اور فوراً بڑودہ کی طرف کوچ کیا۔
جب ہم لوگ بڑودہ کے قریب پہنچے وہ لوگ ہمارے مقابلے سے بھاگ کر
کھنبایت گئے۔ وزیر خاں اور باقی امیروں نے مخالفوں کے تعاقب میں
کھنبایت کی طرف کوچ کیا۔ ان کو شہر پر دست برد کا موقع نہیں ملا۔
بیرونی مواضع کو لوٹ کر امین خاں کے پاس سورت روانہ ہوئے۔
جب فقیر کے خطوط امین خاں کے پاس پہنچے کہ وہ ان لوگوں کو جگہ نہ
دے۔ امین خاں نے آدمی دوڑا کر ان کو روک دیا کہ ہمارے ملک میں
نہ آؤ۔ یہاں جگہ نہ پاؤ گے۔ وہ بے حد منتشر ہوئے کیونکہ فتحمند فوج پیچھے
تھی اور سامنے راستہ نہ تھا۔ شاہی فوج سے لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔
اس کا ایک یہ بھی سبب تھا کہ وزیر خاں کے مغلوں میں سے بعض نے
جو لڑنا چاہتے تھے پوشیدہ خط بھیجا تھا کہ مر دینو۔ اگر لڑائی سے کام

چل گیا۔ فہوالمراد ورنہ یہاں سے جہاں چاہنا چلے جانا۔ وہ لوگ امیدوار ہوکر لڑائی کے واسطے کھڑے ہوگئے۔ اس طرف سے بھی غالب فوج سامنے آئی اور وزیر خاں کا غول اور داہنے ہاتھ کے طرف خواجہ محمد یحییٰ اور وجیہ الملک اور بائیں ہاتھ کے طرف راجہ ٹوڈرمل اپنی جماعت کے ساتھ اس فوج کے مقابلے میں آئے۔ وزیر خاں کے مغلوں نے جوہر اول تھے لڑائی نہیں کی راہ دے دی۔ جنگ کا زور وزیر خاں پر پڑا تقریباً ایک سو وزیر خاں کے غلاموں نے جان و دل سے سربازی کی۔ اور جوانمردی کی داد دی۔ وزیر خاں خود زخمی ہوئے۔ گرز کے ضرب سے ان کے سر کا خود سر میں دھنس گیا۔ ان کی سفید ڈاڑھی خون سے سرخ ہوگئی۔ خواجہ محمد یحییٰ اور وجیہ الملک غنیم کی طرف سے لوٹ کر وزیر خاں کی مدد کے واسطے پہنچے۔ راجہ ٹوڈرمل اور جماعت نے بھی اپنے کو یہاں پہنچایا۔ شاہی اقبال نے اپنا کام کیا فتح ہوگئی۔ دشمن بھاگ کر پراگندہ ہوگئے۔ یہ کیفیت تفصیل وار بادشاہ نے اجمیر شریف میں سنی۔ گھوڑا اور خلعت وزیر خاں کو عنایت ہوا۔ دو سال کے بعد ۹۸۵ھ میں فقیر کو طلب فرماکر میر حاج بنایا حرمین شریفین کے واسطے خیرات کی رقم واسباب فقیر کو سپرد کرکے مہربانی اور شفقت کے ساتھ مکۂ معظمہ کے سفر کے لیے رخصت فرمایا۔ ایک رات فقیر کو اجمیر شریف

میں طلب کر کے دریافت فرمایا کہ گجرات میں کسی کو مقرر کردوں۔ پہلی مرتبہ فقیر نے عرض کیا جو شخص حضور کے دلمیں آتا ہو بہت مناسب ہے۔ بعضوں نے شاہنواز اور سعید خاں کا نام لیا۔ فقیر نے شہاب الدین احمد خاں کا نام لیا۔ سوال کے طریقے پر دریافت فرمایا کہ اچھا ہے؟ فقیر نے عرض کیا کہ مجھ کو اس سے اختلاط نہیں ہے لیکن سُنا گیا ہے کہ جہاں وہ گیا ہے آباد کیا ہے اس کے خویش کا خویش نیابت خاں دور کھڑا ہوا تھا اس کو پاس بلا کر فرمایا کہ جب تک سرداری کا فرمان اُس کے نام لکھا جائے تو اس کو لکھ دے کہ گجرات اس کے سپرد ہوا ہے۔ تاکہ وہاں جا کے سامان درست کرے۔ فقیر کو گجرات روانہ فرمایا۔ خیرات، زر نقد اور کپڑے اور تحفے ہاتھیوں پر لاد کر میرے ساتھ کئے۔ جب فقیر گجرات پہنچا۔ اس وقت تک وزیر خاں گجرات میں تھا۔ اس سے ملاقات کر کے روانہ ہوا اور صورت کے بندر پہنچا۔ سورت کا حاکم اور جاگیردار قلیچ خاں نے آکر بہت مدد کی۔ فقیر اور اعتماد خاں شاہی کشتی پر بیٹھ کر روانہ ہوئے۔ ابھی ہم بندر سورت میں تھے کہ شہاب الدین احمد خاں احمد آباد میں آئے۔ وزیر خاں درگاہ بادشاہی کی طرف روانہ ہوئے۔ آخر موسم میں سب کشتیاں چلی تھیں اور یہ کشتی سب کے بعد چلی تھی لیکن اللہ تعالیٰ کی توفیق سے سب کشتیوں سے پہلے ساحل

مقصود تک پہنچی۔ حرمین شریفین کے رہنے والوں تک جو صفت استحقاق سے آراستہ تھے۔ فرمان کی تحریر کے مطابق فقیر نے خیرات و تحائف بادشاہی پہنچا دیے۔ شرفائے مکہ معظمہ جو وہاں کے بادشاہ ہیں پوری طرح اس مکمل ہدیے سے مستفید ہوئے۔ اور منبروں پر دعائے دولتِ دوامی کی پانچوں وقت کی نماز کے بعد بادشاہ کی سلامتی کی دعا بھی کی۔ حرمین شریفین کے رہنے والوں نے اس دعا کو اپنا وظیفہ بنا لیا۔ اور فقیر نے سخی بادشاہ کی عنایت سے حج اکبر ادا کیا۔ تیرہ مہینوں کے بعد لوٹ کر سورت کے بندر پر ہم لوگ پہنچے۔ فوراً احمد آباد آئے۔ شہاب الدین احمد خاں اب تک احمد آباد کے حاکم تھے۔ تھوڑے دنوں سامان درست کرنے کے واسطے احمد آباد میں قیام کیا پھر مالوہ کے راہ سے درگاہ شاہی کی طرف متوجہ ہوتے۔ چونکہ حضرت سرور انبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قدم کا سراغ قبہ عباس رضی اللہ عنہ میں جو صحن مسجد الحرام میں ہے فقیر نے پایا۔ اور سنا تھا کہ حضرت مخدوم جہانیاں ایک قدم شریف سلطان فیروز شاہ مغفور کے زمانے میں دہلی میں لاتے تھے بہت کوشش اور بہت روپیہ خرچ کر کے حاصل کیا۔ اس صاحب خیر بادشاہ کے زمانے میں ایسی نعمت عظمیٰ ہندوستان میں لایا۔ حضور بادشاہ کی خدمت میں عرضی بھیجی کہ ایسی نعمت عظمیٰ حضور کے مبارک

اقبال کی بدولت حاصل ہوئی ہے۔ اس نعمت کا شکریہ جس طرح بھی ادا کیا جائے کم ہے۔ ابھی دربار میں نہیں پہنچے تھے کہ فرمان عالی شان اس مضمون کا صادر ہوا کہ تعظیم و توقیر کی وجہ سے ہمارے شریف دل میں یہ بات آئی ہے کہ قدم سعادت توام کا ہم استقبال کریں۔ لہذا شہر کے باہر پانچ کوس پر کسی پاک و صاف جگہ اس قدم شریف کو جو حضور سرورِ عالم کے پائے مبارک کا نشان ہے۔ حفاظت سے رکھو اور تم خود چلے آؤ۔ کہ ہم اس کے حالات تم سے دریافت کریں۔ جب فقیر حاضر ہوا دریافت فرمایا۔ کہ یہ داہنے پاؤں کا نشان ہے یا بائیں کا۔ فقیر نے عرض کیا کہ داہنے قدم شریف کا نشان ہے۔ فرمایا کہ اگر ایسا ہے تو ٹھیک ہے۔ اس واسطے کہ جو قدم شریف حضرت مخدوم جہانیاں لائے تھے، بائیں پائے مبارک کا نشان ہے۔ پھر حکم دیا کہ شاہی خیمہ و خرگاہ اور ساز و سامان جہاں قدم شریف ہے مہیا کیا جائے۔ اور تمام اُمراء و ارکان دولت و فوج حاضر ہو۔ تاکہ قدم مبارک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشوائی کے لئے ہم جائیں۔ حکم کے مطابق کیا گیا۔ اتنے سویرے سوار ہوئے کہ صبح کی نماز غلس میں اُس عزت دار مقام پر ادا کی۔ پہلے خود قدم مبارک سے برکت حاصل کی۔ اُس کے بعد تمام امراء ارکانِ دولت۔

سادات۔ قضاۃ مشائخ نے اپنی قرب وشان کے مطابق زیارت کی
سب کے بعد فتحمند فوج نے طواف کیا۔ نہایت خشوع وخضوع
سے کسی قسم کی عزت واحترام کو اس قدم مبارک کے نشان کے
بارے میں باقی نہیں رکھا۔ پھر نعمت کا دسترخوان بچھا۔ کھانے
اور میوے کھائے گئے۔ کمال عقیدت وحسنِ اعتقاد کی وجہ سے
اس فیض بخش قدم مبارک کو اپنی برکت سے بھری ہوئی چادر میں لپیٹکر
اپنے پاک کندھے پر رکھا۔ اور تقریباً سو قدم شہر کی طرف چلے۔ ابتداءً
عظما، علماء، کبرا، امرار ہاتھوں ہاتھ اپنے کندھوں پر کبھی سر پر
جنّت کے گلدستہ کی طرح شہر تک لائے۔ زنانے مکان میں لیجاکر
ہر ایک عفت وعصمت کی پردہ نشین کو حکم ہوا کہ سعادتمندی حاصل
کرنے کے واسطے زیارت سے سرفراز ہوں۔ استقبال اور زیارت
کے مراسم اداکرنے کے بعد حکم ہوا کہ گجراتی محل جو فتحپور میں بنایا
گیا ہے اس میں فقیر قیام کرے۔ اور اسی محل کے کسی مناسب مقام
پر یہ قدم شریف حفاظت سے رکھا جائے۔ چونکہ شیخ سلیم شیخ
منصور کی جامع مسجد اس محل کے قریب ہے۔ ہر جمعہ کو نماز کے
بعد لوگ آکر اس کا طواف کرتے رہیں۔ عرصہ دراز تک یہی طریقہ
تھا۔ جب فقیر گجرات روانہ ہوا تو عرض کیا۔ چونکہ ملک ہندوستان

میں مخدوم جہانیاں کا لایا ہوا ایک قدم شریف دلّی میں ہے یہ دوسرا قدم شریف اگر گجرات میں کہ وہ بھی حضور کی سلطنت ہے رہے تو کچھ حرج نہیں ہے۔ اس واسطے کہ ان دونوں قدموں کی برکت سے حضور گیتی ستاں کی سلطنت و خلافت میں استحکام ہو۔ فقیر کی یہ گذارش قبول ہوئی۔ قدم شریف کو گجرات لے جانے کی اجازت ملی۔ اب حضور بادشاہ کے اقبال سے مجھ کو توفیق ہوئی ہے کہ میں نے قدم شریف جس کا نام اثر ہے۔ اور موئے مبارک جس کا نام آثار ہے۔ ان دونوں چیزوں کے رکھنے کے واسطے ایک عمارت عالی بنائی جو ۹۹۴ھ میں بن کر مکمل ہوئی اور نوادر اتفاقات سے یہ ہے کہ تاریخ عمارت مسجد صفا جو ۹۹۴ھ میں تعمیر ہوئی۔ ہاتفِ غیب کے القا سے :۔۔۔ فقرہ شاہ ابوتراب ولی ٭ کانوں میں پڑی۔ اور اسی طریقے سے مکمل عمارت کی تاریخ ہے۔ تاریخ :۔ گنبد شاہ ابوتراب ولی ٭ اسی مضمون کو ایک درویش نے دو تین شعر میں نظم کیا ہے :۔

شاہ ذی جاہ ابوتراب ولی ٭ نقد سبطین خاتم امجد

اثر مقدم رسول امین ٭ یافت اندر حرم زفیض ابد

داشت آثار احمد مختار ٭ کہ رسیدہ بارث ابا عن جد

کرد آثار را قرین اثر * تا رسد فیضہا بکل احد
ساختن بہر زیارت دولتشان * گنبد عالیئے ز فضل صمد
سالِ اتمام آن زہاتفِ غیب * گنبد شاہ ابوتراب آمد

مقام ابراہیم علیہ السلام کی طرح جو صحن مسجد الحرام میں مشہور عالم گنبد ہے۔ اساول میں بھی مسجد صفا کے سامنے جو فقیر کی بنائی ہوئی ہے ایک گنبد بنا ہے۔ جہاں موئے مبارک اور قدم شریف رکھا ہے۔ موئے مبارک کی حقیقت اس طرح ہے کہ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کا موئے مبارک باپ دادا سے فقیر کو ترکہ میں ملا ہے۔ اور قدم شریف کو فقیر خود مکہ معظمہ سے گجرات لایا ہے۔ دونوں سعادتوں کو جمع کرنے کا فخر اس فقیر دعاگو حاصل ہے۔ یہ چند کلمے بادشاہ کی شکرگذاری کی وجہ سے لکھے گئے۔ کہ ایسی اچھائیاں جو فقیر کے وہم و قیاس میں بھی نہ تھیں اس مہربان بادشاہ کی برکت سے ہیں جس نے ان اماکن متبرکہ میں فقیر کو بڑی بڑی بھلائیوں کا مصدر بنایا۔ جہاں ایک درم اور دینار خرچ کرنے کا ثواب ایک لاکھ درم و دینار خرچ کرنے کے برابر ہے۔ اُس سال کا حج بھی اتفاقاً حج اکبر تھا۔ جمعہ کا دن تھا۔ اور حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس سال میں یوم عرفہ جمعہ ہو اُس سال کا حج ستر حج کے برابر ہے۔ غرضکہ یہ نعمت ایسی چھوٹی

نعمت نہیں ہے جو بیان نہ کی جائے۔ اب ہم اصل مقصود کی طرف آتے
ہیں کہ مکہ معظمہ سے لوٹنے کے بعد عرصہ تک فقیر ملازمت بادشاہی میں
رہا۔ یہاں تک کہ فخرالدین حاکم پٹن کی وفات کی خبر پہنچی اور بادشاہی
حکم کے مطابق پٹن وزیر خاں کو ملا۔ اور اس کے ملازمین نے اس پر
قبضہ کیا۔ اسی اثنا میں شاہ منصور کو خانہ نشین کر کے وزیر خاں کو دیوان
مقرر کیا۔ اور پٹن اعتماد خاں کو عنایت فرمایا۔ اور حکیم الملک کو میر حاج مقرر
کر کے مکہ معظمہ کی خیرات سپرد کی فقیر اور اعتماد خاں اور حکیم الملک ایک
ساتھ گجرات آئے جہازوں کے سفر کا موسم تھا حکیم الملک مکہ معظمہ گئے۔
اعتماد خاں کے ماتحتوں نے کام شروع کیا۔ اسی سال ۹۸۵ھ میں حضور
بادشاہ نے کابل کا سفر کیا محمد حکیم مرزا سے ملک لے لیا۔ اس کو
پدرانہ تنبیہ کر کے پھر خلعت عنایت فرما کر کابل اور اس کے قرب و
جوار کا حاکم مقرر کیا۔ پھر فتحمندی کے ساتھ ہندوستان واپس آئے۔
کل ممالک محروسہ کے حکام و عمال مبارک باد دینے کے لئے حاضر
ہوئے۔ اور روز افزوں دولت کی مبارک باد دی۔ فقیر بھی
اعتماد خاں کے ساتھ اسی غرض سے دارالسرور فتح پور حاضر ہوا۔
اور ملک گجرات کی آمدنی خزانہ شاہی میں داخل کی اس قدر آمدنی
کسی نے بھی خزانے میں داخل نہیں کی تھی۔ اور حضور بادشاہ نے

مہربانی اور پرورش کی نظر سے اعتماد خاں کو دیکھ کر اس کے مس وجود کو اپنی مہربانی کے اکسیر سے سونے کی عزت عنایت فرمائی۔ ہاں خلیفۂ برحق و سایۂ مطلق بادشاہ کی نظر عنایت اکسیر کا اثر رکھتی ہے۔ اور امیدواروں کی امید کی شاخ شاہی عنایت کی نہر سے سیراب ہو کر مراد کے پھلوں سے بارور ہوتی ہے۔ حضور بادشاہ نے حکم فرمایا کہ ہم نے گجرات اعتماد خاں کے سپرد کیا۔ کہ شہروں کی آبادی اور رعایا کے آرام میں اس طرح کوشش کرے کہ روزانہ آبادی میں ترقی ہو۔ اور نیک نامی اور عدالت کا شہرہ ہو۔ اعتماد خاں چونکہ اپنی قسمت کی آزمائش کر چکا تھا۔ اس لیے اس نعمتِ عظمیٰ کی حفاظت کی قوت اپنے میں نہیں پاتا تھا۔ اور گجرات کے معاملات کا انتظام اپنی قوت اور قدرت سے زیادہ سمجھتا تھا۔ مگر انکار کرتا رہا کہ میں بوڑھا اور کمزور ہو گیا ہوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اس زبردست خدمت کو نہ ادا کر سکوں۔ اور شرمندہ ہوں۔ اگر حضور مجھ کو خدمت میں رکھیں یا گجرات کے بزرگوں اور بادشاہوں کی درگاہ میں جھاڑو دینے کی خدمت سپرد فرمائیں۔ اور کچھ رقم مددمعاش کے واسطے مقرر فرمائیں تو یقیناً زیادہ مناسب ہوگا۔ اس کی یہ گزارش قبول نہیں ہوئی۔ شاہی حکم کے مطابق گجرات کا ملک شہاب الدین احمد خاں سے لے کر اعتماد خاں کے سپرد ہوا۔ پرانے حاکموں کو اس سے بڑا رنج ہوا۔ اور گجر فتنار

زمانہ نے ایسی حیلہ وتدبیر شروع کی جس سے اعتماد خاں کی ذلت وبے اعتباری ہوئی۔ نتو جو بہت ذلت کے ساتھ مہواسیوں کے جنگل میں چھپا ہوا تھا۔ اور اپنی بدقسمتی کے دن بڑی تکلیف میں کاٹ رہا تھا۔ اور کمبختی کی رات کی صبح ہونے سے ناامید تھا اس کے پاس گجرات کے معزول حاکموں نے مذاق سے امیدوار بناکر پیغام بھیجا کہ اب ایسا ارادہ ہے کہ گجرات ہم سے لے لیا جائے۔ یہ موقع غنیمت ہے۔ اگر ہمت کرو اور جان سے نہ ڈرو تو ممکن ہے کہ مقصود حاصل ہو جائے۔ وہ اسی کا بھوکا تھا۔ اس تمنا پر صدقے ہو کر فدائیوں کی طرح کھوری کے جھاڑی سے تیہو اور تیتر کی طرح نکلا۔ اس کا ارادہ یہ تھا کہ شاہی خزانہ جو کھنبایت سے احمد آباد لے جا رہے تھے لوٹ لے۔ چونکہ بہت پہلے یہ سب باتیں طے ہوگئی تھیں اور اعتماد خاں فتحپور میں تھا۔ ہم لوگ ان خبروں سے مطلع ہوتے تھے۔ دشمن کی بے حد ناقابلیت کی وجہ سے ان باتوں پر کان نہیں رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ اسی قسم کا ایک خط جو گجرات سے آیا تھا سامنے رکھا ہوا تھا۔ کہ حکیم عین الملک نے اعتماد خاں کی مجلس میں آکر ان واقعات پر مطلع ہو کر کہا کہ مناسب ہے کہ حقیقت حال کو شاہی حضور میں ہم لوگ عرض کر دیں۔ اعتماد خاں اس بات پر راضی نہیں ہوا اس واسطے کہ اس کی عقل نے یہ قبول نہیں کیا کہ نتو کو اس قدر

قوت حاصل ہوگی کہ وہ اتنے بڑے کام کی جرأت کرسکے گا۔ اس قسم کی باتوں کو ہذیان سمجھ کر قابل اعتبار جانتا تھا۔ حکیم عین الملک نے کہا کہ اگر تم نہ کہو تو میں عرض کردوں۔ اُس نے یہ بھی منظور نہیں کیا۔ کہ اس قسم کی واہی تباہی باتیں بغیر تحقیق کے عرض کی جائیں۔ یہ کم عقلی کی دلیل ہے۔ الغرض اُس نے اِن باتوں کو منظور نہ کیا کہ شاہی دربار میں خبر پہنچے۔

شعر

جس کسی کی بگڑتی ہے قسمت ✱ وہی کرتا ہے جس میں ہو ذلت

غرض ہم لوگ حضور سے رخصت ہوکر گجرات روانہ ہوئے۔ پانچ ہزار سوار جو ہماری مدد کے واسطے مقرر ہوئے تھے اُن میں سے کوئی بھی ساتھ نہ تھا۔ وہ لوگ سامان سفر کی درستی کے واسطے اپنی اپنی جاگیروں میں گئے تھے کہ ہم لوگ یکم رجب ۹۸۲ ہجری ۱۵۷۳ کو اجمیر پہنچے۔ کہ پھر گجرات سے خط آئے کہ حاجی سیاہ جو اعتبار الملک ہے بہت کوشش کر رہا ہے۔ اور قریب دس ہزار محمودی کے نقد اور شیر خاں فولادی کے پاس بھیجی ہے۔ کہ جس دن ہم باہر جائیں اور اعتماد خاں ابھی اطمینان نہ حاصل کرنے پائے تم شہر میں آجاؤ۔ اور فتنہ برپا کرکے ملک پر قبضہ کرلو۔ اس پر اِن لوگوں نے اتفاق کر لیا ہے۔ روبہ صفت شیر خاں نے زمینداروں کے نام پروانے لکھے کہ جس دن اعتماد خاں باہر نکلے

شہر کے قریب پہنچے گا اور شہر کے اندر داخل ہونا چاہے گا۔ ہم نہقو کے ساتھ حملہ کر دیں گے اور فتنہ برپا کر دیں گے۔ اعتماد خاں کے خاص ملازم قابل خاں نے جو اعتماد خاں کی طرف سے پٹن میں کام کرتا تھا اکثر شیر خاں کی تحریریں بجنسہٖ بھیجیں۔ جو ہم کو اجمیر شریف میں ملیں۔ ابھی تک مددگار گروہ ہمارے پاس نہیں پہنچا تھا اور ہم سب تین سو سوار سے زیادہ نہیں تھے۔ فقیر کے خیال میں چند باتیں آئیں کہ مددگار ابھی تک نہیں آئے ہیں۔ دشمن کے قریب اور حملے کی خبر اس وجہ سے صحیح ہے کہ قابل خاں نے مخالفین کی تحریریں گرفتار کر کے بھیجی ہیں۔ اور جو کوئی اصلی خبر سے پرہیز نہیں کرتا اور اپنی حفاظت نہیں کرتا اُس کو کچھ ثواب نہیں ہوتا بلکہ عذاب ہوتا ہے۔ پانچ چھ دن حضرت خواجہ معین الدین قدس سرّہٗ کے عرس کو باقی رہ گئے تھے۔ فقیر نے عرس کا بہانہ پیش کر کے کہا کہ ایسے وقت میں کہ پریشان خبریں آرہی ہیں اگر عرس کی وجہ سے توقف کریں تو مصلحت سے دور نہ ہوگا۔ ممکن ہے ان چند دنوں میں مددگار آجائیں۔ اس کہنے کا کا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ منظور نہ کرنے کا ظاہری سبب یہ تھا کہ چونکہ فصل اور محصول وصول کرنے کا زمانہ ہے۔ شہاب الدین سب آمدنی وصول کرلے گا اور رعایا کو تکلیف ہوگی۔ عرس کا خیال نہ کرنا چاہیے اور اور فوراً وہاں پہنچیں اس واسطے کہ اس کی عقل کے بعد جالور پہنچے۔ چونکہ

بادشاہ کا یہ حکم ہو چکا تھا کہ جگمال کو سروئی میں چھوڑ کر آگے جاؤ۔ اس لئے حکم کی تعمیل کے لیے ہم نے جالور میں توقف کیا۔ اور سلطان دیورہ کے پاس جو سروئی کا پرانا حاکم تھا پیغام بھیجا کہ شاہی حکم ہوا ہے کہ سروہی کو چھوڑ دے اور شہر خالی کر دے کہ ہم جگمال کو گدی پر بٹھائیں اور تیسری فرماں برداری کا حال بادشاہ کے حضور میں عرض کریں کہ تجھ پر بھی بادشاہ کی مہربانی ہو۔ کچھ دن گفت وشنید میں گذر گئے۔ دس روز جالور میں قیام کرنا پڑا۔ اس عرصہ میں خواجہ نظام الدین احمد اور خواجگی محمد صالح اور میر معصوم بھکری اور بہت سے لوگ جو تین سو سوار تھے آکر ہم سے مل گئے۔ سلطان دیورہ چلا گیا۔ ہم نے حکم شاہی کے مطابق جگمال کو اس کی جگہ پر مقرر کیا۔ اور بادشاہی حضور میں اطلاعی عرضی لکھ کر احمد آباد کو روانہ ہوئے۔ جب پٹن پہنچے تو عجلت کی وجہ سے ساتھ والوں نے پٹن میں داخل نہ ہونے دیا۔ کیونکہ آمدنی کا وقت گذرا جاتا تھا اور فوراً مقصود تک پہنچنا تھا کہ ملک کا کام جاری کر دیا جائے۔ شعبان کا مہینہ آگیا تھا فقیر کو اعزہ کی زبانی معلوم ہو گیا تھا کہ لوگوں نے کیا طے کیا ہے۔ اس درمیان میں خبر پہنچی کہ اکثر مددگار اجمیر شریف میں آگئے ہیں۔ اچھا ہی تھا کہ شب برات جس طرح ہو ہم پٹن میں کریں تاکہ مددگار پہنچ جائیں اور ہم سب ساتھ احمد آباد پہنچیں۔ میرے کہنے کا کچھ اثر نہ ہوا۔ اس خوف سے کہ اگر شہر میں جائیں گے تو باہر نکلنے میں دیر ہو گی۔

تین کوس پٹن کے آگے بڑھ کر خیمے کھڑے کیے۔ تین دن دعوت کے طریقے پر شہر سے باہر رہ کر، چوتھے روز احمد آباد کو روانہ ہوئے۔ شہاب الدین، احمد خاں ابھی تک شہر میں تھا۔ رات کو قارا کے راستہ سے کری گیا۔ اور کرم علی آگے گیا تاکہ شہر کو خالی کر دے۔ پندرہ تاریخ کو شہاب خاں شہر سے غلمان پور گیا۔ اور ہم احمد آباد آئے۔ دوسرے دن اعتماد خاں کے ساتھ شہاب خاں کی ملاقات کے واسطے ہم لوگ عثمان پور گئے۔ گو کہ مراسم دعوت و تعظیم سب تھے، لیکن اطمینان قلب موجود نہ تھا۔ مجلس کے ختم ہونے کے بعد ہم لوگ احمد آباد واپس آئے۔ اور شہاب خاں کوچ کر کے پٹن کو آگے بڑھ گیا۔ مغلوں کا ایک گروہ مثلاً میر عابد۔ خلیل بیگ۔ مرزا عبداللہ وغیرہ جو شہاب خاں کی جماعت میں تھے نتو سے جا ملے۔ شہاب خاں نے پٹن کی طرف کوچ کیا۔ نتو بھی کھوری سے احمد آباد کی طرف روانہ ہوا۔ اور یہ خبر آئی کہ جو مغل نتو کے پاس گئے تھے اس کو لا رہے ہیں۔ چونکہ اس طرف کام کے لائق فوج نہ تھی اس لیے اعتماد خاں مجبوراً فقیر اور خواجہ نظام الدین کے ساتھ شہاب خاں کے پاس گئے۔ اور ٹھہرنے کو کہا۔ شہاب خاں نے کہا میری جاگیر پہلے گئی۔ اب میں یہاں ٹھہر کر کیا کروں گا۔ اگر خرچ دو تو میں رہ سکتا ہوں۔ خواجہ نظام الدین احمد نے کہا کہ چالیس ہزار

روپیہ دوں گا اس نے منظور نہیں کیا۔ہم لوگوں نے ایک لاکھ روپیہ کہا
راضی نہیں ہوا۔ہم لوگ لوٹ آئے وہ لوگ دوسرے دن کوچ کر کے
حاجی پور گئے۔اعتماد خاں نے تیز سلطان کو بھیجا کہ جس طرح سے راضی
ہو اُس کو راضی کرے۔دو لاکھ روپئے پر معاملہ طے پایا کہ فوراً دیا جائے
دوسرے دن کوچ کر کے کری گیا۔اور اعتماد خاں کے پاس پیغام بھیجا
کہ اگر ہم کو لوٹانا چاہتے ہو تو دو لاکھ روپیہ کری میں ہمارے پاس
بھیجدو۔نیو کی طرف سے خبر آئی کہ وہ دولقہ تک آگیا ہے۔خواجہ
نظام الدین احمد اور اعتماد خاں نے یہ طے کیا کہ خود جائیں اور اس کو
فوراً واپس لائیں۔فقیر کو اس مشورہ کا حال معلوم ہوا تو کہا کہ ایسے
وقت میں کہ دشمن سر پر آگیا ہے۔شہر کو خالی کر کے اور ۱۸ کوس
کی راہ طے کرنے میں دیر ہو گی اور شہر ہاتھ سے جاتا رہے گا بہتر
یہی ہے کہ ہم لوگ شہر میں رہیں اور قلعے کو مضبوط کریں۔آدھی رات
گفتگو میں ختم ہو گئی۔آخرکار فقیر کے کھوڑبہل پر بیٹھ کر ہم لوگ روانہ
ہوئے۔فقیر نے کہا کہ جب تم لوگوں نے جانا طے کر لیا ہے تو چلو۔بہر حال
اس طرح چلنا چاہیئے کہ ہم لوگوں کے جانے کی خبر مشہور نہ ہو۔اور
یہ خبر دشمن تک نہ پہنچے۔اس بات کو قبول کیا۔دروازوں کے دیکھنے اور
ان پر محافظ مقرر کرنے کے بہانہ سے دو تین دروازوں کو دیکھتے ہوئے

ایک دروازے سے اس طرح کہ کوئی نہ دیکھے ہم لوگ باہر نکل گئے جب قلعہ کے باہر ندی کے کنارے پہنچے تو شہاب خاں کے ملازموں میں سے ایک شخص شاہ میر نام جو فقیر کا پرانا ملاقاتی تھا پیچھے سے آیا۔ اور اُس نے کہا کہ کہاں جاتے ہو۔ حاجی سیاہ نے نتو کو لکھا ہے کہ اعتماد خاں شہر چھوڑ کر چلا گیا۔ تم جلد آؤ کہ معاملہ دوستوں کے مقصد کے مطابق ہے۔ اعتماد خاں نے پوچھا کہ کیا کہنا ہے جو کچھ اُس نے کہا تھا میں نے بیان کر دیا۔ اُس نے کہا کہ حاجی سیاہ نے پوشیدہ طریقے سے لکھا ہوگا۔ اُس کو کیسے معلوم ہوا۔ الغرض لوٹنا منظور نہ کیا۔ ہم لوگ روانہ ہوئے۔ پھر فقیر نے کہا کہ سُنا گیا ہے کہ نتو کے پاس تین سو آدمی سے زیادہ جمع نہیں ہوئے اور ہمارے تین ہزار آدمی ہیں۔ اگر ہم لوگ ایک ایک مٹھی مٹی ڈالیں گے تو اُس کے آدمی ختم ہو جائیں گے۔ توکل کر کے لوٹ چلنا اپنے مثل آدمی سے التجا کرنے سے اچھا ہے۔ چونکہ تقدیر کا لکھا اسی طرح تھا اپنی رائے پر قائم رہ کر ہم لوگ آگے روانہ ہوئے، یہاں تک کہ حاجی پور کے قریب پہنچے۔ تو اعتماد خاں کے داہنے طرف سے لوگ نوحہ و فریاد کرتے ہوئے نکلے۔ پھر فقیر نے کہا کہ شگون بُرا ہے۔ لیکن ان سب باتوں سے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ صبح کی نماز کے وقت کری کے تالاب پر پہنچ کر صبح کی نماز پڑھی۔ جب سلام پھیرا تو

شہاب خاں کو خیمے میں کھڑا دیکھا۔ باہم معانقہ کیا شہاب خاں تواضع کے ساتھ ہم لوگوں کو خیمے میں لے گیا۔ فقیر نے عرض کیا کہ خاں صاحب خیمے میں بیٹھنے کا وقت نہیں ہے حکم دیجیے کہ کوچ کا نقارہ بجے اور سوار ہو کر احمد آباد چلیے۔ اس واسطے کہ دشمن بارہ کوس پر آ گیا ہے اور آگے بڑھنے کا احتمال ہے۔ اس کے پہنچنے سے پہلے ہم لوگ وہاں پہنچ جائیں۔ جواب دیا کہ چونکہ آپ آئے ہیں میں ضرور چلوں گا لیکن بعض باتوں کا چلنے سے پہلے طے ہونا ضرور ہے۔ پھر روانہ ہوں گے۔ فقیر نے کہا جو کچھ حکم ہو منظور ہے۔ اعتماد خاں کی انگلی سے انگوٹھی اتار کر اس کے سامنے رکھ دی کہ اپنی خواہش کے مطابق لکھ کر اس پر مہر کر لیجیے کہ اس کے خلاف نہ ہوگا اور فوراً سوار ہو لیجیے۔ اس نے کہا کہ تھوڑی دیر توقف کیجیے میرے آدمی جمع ہو لیں اور روانگی کا انتظام کریں۔ مجبوراً ٹھہرے۔ ایک پہر دن چڑھا ہو گا کہ اس کے ارکان دولت حاضر ہوئے۔ تنہائی میں اُن سے مشورہ کیا۔ فقیر۔ اعتماد خاں اور نظام الدین علیحدہ بیٹھے رہے کہ دو تین معتبر آدمی پیغام لائے کہ نواب خاں فرماتے ہیں کہ ہماری تین شرطیں قبول کرو تو ہم چلیں (۱) ہماری جاگیر چھوڑ دو (۲) دو لاکھ روپیہ اور ہم کو دو (۳) بادشاہ کے حضور میں عرضی لکھ دو کہ گجرات کا انتظام ہم سے نہیں ہو سکتا۔ شہاب خاں

کے سپرد کیا جائے ۔فقیر نے کہا کہ جاگیر کا چھوڑ دینا اور نقد روپئے کا دینا منظور ہے اور یہ بھی لکھ سکتے ہیں کہ گجرات کا انتظام ہم سے نہیں ہوسکتا۔ لیکن یہ لکھنا کہ شہاب خاں برقرار رکھا جائے محال ہے عرضی میں ۔یہ کیسے لکھا جا سکتا ہے ۔الغرض جو کچھ ان لوگوں نے لکھا ہم نے اُس پر مہر کر دی ۔پھر ان لوگوں نے کہا کہ پہلے آپ لوگ اعتماد خاں کے گھر میں تھے ۔اب کہاں رہیں گے ۔ اعتماد خاں نے جواب دیا کہ جب ہم نے معاملات شاہی میں دلیری کر کے لکھدیا ۔گھر تو میرا ہے ۔میں نے وہ بھی تمہارے نذر کر دیا ۔شہاب خاں نے کہا کہ تم کہاں رہو گے ۔ اعتماد خاں نے کہا : شاہ صاحب کے یہاں۔ اس کے بعد قرآن شریف لائے اور دونوں نے قسمیں کھائیں کہ دونوں اس اقرار پر قائم رہیں گے ۔اب دو لاکھ روپئے مانگے ۔چونکہ ہم خزانچی کو اپنے ساتھ لے گئے تھے ۔ان کے سپرد کر دیا کہ وہ دے گا اُس سے دو لاکھ کی تحریر لی کہ احمد آباد پہنچ کر ادا کر دوں گا ۔اس کے بعد دسترخوان بچھا ۔کھانا کھایا ۔ دوپہر ہوگئی ۔ظہر کی نماز کے بعد شہاب خاں نے اپنا خیمہ ہمارے سونے کے واسطے چھوڑ دیا ۔اور خود نوکروں کے خیمے میں چلا گیا کہ اب بے وقت ہوگیا ہے ۔صبح اس طرح روانہ ہوں گے کہ چاشت کے وقت احمد آباد پہنچیں ۔چونکہ

کری بادشاہی خالصہ تھی اور اس میں گھر تھے۔ اس وجہ سے ہم خیمے میں نہیں رہے ہوئے رخصت ہو کر قلعے کے مکان میں آئے۔ ہم ساری رات کے جاگے نیند کے مارے تھے۔ اس وجہ سے سو رہے۔ شہاب خاں کے کوچ کے نقارے کی آواز سے جاگے تو ہم نے تعجب کیا کہ ہمارے اضطراب کے باوجود اس نے ہماری بات سنی اور اب کہ تھوڑا سا دن باقی ہے۔ بغیر ہماری اطلاع کے سفر کر دیا۔ پھر یہ خیال ہوا کہ شاید احمد آباد کے شوق سے کہ وہ اس کو پھر مل گیا ہے سفر کیا ہے اور یہ بھی طے ہوا تھا کہ بال بچوں کو کری میں چھوڑ دیا جائے۔ اور اس نے سب کو بھی ساتھ لے لیا ہے۔ اس نے ہمارے پاس آدمی بھیجا کہ "اگرچہ یہ طے تھا کہ کل چلیں گے لیکن میرے دل میں یہ بات آئی کہ جس قدر جلد چلوں بہتر ہے۔ تم بھی کوچ کرو ہم نے بھی کوچ کر دیا۔" گو کہ ہم بہت تیز چلے لیکن شہاب خاں تک نہ پہنچے۔ اس واسطے کہ راہ میں گھوڑے، ہاتھی، اونٹوں کی زیادتی کی وجہ سے ایسی بند تھی کہ گزرنا ممکن نہ تھا۔ یہاں تک کہ حاجی پور میں سنا گیا کہ نتو قلعہ احمد آباد میں آکر قابض ہو گیا ہے۔ جو کچھ فقیر کے منہ میں آیا اعتماد خاں سے کہا اس نے سر جھکا لیا اور کچھ نہیں کہا شہاب خاں یہ خبر سن کر گھوڑے سے اتر کر ہمارا انتظار کرتا تھا۔

ہم بھی پہنچے ، اُس نے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ ہر شخص نے کچھ کہا فقیر نے کہا کہ طے یہ تھا کہ بال بچوں کو ساتھ نہ لیں گے اور کل روانہ ہوں گے۔ اگر ہم توقف کرتے اور یہ خبر ہم کو کری میں ملتی تو ہم اپنے مددگاروں کا جو دلہ پہنچ گئے ہیں انتظار کرتے۔ جب وہ لوگ ہمارے پاس آجاتے تو ہم حرام خوروں پر چڑھائی کرتے۔ ان لوگوں نے کہا اب ہوگیا اس وقت کیا کرنا چاہیئے طے یہ ہوا کہ چلنا چاہیئے۔ شہاب خاں نے قدرت اور استقلال سے کہا کہ اس مہم کو مجھ پر چھوڑ دو۔ اور تم لوگ سوار ہو۔ سب سوار ہوئے۔ احمد آباد کا رُخ کیا۔ جب احمد آباد کے نزدیک پہنچے۔ عثمان پور کی طرف متوجہ ہوئے اور وہاں اُترے۔ شہاب خاں دوسری طرف ایک وسیع جگہ میں جو میران پور کے نام سے مشہور ہے اُترا۔ ابھی ایک پہر دن بھی نہ چڑھا تھا کہ ان لوگوں نے خیمے گاڑنے شروع کر دیئے۔ فوج ابھی تک راہ میں ہے۔ کچھ لوگ آئے تھے۔ کچھ آرہے تھے۔ اسباب سب اونٹوں پر تھا۔ اس درمیان میں خان پور دروازے سے دو سو آدمی نکلے ایسا سمجھا گیا کہ گھوڑوں کو پانی پلانے کے واسطے نکلے ہیں۔ جب قلعے کے دروازے سے دو تین تیر کے فاصلے کے برابر آگئے آئے تو تقریباً تین چار سو قوم کاٹھی کے سواروں کی فوج کے ساتھ

سر پر چیترا اور چھتری سایہ کے واسطے لگائے ہوئے اور اُن کے پیچھے قریب دو سو سوار مغل آہستہ آہستہ آئے۔ شہر کی خلقت تماشا دیکھنے کے واسطے پیادہ بہت تھی۔ لیکن ہراول اور غول چھ سات سو سے زیادہ نہ تھے۔ اور شہاب خاں کی فوج تین ہزار سے زیادہ تھی۔ شہاب خاں نے ہمارے پاس آدمی بھیجا کہ تم راستے پر ہو ہوشیار رہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھارے پیچھے سے تم پر حملہ کر دیں۔ ہم لوگ سو سوار بھی نہ تھے۔ ہم نے عثمان پور سے گاڑیاں لے کر راہ بند کر دی۔ تاکہ آنے کا راستہ نہ رہ جائے۔ وہ لوگ اس بلندی کے نیچے سے جس پر ہم لوگ کھڑے تھے آہستہ آہستہ شہاب خاں کی فوج کی طرف متوجہ ہوئے جو نیچے کھڑی تھی۔ شہاب خاں ٹیلے پر تھا اعتماد خاں قیام گاہ کے داہنے طرف اسّی سواروں کے ساتھ کھڑا تھا۔ فقیر اور کرم علی آگے بڑھ کر تماشا دیکھنے لگے۔ اس طرف سے ہوائی بندوق چلاتے تھے۔ اعتماد خاں نے شور مچایا کہ لوٹ جاؤ کہیں بندوق سے زخمی نہ ہو جاؤ۔ ہم لوگ کے پاس تیر۔ کمان تک نہ تھے۔ بندوق کا کیا ذکر ہے۔ ہم تو آدھی رات کو شہاب خاں کے لانے کے واسطے اس طرح چلے تھے جیسے کوئی باغ کی سیر کے واسطے جاتا ہے۔ الغرض جوں ہی نمو کے ہراول نے جو صرف

دوسو مغل تھے۔ شہاب خاں کی فوج پر حملہ کیا وہ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور کچھ لوگ نتو کے ہراول میں مل گئے۔ تھوڑی دیر لڑکوں کا کھیل ہوتا رہا۔ ایک چشم زدن میں ان کا مجمع متفرق ہوگیا۔ اور شہاب خاں یلغار کے ساتھ پٹن کی طرف روانہ ہوا۔ اعتماد خاں نے فقیر سے کہا کہ ہم کیا کریں۔ فقیر نے کہا کہ ہم کو شہاب خاں سے مل جانا چاہیئے۔ ہم اُن کے پیچھے چلے وہ ایک رات کے بعد پٹن پہنچے اور ہم تین رات کے بعد۔ اور ہماری مددگار فوج جو تین ہزار تھی اور پیچھے رہ گئی تھی وہاں آپہنچی۔

الحمد للہ تمام شد

(باہتمام حکیم حافظ محمد سلیم صاحب سلیمی برقی پریس بچی پورہ شہر الہ آباد میں چھپی)